

ILYAS M. VAKIL
Amba Chowk, Khojawad,
BHAVNAGAR, 427667.
vakilsad1@sancharnet.in



جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام محتاجے ————— ”والقلم“
- مشاعرہ ————— ڈاکٹر پی ایم عظمیٰ
- کتابت ————— حسن خستہ
- سنہ طبع ————— جنوری ۱۹۹۴ء
- پہلا ایڈیشن ————— ایک ہزار
- ناشر ————— تنظیم المکاتب
گولہ گنج لکھنؤ (انڈیا)
- مطبعہ ————— جے، کے پریس - دہلی
- صفحات ————— ۵۲۰
- قیمت ————— 100/-

ملنے کے پتے:

- دفتر تنظیم المکاتب، گولہ گنج لکھنؤ
- جامعہ انوار العلوم، مرزا غالب روڈ، الہ آباد
- مولانا سید انیس الحسن صاحب قبلہ ۸۱ نو شوکت سوسائٹی ۱۹ نوروجی پل روڈ، ڈونگری ممبئی
- مولانا محمد علی آصف صاحب قبلہ، غازی پور ڈاکخانہ، گوگوان ضلع مظفرنگر
- جناب غلام علی گلزار صاحب، حسن آباد رعنا واری، سرینگر کشمیر

۷۷	۱۳۔ چودہ صدیاں
۸۰	۱۴۔ ثانی زہرا
۸۲	۱۵۔ حامیان یزید سے
۸۵	۱۶۔ کربلا
۸۹	۱۷۔ حسینؑ کا پیغام اپنے عزاداروں کے نام
۹۲	۱۸۔ زائرین کربلا کی خدمت میں
۹۴	۱۹۔ ماتحتی دستوں سے
۹۹	۲۰۔ علم دار کربلا
۱۰۱	۲۱۔ یابن الحسنؑ
۱۰۶	۲۲۔ آنے والا
۱۱۱	۲۳۔ پناہ گاہ
۱۱۲	۲۴۔ استغاثہ
۱۱۴	۲۵۔ سرزمین عراق
۱۱۶	۲۶۔ طائف کا نفرین
۱۱۸	۲۷۔ عریضہ
۱۲۳	۲۸۔ شہیدانِ حرم
۱۲۵	۲۹۔ واپسی
۱۲۶	۳۰۔ شہید ثالث
۱۲۸	۳۱۔ معصوم آوازیں
۱۳۰	۳۲۔ تاریخ کا ایک ورق

فہرست

عرضِ تنظیم
تاثرات
شاعری اور بیس

مَنْظُومَاتُ

۱۷	۱۔ تعارف
۱۹	۲۔ میرا قلم
۲۳	۳۔ لہو کا مصروف
۲۶	۴۔ ساقی
۲۷	۵۔ مقدرات
۵۱	۶۔ ماہِ رحمت
۵۵	۷۔ عنذیر
۶۲	۸۔ کاروانِ عنذیر
۶۷	۹۔ مسجد
۶۹	۱۰۔ صلحِ حسنؑ
۷۲	۱۱۔ تیسری شعبان
۷۴	۱۲۔ مجلسِ حسینؑ

۱۸۶	۵۲	پہرنگی قول و عمل
۱۸۸	۵۳	خدایتِ البری
۱۹۰	۵۴	صفتِ افتاب
۱۹۳	۵۵	ضربِ حیدری
۱۹۶	۵۶	آج تک
۱۹۸	۵۷	فتحِ خیبہ
۲۰۲	۵۸	درِ کعبہ
۲۰۴	۵۹	راکبِ دوشِ پیمر
۲۰۷	۶۰	تصویرِ نور
۲۰۹	۶۱	مولودِ جسم
۲۱۲	۶۲	قرآنِ ناطق
۲۱۵	۶۳	مولودِ کعبہ
۲۱۷	۶۴	منزلِ تکمیلِ برد
۲۱۹	۶۵	آبروئے کعبہ
۲۲۱	۶۶	آسمان اور زمین
۲۲۳	۶۷	نفسِ رسولؐ
۲۲۵	۶۸	بابِ علم
۲۲۸	۶۹	بضعۃ الرسولؐ
۲۳۱	۷۰	خاتونِ جنت
۲۳۴	۷۱	بضعۃ الرسولؐ (فخرِ حیدر کے لئے نازیہ پیمر کے لئے)

۱۳۲	۳۳	عیدِ تکمیلِ دین
۱۳۵	۳۴	حبیبِ ابنِ مظاہر
۱۳۶	۳۵	کب تک؟
۱۳۷	۳۶	بضاعتِ رسولؐ
۱۳۷		<u>قصائد و منقبت</u>
۱۴۱	۳۷	خلقِ عظیم
۱۴۳	۳۸	شعورِ شاعر
۱۴۵	۳۹	پیمانِ محمدؐ
۱۵۱	۴۰	خلقِ عظیم (اے صلِّ علیٰ زیدم چرخِ بریں ہے)
۱۵۳	۴۱	مدوحِ خدا
۱۵۶	۴۲	آج ہے
۱۵۹	۴۳	تاحدِ ابدِ زندگی
۱۶۵	۴۴	پتھر بول اٹھتا ہے
۱۶۷	۴۵	طلوعِ اسلام
۱۶۹	۴۶	رحمتہ للعالمین
۱۷۳	۴۷	عرفانِ رسالت
۱۷۵	۴۸	مدحِ رسولؐ
۱۷۷	۴۹	سرورِ کائنات
۱۸۰	۵۰	میلادِ النبیؐ
۱۸۳	۵۱	دولتِ فکر

۲۹۰	۹۲	شہیدؑ سے پہلے
۲۹۴	۹۳	زندہ کتاب
۲۹۷	۹۴	ذکر حسینؑ
۳۰۱	۹۵	مدح حسینؑ
۳۰۳	۹۶	شہیدؑ کے بلا
۳۰۶	۹۷	انکار حسینؑ
۳۰۸	۹۸	دو شمس رسالت کی تجلی
۳۱۱	۹۹	ماہِ ذہرہؑ
۳۱۴	۱۰۰	شہرِ آنِ فاطمہؑ
۳۱۷	۱۰۱	چراغِ فاطمہؑ
۳۱۹	۱۰۲	روشنی
۳۲۲	۱۰۳	حسین ابن علیؑ
۳۲۵	۱۰۴	فتحِ مظلوم
۳۲۷	۱۰۵	سجدہٴ آخِرہ
۳۳۰	۱۰۶	شہیدؑ کے بلا (ازل سے ہے ہی تحریرِ قانونِ مشیت میں)
۳۳۲	۱۰۷	روحِ افتاب
۳۳۴	۱۰۸	عزیمِ حسینؑ
۳۳۷	۱۰۹	علمدارِ وفا
۳۳۹	۱۱۰	ساجدارِ وفا
۳۴۱	۱۱۱	شیعِ وفا

۲۳۶	۷۲	جزو رسالت
۲۳۸	۷۳	مرکزِ عصمت
۲۴۱	۷۴	مدحِ فاطمہؑ
۲۴۳	۷۵	مدحِ معصومہؑ
۲۴۷	۷۶	قصیدہ در مدحِ فاطمہؑ زہرا
۲۴۹	۷۷	ذکرِ بتولؑ
۲۵۲	۷۸	بنتِ رسولؐ
۲۵۴	۷۹	عیدِ رمضان
۲۵۶	۸۰	صلحِ حسنؑ
۲۵۹	۸۱	خاموش جنگ
۲۶۲	۸۲	علم کے دروازے
۲۶۶	۸۳	ضربِ حسنؑ
۲۶۸	۸۴	سبطِ اکبرؑ
۲۷۰	۸۵	ذکرِ حسنؑ
۲۷۳	۸۶	مدحِ امامِ حسنؑ
۲۷۵	۸۷	آئینہٴ صلح
۲۷۸	۸۸	جشنِ رمضان
۲۸۰	۸۹	خاموشیِ کردار
۲۸۳	۹۰	عظمتِ حسینؑ
۲۸۵	۹۱	تاریخ کے جھروکوں سے

۳۹۵	۱۳۲	مدح ولی عصرؑ
۳۹۸	۱۳۳	قصیدہ (سحر کو جا کے عرضِ حال)
۴۰۱	۱۳۴	آخری تاجدار
۴۰۴	۱۳۵	حجتِ خدا
۴۰۶	۱۳۶	آرزوئے فاطمہؑ
۴۰۸	۱۳۷	آخری فیصلہ
۴۱۱	۱۳۸	قصیدہ (کبھی پہونچے تہِ فخر کبھی بالائے)
۴۱۴	۱۳۹	اعجازِ امامت
۴۱۸	۱۴۰	معجزہٴ احسنہ
۴۲۱	۱۴۱	قافلہٴ سالار
۴۲۴	۱۴۲	ضربتِ آخر
۴۲۷	۱۴۳	پردہٴ غیبت
۴۲۹	۱۴۴	روحِ کائنات
۴۳۱	۱۴۵	حضرتِ حجت
۴۳۳	۱۴۶	کاش
۴۳۶	۱۴۷	سلسلہٴ عصمت
۴۳۸	۱۴۸	ذکرِ پیغمبرؐ
۴۴۰	۱۴۹	عظمتِ کردار
۴۴۱	۱۵۰	فخرِ انبیاء
۴۴۲	۱۵۱	علیؑ

۳۴۴	۱۱۲	بنی ہاشم کا چاند
۳۴۶	۱۱۳	سید الشہداء
۳۴۸	۱۱۴	کعبہٴ شجاعت
۳۵۰	۱۱۵	علمدارِ وفا (خیر نہیں جسے قانونِ کبریا کیا ہے)
۳۵۳	۱۱۶	زینبؑ و عباسؑ
۳۵۵	۱۱۷	زینبؑ کبریٰ
۳۵۷	۱۱۸	حضرتِ زینبؑ
۳۶۰	۱۱۹	صائدِ جرس
۳۶۲	۱۲۰	فضائے
۳۶۴	۱۲۱	امامت کی چوتھی منزل
۳۶۶	۱۲۲	فاتحِ شام
۳۷۰	۱۲۳	بیچارہٴ کربلا
۳۷۵	۱۲۴	مدحِ سیدِ سجادؑ
۳۷۷	۱۲۵	سیدِ سجادؑ
۳۸۰	۱۲۶	سلسلہٴ ہدایت
۳۸۳	۱۲۷	بافتہٴ علمِ نبیؐ
۳۸۶	۱۲۸	امامِ مہفتمؑ
۳۸۸	۱۲۹	مدحِ تقیؑ
۳۹۱	۱۳۰	نوشِ منزل
۳۹۳	۱۳۱	دشویں منزل

تَعَزِیَّتِی نَظْمِی

- ۵۰۱- شہید خامس آقائے باقر الصمد
۵۰۵- نظم تعزیت بیاد ظفر الملت
۵۱۰- بانی تنظیم
۵۱۳- قطعہ تاریخ وفات ضیاء الملت
۵۱۶- مولانا سید محمد جواد صاحب کراوی

(والد ماجد علامہ ذیشان حیدر جواد)



- ۱۵۲- عرفان علیؑ
۱۵۳- مدح معصومہ (لکنت ہو کیوں اہل سیاست...)
۱۵۴- سیدہ عالم
۱۵۵- وزن امامت
۱۵۶- مدح زینب
۱۵۷- جان علیؑ
۱۵۸- ولی عصرؑ (ولی عصر بھی ہیں بزم روزگار بھی ہے)
۱۵۹- پیغام عمل

قَطَعَاتُ

- ۱۶۰- دعائے
۱۶۱- بارگاہ رسالت میں
۱۶۲- سرکار ولایت میں
۱۶۳- حسین عصمت میں
۱۶۴- بحضور حسن مجتبیٰ
۱۶۵- بحضور شہید اعظم
۱۶۶- بحضور علیؑ دار کربلا
۱۶۷- ساکن غیبت کے حضور میں
۱۶۸- نوائے عنبر
۱۶۹- شب نور

بِسْمِ سُبْحَانَهُ

عرضِ تنظیم

نباضِ ادب، شاعرِ تنظیم جناب ڈاکٹر پیام عظمیٰ صاحب کے قصائد و منظومات کا مجموعہ ”وَالْقَلَمُ“ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں نے جب سے آنکھیں کھولیں انھیں ہمیشہ ماموں جان مرحوم (بانی تنظیم طاب ثراہ) کے ساتھ دیکھا۔ وہ صدرِ ادارہ علامہ جولاہی مظاہر کے مخلص دوستوں میں شامل ہیں۔ ہم سب گھر کے ایک بزرگ کی طرح ان کا احترام کرتے ہیں اور خاندان کے ایک فرد کی طرح ان سے محبت کرتے ہیں۔

میں نے منزلِ شعور میں آنے سے قبل بھی محفلوں میں پیام صاحب کو رونقِ محفل دینے دیکھا۔ ان کے اشعار پر مجمع کو بے تاب ہو کر تعریف کرتے دیکھا۔ پھر جب باشعور ہوا تو صرف انھیں کے اشعار مجھے متاثر کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام پر ناقدا نہ نظر ڈالنا میرے لیے ناممکن ہے۔

یہ غیر جانبدار ادبِ بابِ نظر کا کام ہے کہ ان کے اشعار کی قدر و قیمت معین کریں۔ میں بس اتنا جانتا ہوں کہ مرحوم محمد و آل محمد علیہم السلام میں ان کے اشعار زبانِ زد ہو چکے ہیں اور عوام و خواص دونوں حلقوں میں مقبول ہیں۔ ان کے اشعار کی بازگشت دوسرے معاصرین کے کلام میں بھی سُنائی دیتی ہے۔ عرصہ ہوا وہ ملک کی سرحدیں پار کر کے عالمی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ محفلوں اور مجلسوں میں ان کا کلام

بِسْمِ اللَّهِ

تاثرات

ایک زمانہ تھا جب شعر کے حُسن کو بھوٹ کے فیتے سے پایا جاتا تھا اور بہترین شعروہ سمجھا جاتا تھا جس میں مبالغہ آرائی اور غلط بیانی کے علاوہ کچھ نہ ہو۔ شاعر کا کمال بھی یہ تھا کہ الفاظ کو حسین بندش میں گرفتار کر کے سامعین کے حوالے کر دے اور پھر سامعین محترم یا شارجین کرام اس کے معنی تلاش کر لیں اور حتی الامکان ایک ایک شعر میں کئی کئی معانی پیدا کر دیں جن کا تصور شاید شاعر کو بھی نہ رہا ہو اور جو اس کے حاشیہ خیال کے قریب سے بھی نہ گزرے ہوں۔

بعض شعرا اپنی بے دینی ہی کو اپنے فن شعر کا کمال تصور کرتے تھے اور سب سے بڑا شاعر وہ تھا جس نے شعر کو فکر کے پیانہ سے نہیں بلکہ شراب کے ٹمکے سے نکالا ہو۔ البتہ بعض مقدس، متدین، صاحب فہم و ادراک اور ارباب فکر و نظر شعراء ہر دور میں تھے لیکن ان کی قدر و قیمت محدود تھی اور انھیں صرف مذہبی اجتماعات میں جگہ دی جاتی تھی۔

یہ مرثیہ نگار شعراء کا کمال تھا کہ انھوں نے اس مذہبی صنفِ سخن کو ادبی دُنیا

سب سے زیادہ پڑھا جاتا ہے اور ایامِ عز میں متعدد انجمنیں ان کے لکھے ہوئے مسدس سلام اور نو حے حاصل کرنے کے لیے بے چین رہتی ہیں۔

والقلم کو ادارہ اپنے نشریات میں اس لئے شامل کر رہا ہے کہ تحریک دینداری سے وابستہ شعراء میں ان کا نام سرفہرست ہے۔ وہ اس راستہ پر سب سے پہلے چلے تھے، بہت پہلے چلے تھے اور آج بھی ان کا سفر تیز رفتاری سے جاری ہے ان کی تعمیری فکر اور صلاحی اشعار ادارہ نے بہت سے نیک اور اس کے مقاصد کی نمایندگی کرتے ہیں کبھی کبھی تو ان کا ایک شعر دل و دماغ پر وہ اثر پھوڑتا ہے مقرر کی طویل قسط پر سے نہیں پیدا ہوتا۔

پیام صاحب کے مرثیوں کے مجموعے کی کتابت بھی شروع ہو چکی ہے۔ انشاء اللہ مستقبل میں ادارہ یہ خدمت انجام دے گا۔ انشاء اللہ ان کی اور ادارہ کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

والسلام

سید صفی حیدر
سکرٹری تنظیم المکاتب - لکھنؤ
(ہندوستان)

اد آباد کی ایک محفل میں ایک معروف شاعر اپنے ہمراہ لے آئے اور نتیجہ میں انھیں پچھتانا پڑا کہ ایسے شاعر کو کیوں ساتھ لے آئے جس نے محفل میں ان کی شخصیت کو تحت الشعاع میں قرار دے دیا۔ اور پھر پیامِ عظمیٰ محفلوں کی ضرورت بن گئے اور وہ محفل ناتمام تصور کی جانے لگی جس میں پیامِ عظمیٰ کی شرکت نہ ہو۔

اد آباد کی محفلِ نور اور پھر شبِ نور میں پیامِ عظمیٰ کے قصائد کی دھمک سال بھر تک ذہنوں میں باقی رہتی تھی اور پھر انھیں محفلوں کی برکت تھی کہ خطیبِ عظیم مرحوم نے انھیں تنظیم المکاتب کی دینی کانفرنسوں میں مدعو کرنا شروع کیا اور انھوں نے اپنی فکر انگیز شاعری سے قوم کے ذہنوں کو بھنھوڑنا شروع کر دیا اور دھیرے دھیرے شاعرِ تنظیم کے نام سے موسوم ہو گئے۔

پیامِ صاحب کے بعض اشعار کو مثال میں پیش کرنا اس بات کا اعتراف ہوگا کہ ان کے کلام میں بعض اشعار نمونہ کے طور پر پیش کرنے کے قابل ہیں۔ حالانکہ حقیقت امر یہ ہے کہ ان کے ہر شعر کو یہ امتیاز حاصل ہے اور دورِ حاضر میں شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہوگا جس کے اتنے اشعار بطور مثل یا بطور مثال پیش کیے جاتے ہوں جتنے اشعار حضرت پیامِ عظمیٰ کے بطور ضرب المثل پیش کیے جاتے ہیں۔

انھوں نے ہر میدانِ سخن میں فکر کو الفاظ پر مقدم رکھا ہے اور پھر سوچنے کے بعد کہنے کی کوشش کی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ان کے کلام میں خطبہ، نکات، بیان تلاش کر سکتے ہیں اور شعرا، اندازِ ترسیل۔

وہ بیک وقت بہترین شاعر بھی ہیں اور بہترین مفکر بھی۔ ادھر ایک عرصے

میں جگہ دلوائی اور اہلِ نظر کو تسلیم کرنا پڑا کہ مرثیہ بھی ادبیات کا ایک حصہ ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس دور میں شامل ہونے کے لئے انھیں بھی اپنے مقدس دائرہ سے باہر نکلنا پڑا اور کسی معنی میں سہی بہار اور ساقی نامہ کو مرثیہ کا جزو بنانا پڑا کہ جس کے بغیر اس مقابلہ میں شرکت ممکن نہ تھی۔

زمانہ کروٹیں بدلتا رہا اور قدریں تبدیل ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ ریاست و دربار داری کے بعد اشتراکیت کا دور آیا اور دیکھتے دیکھتے یہ بساط بھی لپٹ گئی۔ مختلف ممالک میں مذہبی تحریکات شروع ہوئیں، ایران میں اسلامی انقلاب آیا اور مذہبی افکار کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ ادب خرافات کی دُنیا سے نکل کر تہذیب کی دُنیا میں آیا اور شعر و سخن کو ذہنی عیاشی کے بجائے فکری بیداری کا وسیلہ بننے کا شرف حاصل ہو گیا۔

حضرت پیامِ عظمیٰ اس دور کے شاعر اور اسی اندازِ فکر کے نقیب ہیں۔ وہ شعر کہہ کر سامع کے حوالے نہیں کرتے ہیں بلکہ شعر کے ذریعہ فکر کو سامع کے ذہن تک منتقل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے اشعار لفظی بازیگری نہیں بلکہ فکری بیداری ہوتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں کمالِ شاعر بے دینی نہیں بلکہ دینداری ہے۔ انھوں نے مختلف اصنافِ سخن کو پرانے ڈھانچوں میں پیش کرنے کے بجائے نئے سانچے بنانے کا عمل انجام دیا ہے۔

میں نے سب سے پہلے انھیں فیض آباد میں وثیقہ کالج کی ایک محفل میں سنا اور اشعار اور شخصیت کے تناسب پر تادیر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد موصوف کو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شاعری اور میں

شاعری ایک جوہر ملکوتی اور عطیہ ربانی ہے اور ایسا مفید، مقدس اور آفاقی ذریعہ اظہار ہے جس کی تاریخ بلا لحاظ زمان و مکان ہر انسانی معاشرے سے جڑی ہوئی ہے۔ تاریخ ادبیات عالم گواہ ہے کہ شاعر نے ہمیشہ نظم کی انگلی تھام کے چلنا سیکھا ہے۔ شاعری انسان کے دکھی اور زخمی احساسات پر مرہم رکھتی ہے۔ ادبیات کی دور میں شاعری انسان کے باطنی وجود کو ٹوٹنے اور بکھرنے سے بچاتی ہے۔

تاریخ جب حکومتوں کے دباؤ میں آکر جھوٹ بولنے لگتی ہے تو شاعری ہی شاہد حق کو بارود و ساغر اور تیر و نشتر کے پردے میں پیٹ کر ایک نسل کے بعد دوسری نسل کے حوالے کرتی ہے۔

شاعری کا روحانیت کے آگے بھی چلتی ہے اور پیچھے بھی — آگے آگے چل کے مستقبل کی نشاندہی کرتی ہے اور پیچھے پیچھے چپسل کے ماضی کے اندھیرے میں کھوجانے والے لطیف اور نازک جذبات کے خزانے کو اپنے دامن میں سمیٹ کے انہیں محفوظ کر لیتی ہے۔

شاعری سوز کو زمزمہ ساز اور لب خاموش کو آواز عطا کرتی ہے۔ ناگفتنی کو گفتنی بناتی ہے اور تشبیہوں، علامتوں اور کنایوں کے ذریعہ ان کہی باتوں کو کہنے کا ڈھب

انہوں نے اپنے شعری کام کو روک کر نشری کام شروع کر دیا ہے اور اس میں بھی وہی فکر انگیزی کا انداز برقرار رکھا ہے جو عام طور سے دورِ حاضر کے مضمون نگاروں میں غفا ہوتا جا رہا ہے۔

ضرورت تھی کہ موصوف کے کلام پر تفصیلی تبصرہ کیا جائے اور اس کے امتیازات کی نشاندہی کی جائے لیکن سر دست اس کا امکان نہیں ہے لہذا صرف ادائے واجب پر اکتفا کی جاتی ہے اور افراد قوم سے اُمید کی جاتی ہے کہ وہ اس مجموعے سے مکمل طور پر استفادہ کریں گے اور اس کی بے حد استحسان و قدر دانی کریں گے۔

والسلام علی من اتبع الهدی

جوادی

کا ثبوت ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کی ذات اقدس سے شاعری کی "نفی" کی گئی ہے مگر یہ نفی "بالکل" ویسی ہی ہے جیسے بغیر دجی "گفتگو کی نفی" کی گئی ہے۔ اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہے کہ شاعری کوئی بُری اور قابلِ مذمت شے ہے۔

پیغمبر خدا کا شاعر نہ ہونا اس لیے ضروری تھا کہ وحی خدا اور شاعری میں التباس نہ ہونے پائے ورنہ دنیا کلام الہی کو بھی پیغمبر کی قوتِ تمیز کا زائہ سمجھ لیتی اس لیے قرآن نے وضاحت کر دی۔ وما علمناہ الشعر.....

یعنی خطِ شاعری اور چیز ہے اور خطِ پیغمبری اور چیز ہے، دونوں میں کوئی ربط نہیں شاعر اپنے خیالات کی وادیوں میں سرگرداں پھرتا ہے، ردیف و قافیہ کی تلاش میں چکر لگاتا ہے اور قوتِ تخیل کے سہارے کسی شعر کو تشکیل دیتا ہے۔ اس کے برخلاف پیغمبر لفظ بلفظ پیغامِ الہی فرشتے کے ذریعہ حاصل کر کے جامعہ انسانی کے حوالے کر دیتا ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس طرح ہم قرآن کو "شعر" سے تعبیر نہیں کر سکتے اسی طرح اسے شرنکاری کا کوئی نمونہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ قرآن نہ نظم ہے نہ نثر، وہ بس کلامِ خدا ہے انسان کے بنائے ہوئے اصناف کے خانوں میں اسے محدود نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی بلند ہی تک یہ نظم پہنچتی ہے نہ نثر۔ نظم کی ساری خوبیاں اور نثر کی تمام اچھائیاں اپنے نقطہ کمال پر پہنچنے کے بھی قرآن کی گردنیں پاسکتیں۔ قرآن کی ایک آیت کا بھی جواب نہ نثر میں ممکن ہے نہ نظم میں۔

چونکہ کفار قریش اب تک اشعار کے علاوہ کسی ایسے کلام سے واقف نہیں تھے جو دلوں کو جھنجھوڑ دینے کی صلاحیت رکھتا ہو اور جس کا آہنگ روح کی گہرائیوں میں اتر جائے۔ مگر جب قرآن میں فوق العادہ طور پر یہ تاثیر دکھائی اور وہ دل و دماغ میں

جاتی ہے۔

شاعری ظلم و جور، استعمار و استحصال کے خلاف ہمیشہ سپر رہی ہے، وہ نہ تخت و تاج سے خوف زدہ ہوتی ہے نہ جتہ و دستار سے مرعوب۔ شاعری ہمیشہ ساج کو نقصان پہنچانے والے عناصر کی نقاب کشائی کرتی رہی ہے۔

شاعر معاشرے کے سب سے زیادہ باشعور اور حساس طبقے سے تعلق رکھتا ہے اور ظہور پذیر ہونے والے واقعات سے سب سے زیادہ متاثر بھی ہوتا ہے اور متاثر کرتا بھی ہے۔ قومیں اپنے شاعر کی آنکھ سے دیکھتی اور اس کی زبان سے بولتی ہیں۔

شاعر کو تاہ نظر افراد کے لئے رانی کو پریت بنا کے پیش کرتا ہے اور مبالغے سے "ماکر و اسکوپ" کا کام لیتا ہے تاکہ سچائیاں نظر انداز نہ ہونے پائیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ وہ فرزدق کی طرح انوی طاقت کے پھولے ہوئے غبارے کی ہوائِ نکال کر اسے چھوٹا بھی کر دیتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اکثر اشعار نے دلوں میں شجاعت اور بہادری کے جذبات ابھار کے قوموں کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنا دیا ہے اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کبھی کبھی ایک شعر اثر و نفوذ میں نثر کی موٹی موٹی کتبوں سے زیادہ کام کر جاتا ہے۔

یقیناً شاعری معاشرے کی گمراہی کا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ مگر یہ بات شاعری ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ انسان کی ہر صلاحیت کو جب سوءِ استفادہ کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے اور اس سے غلط کام لیا جاتا ہے تو وہ انسانیت کے لیے نقصان دہ ہو جاتی ہے اور پھر جو چیز جتنی زیادہ مفید ہوگی اس کا سوءِ استعمال اتنا ہی زیادہ مضر اثرات پیدا کرے گا۔ یہ کہنا کہ قرآن فی نفسہ شاعری کی مذمت اور شعرا کی ملامت کرتا ہے، ناواقفیت

کو بھی فخر کرنا چاہیے۔

مگر اللہ کی دی ہوئی تمام صلاحیتوں کی طرح یہ صلاحیت بھی کبھی حق کے راستے پر اپنے قدم آگے بڑھاتی ہے کبھی ٹہل کے راستے پر کبھی دنیا و آخرت کی فلاح کا ذریعہ بنتی ہے تو کبھی ضلالت و گمراہی کا سبب۔ قرآن نے بامقصد شاعری کو گمراہ کن شاعری سے واضح طور پر الگ کر دیا ہے۔ سورہ شعراء میں۔ وَ اَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ کے بعد اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَ اَنْتُمْ صَوْرًا مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمْتُمْ اِنَّ (وہ لوگ نہیں جو صاحب ایمان ہیں، عمل صالح انجام دیتے ہیں، کثرت سے ذکر خدا کرتے ہیں اور اپنے اشعار سے) ظلم کا مقابلہ کرتے ہیں (کہہ کے وضاحت کر دی گئی ہے

اس طرح قرآن نے قابل مدح اور قابل تائید شاعری کے لئے چار صفتیں بیان کر دی ہیں (۱) ایمان (۲) عمل صالح (۳) ذکر خدا (۴) ظلم سے مقابلہ۔ اگر کسی شاعری کی بنیاد ان چار صفتوں پر ہے تو وہ اسلامی شاعری ہے ورنہ نہیں۔ یہی معیار ہیں جن کی روشنی میں شاعر کی قدر و قیمت طے کی جاسکتی ہے اور فن کی عظمت و بلندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فکر و فن کے موضوع پر لکھی جانے والی ہزاروں کتب میں، تمام تنقیدی نظریات، ابلاغ و ترسیل کے سلسلے میں کی جانے والی ساری مؤثر گافیاں اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ کیا کہا جائے اور کیسے کہا جائے؛ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ وہ کہا جائے جو اللہ کو پسند ہو اور اس طرح کہا جائے کہ اللہ کے بندے اسے آسانی سے سمجھ لیں۔ یعنی اسلام "ادب برائے بندگی" کا قائل ہے۔

زبان و بیان کے تمام قواعد سے اور فکر و فن کے تمام ضوابط اس وقت تک قابل احترام

انقلاب پیدا کرنے لگا تو وہ اسے "شعر" کہنے لگے۔ اگر پیغمبر اسلام نے زندگی کے کسی حصے میں شعر کہا ہوتا تو کفار کی تردید مشکل ہو جاتی۔

مگر دوسری طرف مولائے کائنات سے لے کر امام آٹھ تک تمام معصومین، شعر کہتے بھی رہے اور پڑھتے بھی رہے جس طرح پیغمبر اسلام کا شعر نہ کہنا مرضی خدا کے عین مطابق تھا اسی طرح دوسرے معصومین کا شعر کہنا بھی مرضی خدا کے عین مطابق ہے۔ معصومین کے اشعار، مخدرات عصمت کے نوحے، شہداء کے ہلکے زخموں، شعراء کی بہت افزائی اور ان کو شعر گوئی پر مامور کرنے والی بے شمار حدیثیں، شعراء کی عظمت ظاہر کرنے والے معصومین کے ارشادات کیا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ بامقصد اور تعمیری شاعری، ایک عظیم عبادت، دینی فریضہ اور اتباع معصوم ہے جو زندگی کے کسی لمحے میں نہ مکروہ ہو سکتی ہے نہ ناجائز۔

معصومین کی پشت پناہی جس قدر شعراء کو حاصل رہی کسی کو نہ مل سکی۔ ادب و زبان کی کوئی صنف، عظمت و جلالت میں بامقصد شاعری کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ قرآن وحدیث کے علاوہ اگر معصوم نے کسی کلام کو یاد رکھنے کا حکم دیا ہے تو وہ صرف اشعار ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّيْعَةِ عَلِّمُوا اولادكم شعر العبدی

"ہمارے شیعوں کو چاہیے کہ اپنی اولاد کو عبادی کے شعر کی تعلیم دیں۔"

پیغمبر اسلام نے "جبریل مغک" کی خبر شاعر کو ہی دی ہے۔ "من انشد شعراً فی الحسنین فله الجنة" شاعر ہی کے لئے کہا گیا ہے اور ہر بیت پر "بیئاً فی الجنة" کی بشارت شاعر ہی کو دی گئی ہے۔ اس لیے اللہ اگر کسی کو ذکر محمد و آل محمد میں چند شعر کہنے کی توفیق عطا کر دے تو صرف اسے نہیں بلکہ اس کی آنے والی نسلوں

صرف قصائد اور مرثیے لکھتے ہیں، آفاقی شاعری کرنے کی کوشش کیجئے۔ تو میں نے ان سے پوچھا کہ جناب! آفاقی شاعری کسے کہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا، ایسی شاعری جو تمام انسانوں کے لیے ہو۔ اور قصائد و مرثیے کا تعلق ایک خاص گروہ یعنی مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے فرقے صرف شیعوں سے ہے اس لیے اسے آفاقی شاعری نہیں کہہ سکتے۔

میں نے انھیں جواب دیا تھا کہ اس طرح تو فردوسی کا شاہنامہ بھی آفاقیت سے محروم ہے کیونکہ وہ ایرانی قوم کے لیے لکھا گیا ہے اور ملٹن کی شاعری بھی آفاقی نہیں کیوں کہ وہ صرف اس کی قوم کے لیے تھی اور میکور کے گیت بنگالی ہندوؤں کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں وہ بھی آفاقی نہیں اور اقبال کی شاعری مسلمانوں کے لیے تھی وہ بھی آفاقی نہیں اور تاج محل کے حُسن میں بھی کوئی آفاقیت نہ ہونی چاہیے کیوں کہ وہ ایک بادشاہ کی دُوبہ کا مقبرہ ہے۔

آدمی اپنے پیر پر کھڑا ہوتا ہے سب کے پیروں پر نہیں، اور فن کار اپنے گھر میں بیٹھ کر شعر کہتا ہے خلا میں جا کر نہیں۔ آفاقیت جذبہ کی آئینہ اور احساس کی شہادت خلوص دھین سے پیدا ہوتی ہے۔ موضوع کا تعلق فن کار کی ذات سے جتنا گہرا ہوگا، فن کی ہمہ گیری بڑھتی جائے گی، اس کا درد سب کا درد اور اس کی بات سب کی بات بنتی جائے گی۔

ادبی پنیترے بازی اور جوڑ توڑ کا زمانہ ہے۔ لوگ جب چاہیں مہمات کو آفاقی ادب بنادیں درنہ مذہب تو خود سب سے بڑی آفاقی حقیقت ہے اور انسانی وجود کی جڑوں تک پھیلنا ہوا ہے۔ نطشے کا فوق البشر ہونا اقبال کا مردِ مومن! سب کو دارِ اہلِ بریت کی پرچھائیاں ہیں۔

ہیں جب تک وہ مذکورہ اصولوں سے ہم آہنگ ہیں ورنہ نہیں۔ اساتذہ کے بنائے ہوئے عروضی قوانین اگر اظہار و ابلاغ کے مرحلے میں معاونت کرتے ہیں تو ان کی اہمیت سے انکار نہیں ورنہ ان کا استعمال نہ واجب ہے نہ مستحب، اور ان کا ترک نہ جرم ہے نہ گناہ۔ قیامت میں نہ "شتر گریہ" کے بارے میں سوال ہوگا نہ "شائگان" کے بارے میں پوچھا جائے گا نہ ایٹا خفی کی سزا ملے گی نہ ایٹا، جلی کی۔ مگر ایمان و عمل صالح کا فقدان، ذکر خدا کی کمی اور مومنین کے دفاع میں کوتاہی کی صورت میں شاعر کی ساری فن کاریاں اور صنعتیں بھی اسے بچا نہیں سکتیں۔

زبان، پہاڑوں کی طرح منجھڑے نہیں بلکہ دریاؤں کی طرح رواں دواں حقیقت کا نام ہے۔ روزانہ نہ جانے کتنے پُرانے الفاظ مرتے رہتے ہیں اور نئے الفاظ پیدا ہو جاتے ہیں۔ پُرانی تشبیہات، استعاروں، علامتوں کی جگہ نئے اور تازہ دم تشبیہات، استعارے اور علامتیں لے لیتی ہیں۔ اردو زبان اپنی کم عمری کی وجہ سے اس ٹوٹ پھوٹ سے زیادہ دوچار ہے اس لیے اشعار کی صحت اور عدم صحت کی "سند" اساتذہ نہیں بلکہ عوام ہیں یعنی اگر ترسیل کا بیاب ہے تو شعر صحیح ہے ورنہ غلط۔

یہ کہنا کہ مذہب بڑا ادب پیش کرنے سے قاصر ہے یا شاعری مذہبی پابندیوں کو برداشت نہیں کر سکتی اور مذہبی سلجھنے میں دُب کے اس کی روح نکل جاتی ہے۔ بالکل مہمل بات ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی ہر اچھی شاعری پر کہیں نہ کہیں مذہب کی پرچھائیں ضرور پڑی ہوتی ہے۔ مولانا روم اور شیخ سعدی، انیس اور اقبال کی عظمت اس بات کا ثبوت ہے کہ مذہبی شاعری بے دین شاعری کے مقابلے میں زیادہ جاندار، باوقار اور پُر اثر ہے۔

چند سال پہلے ایک مشہور شاعر اور دانش ور نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ

اور خوںچکاں کفن۔ یہ اسلامی لغت کے الفاظ ہیں جو ہر اچھے ادب کی ضرورت پوری کر رہے ہیں۔

یہ سب باتیں اسلئے نہیں لکھ رہا ہوں کہ میں خود مذہبی شاعری پیش کرنے کا دعویدار ہوں۔ مذہبی شاعری اسی وقت ہو سکتی ہے جب شاعر کو فقیہ کا علم، مجاہد کا جگر، اور خوفِ خدا میں دھڑکنے والا دل مل جائے۔ صحیح معنوں میں مذہبی شاعری کرنے کے لئے میثم تمار کی زبان، فرزدق کی جرأتِ اظہار، وعلّٰی خذاعی کا حوصلہ اور کمیت کا جذبہ فن چاہیے جو کہتے تھے "شاعری نہیں تختہ دار ہے جسے اپنے ساتھ لیے گھوم رہا ہوں" جن کی شعر خوانی کے لیے مسدیں نہیں مقتل سجائے جاتے تھے داد و تحسین کے بدلے نیزے کے زخم ملتے تھے۔ گل پوشی کے بدلے سنگ باری ہوتی تھی۔ مذہبی شاعری بے داغ و شیردانی نہیں بلکہ کفن پہن کے کی جاتی ہے اور مذہبی شاعر داد و تحسین کا حریف نہیں ہوتا بلکہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے شعر کہتا ہے۔ وہ سامعین کو فرشتی سلام نہیں کرتا بلکہ انھیں ظلم سے ٹکرانے کی دعوت دیتا ہے۔

یہ سب تو صرف اس لیے لکھ رہا ہوں کہ "شاید آجائے کوئی آبلہ پامیہ بعد" ورنہ میں کہاں اور مذہبی شاعری کہاں؟ "تیک بندی کرنے والا گنہ گار قلم مذہبی شاعری کی تخلیق کیسے کر سکتا ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ میں نے اپنے اشعار کو مذہبی شاعری سے منسوب کر رکھا ہے کہ شاید اس نسبت سے میرا کوئی شعر، کوئی مصرع کوئی فقرہ خوشنودی الہی کا سبب بن جائے۔

اور ہر مسکتا ہے کہ معصوم کے وعدہ کے مطابق میری کوئی بیت، بیتِ جنت کی حقدار ہو جائے۔ میں اپنے مالک کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں کیوں کہ مایوسی

اچھی شاعری کو عالم وجود میں لانے کے لئے جن عناصر کی ضرورت ہے اس سے اسلامی تاریخ کا دامن بھرا ہوا ہے۔ عظیم کردار ہوں یا دل کو چھو لینے والے واقعات، مہجر العقول کا زمانہ ہوں یا انقلاب آفرین تمثیلیں، احساسات کو بیدار کرنے والی روایات ہوں یا دلوں کو دھڑکا دینے والی یادیں۔

اگر عظیم شاعری کا مقصد ان میں شجاعت و بہادری کے جذبات کو بیدار کرنا ہے اور انھیں حرکت و عمل کا پیغام دینا ہے تو مذہبی شاعری کو فرزدقی کے فرضی کرداروں کی ضرورت ہے نہ قدیم ہندوستان کی رزمیہ شاعری کی طرح افسانہ تراشی کی ضرورت۔ خیر و خندق اور بدر و حنین کے سچے تجربات بڑا ادب پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اگر شاعری کا کام بے چین رُوحوں کی تسکین، زخمی دلوں کے لیے مرہم مجروح احساسات کے لیے دوا تلاش کر کے غم کو نشاطِ غم میں تبدیل کر دینا ہے، تو اہل بیتؑ رسولؐ کی باوقار اور با اختیار مظلومیت سے بڑا کوئی موضوع نہیں جو حالات کے ٹھکرائے ہوئے انسانوں کو سکون کی دولت عطا کر کے غم کو نشاطِ غم میں بدل دے۔

اگر شاعری کا مقصد ماضی کی تصویر کشی حال کی تعمیر اور خوش آئند مستقبل کا یقین دلانا ہے تو ماضی کے دامن میں کردارِ المیہ سے بڑا کوئی سرمایہ نہیں اور حال کی تعمیر کے لیے ان کے اسوہ حسنہ سے بڑا کوئی ذریعہ نہیں، اور ظہورِ ولی عصرؑ جلّ اللہ سے بڑی مستقبل کے لئے کوئی خوش خبری نہیں۔

اور اگر شاعری "عصری حیثیت" اجتماعی درد، فرد کی تنہائی کے اظہار کا نام ہے تو اس سلسلے میں کام آنے والی مثالیں اور علامتیں مذہب کے دامن میں وافر مقدار میں موجود ہیں، مثلاً پیاس، فرات، مقتل، دار و رسن، کربلا، ناوک، خنجر، پُرہول بن

کے بجائے ذکر اہل بیت، خیبر و خندق کے واقعات اور اساتذہ کے اشعار سنایا کرتے تھے۔ اس طرح ان کی آغوش محبت میرے لیے ایک درس گاہ بھی بن گئی تھی۔

والد مرحوم کی تربیت اور اس خاندانی ماحول نے کم عمر ہی میں مزاج میں موزونی طبع پیدا کر دی تھی اور نظم و شعر کا فرق سمجھ میں آنے لگا تھا۔ پرائمری کے تیسرے یا چوتھے درجے میں غالب آٹھ یا نو سال کی عمر میں اس طرح شعر کہنے کی کوشش کی کہ نصاب میں شامل اسماعیل میرٹھی کی ایک نظم کا چربہ اسی ردیف و قافیہ مگر اپنے الفاظ میں کھینچ کر اپنے ہم درس لڑکوں کو سنایا، جس کی خبر اساتذہ کو ہوئی تو انھوں نے میری سرزنش کی اور میرے اس عمل کو گستاخی قرار دیا۔

بارہ یا چودہ سال کی عمر میں ایک نوحہ لکھا جس کے ناپختہ اشعار اب تک یاد ہیں اس کے بعد شہرہ میں پہلی بار ایک طرحی قصیدہ لکھا اور پڑھا، والد مرحوم ساتھ تھے، بہت خوش ہوئے۔ پھر ابھی پوری طرح ہوش بھی نہیں سنبھالا تھا کہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ تنہائی اور بے بسی کے احساس کے ساتھ اقتصادی پریشانیوں نے بھی آدو چاکھی سال تک شعر کہنے کا خیال بھی نہیں پیدا ہوا۔ مگر ۱۹۵۶ء سے پھر شعر گوئی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور قریب و جوار کے مقاصد و میں شرکت کرنے لگا۔ ۱۹۶۳ء میں پہلی بار بنارس لکھنؤ ادبی فیض آباد کے مقاصد میں شرکت کی۔ اور پھر پندرہ بیس سال کے وقفے میں بنگال سے کشمیر تک اور کشمیر سے کرناٹک تک تقریباً ملک کی تمام شیعہ بستیوں میں ذکر اہل بیت کی سعادت حاصل کی اور ہندوستان کے باہر بھی متعدد ممالک میں درجہ محمد و آل محمد کا موقع ملا۔

شعبان ۱۹۶۳ء میں جامعہ ایما نیہ بنارس کے مقاصد میں پہلی بار سرکار ظفر الملت مولانا سید ظفر احسن صاحب قبلہ اعلیٰ الشرف قادری نے میرا قصیدہ سننے کے بعد داد تحسین کے

کفر ہے۔

بیسویں صدی کی چوتھی دہائی یعنی ۱۹۳۵ء میں ایک متوسط طبقے کے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوا۔ خاندان میں شعر و شاعری کا چرچا تھا اور ہر طرف انیس و دسیر کے مرثیوں کی صدائے بازگشت سنائی دیتی تھی۔ میرے والد سید مرتضیٰ حسین مرحوم جو شاعری کا ذوق بلند رکھتے تھے، چند منقبتیں بھی لکھی تھیں اور کسی زمانے میں صفا تخلص بھی اختیار کیا تھا، میرے والد کے بڑے بھائی سید امیر حسین مرحوم دفنا تخلص کرتے تھے۔ کئی مرثیے لکھے جو "یادگار وفا" کے نام سے غالباً ۱۹۴۴ء میں شائع ہوئے تھے۔ عروج زمینداری کے زمانے میں آرزو لکھنوی مرحوم عشرہ محرم پڑھنے میرے وطن انباری اعظم گڑھ تشریف لے جاتے تھے اور والد مرحوم اور ان کے بڑے بھائی ان کے میزبان ہوتے تھے۔ والد مرحوم بے انتہا محبت اور احترام سے مجھ صاحب (آرزو) کے نام سے اکثر ان کا تذکرہ فرماتے تھے۔ اغلب یہ ہے کہ میرے والد اور ان کے بڑے بھائی نے آرزو لکھنوی سے اصلاح بھی لی ہو۔

میرے بالکل بچپن میں مولانا محمد علی اجلال صاحب مرحوم شہادت مولاے کائنات کے سلسلے کی مجلسیں پڑھنے ہر سال تشریف لے جاتے تھے جو ایک عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کی آمد شعر و شاعری کے ماحول میں تحریک پیدا کر دیتی تھی۔ عام طور پر مجلسوں میں مرثیے پڑھے جاتے تھے اور اکثر بزرگوں کا موضوع سخن بھی مرثیے ہوتے۔ ان بزرگوں میں کوئی انیس کو بڑا شاعر سمجھتا تو کوئی دسیر کو۔ اس سلسلے میں اکثر تجلیں ہوتی رہیں۔

چونکہ والدہ صاحبہ مرحومہ کا انتقال میری بالکل کسنی میں ہو گیا تھا، اس لیے پرورش کی ذمہ داری تنہا والد مرحوم نے سنبھال رکھی تھی اور وہ ہر شام کو بستر میں لیٹنے کے بعد کہانیوں

ساتھ جس شفقت و محبت کا اظہار کیا اس نے مجھ میں خود اعتمادی پیدا کر دی۔ یہ پہلا دستِ شفقت تھا جس کا وزن میں نے محسوس کیا۔ سرکارِ مرحوم میرے اشعار سن کر جس قدر خوش ہوتے تھے اور جس محبت سے دُعائیں دیتے تھے اس کی یاد میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہے۔ ایک بڑے اجتماع میں انھوں نے مجھے "لسان القوم" کا لقب بھی مرحمت فرمایا تھا اور اس کا اعلان ماہنامہ "الجواد" کے کسی شمارے میں دُعائوں کے ساتھ کیا تھا۔ ان کی خدمت میں مجھے سکون بھی ملتا تھا اور تقویت بھی۔

بانی تنظیم خطیبِ عظیم مولانا سید غلام عسکری صاحب طاب ثراہ کی بے لوث محبت اور ان کی فعال اور رواں دواں شخصیت میرے لیے شجرِ سایہ دار کی حیثیت رکھتی تھی اور انھوں نے تحریکِ دین داری کے سلسلے میں مجھے بھی اپنے رفقاء کی فہرست میں شامل کر کے میرے قلم کو فکر و فن کے نئے راستوں سے آشنا کیا اور اصلاح و تبلیغ کی طرف موڑ کے مجھے شاعرِ نظم بھی بنادیا اور اپنی آخری سانس تک ہمسفری کا موقع مرحمت فرمایا۔ وہ بامقصد اور تعمیری شاعری کو اللہ کی نعمت اور قوم کی ضرورت سمجھتے تھے۔ میں نے پھوٹپھوٹتے ہوئے اظہارِ کالیقہ بھی سیکھنے کی کوشش کی۔ میری شریکِ نگاری صدیقی صاحب نے ان کی رہنمائی کی ہے اور ان کی یادوں کی روشنی اب بھی میری رہنمائی کر رہی ہے۔

اپنے آخری سفر پر روانہ ہونے سے چند گھنٹے پہلے وہ میرا حسبِ ذیل شعر بار بار پڑھتے رہے۔

میرے قدم کو زمانہ ہلا نہیں سکتا

کہ میرا ہاتھ کسی ذمہ دار ہاتھ میں ہے

ایک مرتبہ شاید زندگی میں پہلی بار اس شعر کو انھوں نے ترنم سے پڑھنے کی کوشش کی۔ ہم سب ہنسنے لگے۔ آج وہ منظر یاد کر کے دل رو رہا ہے۔ پھر چند گھنٹوں

کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے۔

سورج کی موت چاند ستاروں کی موت تھی

وہ ایک کی نہیں تھی ہزاروں کی موت تھی

شعبان ۱۹۶۵ء میں الہ آباد کی ایک بزمِ مقاصد میں سرکارِ علامہ جوادی سے

پہلی بار ملاقات ہوئی اور چند لمحوں میں یہ ملاقات مستقل رفاقت میں تبدیل ہو گئی۔ ان کی ذات کا میری شاعری سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ میں انھیں نہ اپنا قاری سمجھتا ہوں نہ سماع، نہ یہ رشتہ روایتی حوصلہ افزائی کے ذریعہ قائم ہوا نہ رسمی داد و تحسین کی بنیاد پر استوار ہے۔ مجھے یاد بھی نہیں کہ کبھی انھوں نے مجلس یا محفل سننے کی میری تعریف کی ہو۔ مگر یہ ایسا فکری اور نفسیاتی رابطہ ہے جس کی تشریح ممکن نہیں۔

پہلی ملاقات سے لے کر آج تک میں یہی محسوس کرتا ہوں کہ اپنے اشعار کے رگ و ریشے سے جتنا میں واقف ہوں اتنا ہی وہ بھی واقف ہیں۔ میری کامیابی اور ناکامی سے اتنا ہی وہ بھی متاثر ہوتے ہیں جتنا خود میں۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ انھوں نے خود میرے اشعار کی "تفہیم" یوں کر دی کہ شاید خود میں نہ کر سکتا۔

میں بھول سکتا ہوں کہ میرا فلاں مصرع کس شعر کا ہے اور فلاں شعر کس نظم سے تعلق رکھتا ہے مگر علامہ فوراً اس کی جگہ بتا سکتے ہیں۔

اس یقین اور اعتماد نے کہ جادہ شاعری میں اکیلا نہیں ہوں، میرے قلم کو بڑی تقویت بخشی۔ مرثیہ نگاری کی طرف مجھے علامہ ہی نے اُلٹ کیا بلکہ جبراً کئی مرثیے لکھوائے جس کی تفصیل آئندہ مرثیوں کی اشاعت کے موقع پر پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

میں نے ۱۹۵۶ء سے ۱۹۸۵ء تک کا زمانہ اپنے بچوں کے ساتھ گزاری۔ الہ آباد میں گزارا۔ اس دوران میں نے اکثر مرثیے، قصائد، نوے اور سلام لکھے ہیں۔ کراچی

اور مضافات کے مومنین کے خلوص و محبت نے کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ میں وطن سے دور ہوں، بلکہ ایسا لگتا تھا کہ اپنے ہی خاندان میں زندگی گزار رہا ہوں — آج بھی الہ آباد اور کراچی سے ذہنی وابستگی باقی ہے۔

میرے چھوٹے بھائیوں سید خادم ہمدی اور ہلال احمد رضوی کا بھی میری شاعری سے ایک خاص ربط ہے۔ ان دونوں نے ناساعد حالات میں بھی ہمیشہ میرے لیے شعر گوئی کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی اور حتی الامکان ان گھریلو ذمہ داریوں کو خود سنبھال لیا، جو شعر گوئی میں مغل ہو سکتی تھیں۔ خادم ہمدی سلمہ میرا دستیاب کلام محفوظ بھی کر لیتے تھے، اور ان کی کئی کاپیاں بنا لیتے تھے جو بعد میں میرے کام آتی تھیں، ورنہ میرے مزاج کے لاابالی پن نے اسے بھی ضائع کر دیا ہوتا۔

عزیزی عون محمد رضوی سلمہ کراچی نے، جو اس وقت بمبئی میں مقیم ہیں، کراچی کے قیام کے دوران کہے گئے اشعار کا کچھ حصہ محفوظ کر لیا تھا، جو ان سے حاصل کر کے شامل اشاعت کر رہا ہوں۔ اللہ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

ڈاکٹر ناطق اعظمی کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتا ہوں، جو ابتداءً جادہ شاعری میں میرے ہم سفر رہے ہیں اور فکر اہلیت کا اسلوب تلاش کرنے میں معاونت کی ہے۔

برادر محترم عباس حسینی مرحوم (نکبت پبلی کیشنز) اور برادر مکرم شکیل جمالی صاحب کی محبتوں کا اعتراف بھی ضروری ہے جنہوں نے مجھے بھائی کی طرح عزیز رکھا۔

احباب میں رئیس الواعظین سید کرا حسین، مولانا محمد تقی رضوی، مولانا سید مظاہر علی سنبھلی، مولانا ابن علی شائق، مولانا سید شمیم الحسن صاحب امیر جامعہ جوادہ، مولانا سید احمد حسن امیر جامعہ ایمانیہ، مولانا سید تقی الحیدری امیر جامعہ وثیقہ، مولانا سید فخر عباس اور حامد رضوی الہ آبادی جیسے حضرات کی پر خلوص حوصلہ افزائی میرے

شریک حال رہی ہے۔ میں ان سب کا شکر گزار ہوں۔

سید سعادت حسین الہ آبادی کے جذبہ رفاقت کا اعتراف بھی ضروری ہے جو میرے کلام کی اشاعت کے لیے کوشاں ہیں۔

عزیزی ضیفم زیدی سرسوی کی کوششوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں جو طباعت کے سلسلے میں انہوں نے کیں۔ ملک کی متعدد ماتمی انجمنیں بھی شکریے کی مستحق ہیں جن کی فرمائش پر مجھے نو حے اور سلام لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور برصغیر کے ان تمام حضرات کا بھی ممنون ہوں جو میرا کلام میرے نام کے بغیر پڑھنے کے عادی ہیں۔

الغرض درج اہلیت کے اس سفر میں، علماء نے گلے سے لگایا، باشعور ارباب دانش نے خوش آمدید کہا۔ احباب نے ہمت افزائی کی، خواص نے دل بڑھایا، عوام نے بے پناہ محبت کا اظہار کیا۔ ہندوستان، پاکستان، ایران، عرب امارات، بلکہ افریقہ تک جہاں بھی گیا، مومنین نے غیر معمولی پذیرائی کی اور میری قوم نے مجھے کبھی شکایت کا موقع نہیں دیا — البتہ مجھے اس کا اعتراف ہے کہ خود میں قوم کی توقعات پوری نہ کر سکا اور اس کا حق ادا کرنے میں کوتاہی کی۔

نام نہاد قسم کے دانش وروں، پینترے بازی اور چور بازاری کے ذریعہ ادیب شاعر بن جانے والوں نے کبھی اچھے تعلقات نہیں رہے، یادہ لوگ جو مال گاڑی کے خالی ڈبوں کی طرح الفاظ کو جوڑ کے چند سطریں لکھنے کے بعد خود کو بہت بڑا مصنف سمجھنے لگتے ہیں یا حکومت اپنی سیاسی ضرورت پوری کرنے کے لئے جن کی دستاویزی کردیتی ہے۔ یادہ بیچارے جو مذہب کے سچے بھی نہیں جانتے مگر مذہبی ادب میں اپنی ٹانگ اڑانا فرض منصبی سمجھتے ہیں — مجھ سے کبھی خوش نہیں رہ سکے۔ ایسے لوگوں سے مجھے نہ کوئی شکایت ہے نہ ان کی ضرورت۔

تینخ کام آمی نہ طبل اور علم کام آئے
نظریوں کے تصادم میں قلم کام آئے

منظومات

زیر نظر مجموعہ ان تصائد، منظومات اور مقبتوں پر مشتمل ہے جو ضائع ہونے سے بچ گئے ہیں۔ اس کے بعد مرثیوں، نوحوں اور سلام اور تنظیم المکاتب کے پلیٹ فارم سے پڑھی جانے والی اصلاحی نظموں کے مجموعوں کی اشاعت کا مرحلہ باقی ہے۔
کوشش ہو رہی ہے کہ وہ بھی منظر عام پر آ سکے۔
آپ سے دُعا ہے خیر اور آنے والی نسلوں سے دُعا ہے مغفرت کی درخواست کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

پیامِ عظمیٰ

۲۵ جنوری ۱۹۹۳ء

تَعَارُف

میں ہوں مداح گہر سا ہے فطرت میری
 اک اُبلتا ہوا زمزم ہے طبیعت میری
 نطق انسان کو دیتی ہے فصاحت میری
 ہے بہر حال زمانے کو ضرورت میری
 سوز کو زمزم سے سزا عطا کرتا ہوں
 لب خاموش کو آواز عطا کرتا ہوں
 پیرو میر نہ غالب کا پرستار ہوں میں
 شاعر بارگہ عشرتِ اطہر ہوں میں
 دل دکھاتا ہوں کسی کا نہ دل آزار ہوں میں
 ذکرِ مظلوم خطا ہے تو خطا کار ہوں میں
 بات حق ہوتی ہے جو حق کی طرح کرتا ہوں
 گفتگو میں بھی فرزدق کی طرح کرتا ہوں

میرا دم ہے جو یہ طوفان ہوا کرتے ہیں
 ورنہ الفاظ تو بے جان ہوا کرتے ہیں
 مدحِ مولا میں جو اکٹھتی ہے صدائے برحق
 روشنی پاتے ہیں تاریک دماغوں کے طبق
 ملتا ہے قوم کو ایثار و شجاعت کا سبق
 میں اُلٹتا ہوں محبت کے صحیفوں کے ورق
 خاکِ بھارت کو پیامِ دل و جاں دیتا ہوں
 وہ مؤذن ہوں کہ مندر میں ازاں دیتا ہوں

□□ (سنہ ۱۹۶۰ء - اعظم گڑھ)

قطع

پرچمِ عظمتِ اسلام اٹھایا نہ گیا
 راستہِ خلقِ پیمبر کا دکھایا نہ گیا
 تم مسلمانوں کو کافر تو بنا سکتے ہو
 کسی کافر کو مسلمان بنایا نہ گیا

ملک رکھتا ہوں نہ طبل اور نہ عسلم رکھتا ہوں
 داغِ دل، سوزِ جگر، دیدہ نم رکھتا ہوں
 عشقِ بیدارِ شہنشاہِ اُمم رکھتا ہوں
 با وضو ہو کے جو کاغذ پہ قلم رکھتا ہوں
 سرفرشتوں کا حدِ شوق میں جھک جاتا ہوں
 خامہ کا تبِ تقدیر بھی رک جاتا ہوں
 میں ہوں نباضِ ادب، برازِ ادب جانتا ہوں
 فکر کو شعر بنا دینے کا ڈھب جانتا ہوں
 کونسی بات کا وقت آتا ہے کب جانتا ہوں
 میں تو لفظوں کا حسب اور نسب جانتا ہوں

ساری فرسودہ روایات برتر ہوں میں
 شاعرِ بارگاہِ آلِ پیمبر ہوں میں
 ہے میری فکر سے ہر کشتِ تنخیل میں نو
 مدحِ مولا کی ہے شرمندہ احساں اُردو
 بھر دیے میرے سینے نے ہر اک جامِ دُبو
 دوڑتا ہے رگِ اشعار میں میرا ہی لہو

متاع کو چسہ و بازار تو نہیں یہ تسلیم
جو ہو ذلیل فقط لذتِ زباں کیلئے
سُنائے شعرِ مجمل حسینِ خاں کیلئے

خطا معاف، یہ خدمت نہ لیجئے اس سے

سُنائے عترتِ اطہار اس کی عادت ہو
مرا تسلیم میرے اللہ کی امانت ہو
(سنہ ۱۹۹۰ء - اعظم گڑھ) □□



ہم پہ الزام ہے غیروں سے وفاداری ہے
دوستوں کی یہ عجب طرزِ جفاکاری ہے
وہ اگر خونِ بہادری تو انہیں کچھ نہ کہو
ہم جو دوا شک بہادری تو دل آزاری ہے

میرا قلم

مرا تسلیم میرے اللہ کی امانت ہے
رہِ وفا میں سرِ دُار چڑھ کے بولے گا
ہوس کی بزم میں لیکن زبان کھولے گا
نظر میں اس کی ہے فاقہ کشوں کا سیلِ کرم
کسی رئیس کے دربار میں نہ جائے گا
ہجومِ درہم و دینار میں نہ جائے گا
جو مدحِ غیر میں اس کو کروں گا آلودہ

لکھے گا ذکرِ پیغمبر تو شرم آئے گی
کرے گا مدحتِ حیدر تو شرم آئے گی
سُنائے گا یہ کسی اور کا قصیدہ اگر
شعورِ علم و ہنر کو جواب کیا دے گا
غرورِ فکر و نظر کو جواب کیا دے گا

ساقی

آئے ہیں رند باندھ کے احرام ساقیا
بیٹھے ہوئے ہیں لے کے ترانام ساقیا
کھڑی ہوئی ہے گردشِ ایام ساقیا
بس ہو چکی نماز اٹھا جام ساقیا

ہم سب مشرفِ رند ہیں بیتِ الشرف
ملتی نہیں حرم میں توجا کر نجف سے

پانی ذرا سا بھی نہ ملانا شراب میں
یہ سوئے ظن ہر ساقی کو نثر کے باب میں
پینا ہے آج بندگی بو تراب میں
لکھ لے ہمارے جام علی کے حساب میں

بیار غم ہے رُوح گرہ دل کی کھول دے
خاک شفا بھی کچھ مے ساغر میں کھول دے

یہ مے حیات کون و مکاں کا پخوڑ ہے
بہتر نہیں ہے اس سے زمانے کی کوئی شے

قبل اس کے کہ تیرا گرم لہو
خاک میں مل کے رائیگاں ہو جائے
بزمِ ہستی سے بے نشاں ہو جائے
کسی گلشن کی آبیاری کر
تاکہ رنگ بہلا بن جائے
رونقِ لالہ زار بن جائے
وقف کر دے برائے شعرو بخن

فن کے پیکر میں جاوداں ہو جائے
رگِ اشعار میں رواں ہو جائے
سونپ دے یازمینِ مقتل کو

حسنِ میدانِ جنگ بن جائے
کسی پرچم کا رنگ بن جائے
اور اگر یہ نہیں تو کم از کم

شابلِ اشک ہمارے غم کر دے
جیبِ ودامن ہی اپنا نم کر دے
(۱۹۶۲ء - غم گڑھ)

لہو
کا

مصروف

مَقَدَّرات

اک روز ایک صاحب زلفِ دراز نے
مجھ سے کہا کہ کب یہ سخنِ وِز کی بات ہے
آتا نہیں ہے ذکرِ رسولِ خدا تمہیں!
بس فاطمہ کا ذکر ہے حیدر کی بات ہے
میں نے کہا کہ ذکرِ رسولِ خدا کروں؟
کہنے لگے کہ ہاں! یہی جوہر کی بات ہے
میں نے کیا جو دعوتِ اول کا تذکرہ
بولے ہاؤ اس میں توحید کی بات ہے
میں نے کہا، جہادِ پیغمبر کروں بیاں
خندق کا ذکر ہے کہیں خیبر کی بات ہے
کہنے لگے کہ اور کوئی تذکرہ کرو
اس میں توصافِ ضیغِ داؤر کی بات ہے

جائز نہیں ہے واعظِ کم ظرف کو یہ مے
پنی لے گا ایک گھونٹ تو کرنے لگے گاتے

سب جان لیں عنیدر کے اعلان کی طرح
پینا پڑے گا بوزر و سَلَمَان کی طرح

اربابِ تخت و تاج کو ٹھکر کے آئے ہیں
طوفانِ ظلم و جور سے گھبرا کے آئے ہیں
جی بھر پیسے گے آج قسم کھا کے آئے ہیں
مے کش ترے کرم کی خبر پا کے آئے ہیں

وہ اور ہوں گے جن کو مدارات چاہیے
ہم کو تو بس حسین کی خیرات چاہیے

ساقی شرابِ سیرت و کردار دے ہمیں
لِللّٰہِ جُرأتِ رَسَن و دار دے ہمیں
جذبِ ولائے عترتِ اطہار دے ہمیں
یعنی زبانِ میثمِ تمسار دے ہمیں

خود کیوں کہیں کہ لائقِ صدا احترام ہیں
دُنیا پکار اٹھے کہ علی کے غلام ہیں

□□

(۱۹۷۲ء - الہ آباد)

ماہِ رحمت

عبادتوں کے چمن کی بہار ہے رمضان
علاجِ گردشِ لیل و نہار ہے رمضان
پے طہارتِ دل آبشار ہے رمضان
پیامِ رحمت پروردگار ہے رمضان

ہوا کریم کا احساں اسی مہینے میں
ملا رسول کو قرآن اسی مہینے میں

بہارِ گلشنِ عشق و وفا کا موسم ہے
نمودِ قوتِ صبر و رضا کا موسم ہے
فروعِ جذبہٴ صدق و صفا کا موسم ہے
عبادتوں کا زمانہٴ دعا کا موسم ہے

ہے وقتِ بگڑی ہوئی قسمتیں بنانے کا
زمانہٴ آیا گنہوں کے نشتوانے کا

میں نے سنایا آیہٴ تطہیر کا نزول !
بولے کہ گھر میں رہنے دو یہ گھر کی بات ہے
میں نے نبی کی بُت شکنی کا کیا جو ذکر
یہ کہہ کے یہ توحشائے داور کی بات ہے
کہنے لگے کہ دکھتی ہوئی رگ نہ چھپے
پائے علی و دوشِ پیمبر کی بات ہے
میں نے سنایا جب شبِ حجت کا واقعہ
بولے کہ یہ رسول کے بستر کی بات ہے
میں نے نبی کے آخری حج کا کیا جو ذکر
بولے کہ پھر عنیدر کے منبر کی بات ہے
میں نے کہا کہ ذکرِ نبی کس طرح کروں؟
احمد کی بات بات میں حیدر کی بات ہے
پوچھا کہ ذکرِ اوروں کا آتا نہیں ہے کیوں؟
میں نے کہا کہ یہ تو مقدر کی بات ہے

یہ ترک آب و غذا زندگی کی دولت ہے
جو نیند آئے تو سونا بھی اک عبادت ہے
نزولِ رحمت پروردگار ہوتا ہے
کہ بخت جاگتا ہے روزہ دار سوتا ہے

وہ شامِ قدر کا منظر نمازیوں کی قطار
دُعاے سیدِ سجاد کی وہ نرم پھوار
پلک پہ اشکِ ندامت زباں پہ استغفار
وہ رات جس کی تجلی پہ لاکھ صبحِ نثار
بہت بلند حد امتحان دیکھتے ہیں
ملک بھی آکے عباد کی شان دیکھتے ہیں

سُنائی ہے لبِ معلوم نے خبر اس کی
صدائے "فَرِّقْتُ بَرَبِّ" ہے پیامبر اس کی
علیٰ کے سجدوں سے روشن ہر گہرا اس کی
پیامِ فتح ہے انیسویں محرم اس کی

زہے نصیب جو ماہِ صیام آتا ہے
زمیں پہ اہلِ فلک کا سلام آتا ہے
جو پیاسے ہونٹوں پہ مالک کا نام آتا ہے
تو خود ہی رقص میں رحمت کا جام آتا ہے
سُنا دو خوش خبری دردِ دُشمن کے ماروں کو
لمبی ہے مہلتِ توبہ گُناہ گاروں کو

نہ ہے وہ ضعف جو کردار کی دوا بن جائے
خوشا وہ پیاس جو سیرابی و فابن جائے
نہ ہے وہ بھوک جو دل کیلئے دوا بن جائے
خوشا وہ نیند جو تسبیح کسبیرا بن جائے
اسی کو حق ہے کہ دستِ دُعا بلند کرے
کہ جس کی بوئے دہن بھی خدا پسند کرے

ہر ایک سانس میں ذکرِ خدا کی لذت ہے
ہر اک نفس میں نہاں جلوہٴ تلاوت ہے

غدير

پیغمبروں نے جو مانگی ہے وہ دعا ہر غدير
جو گو نجی رہے تا حشر وہ صد اہر غدير
جو رک سکے نہ وہ اعلانِ مصطفیٰ ہر غدير
کہ ابتداء ذوالعشرہ ہے انتہا ہر غدير

غدير منزل انعام جاودانی ہے
غدير مذہب اسلام کی جوانی ہے

غدير دامنِ صدق و صفا کی دولت ہے
غدير کعبہ و مشران کی ضمانت ہے
غدير سرحدِ معرینِ آدمیت ہے
غدير دین کی سب سے بڑی ضرورت ہے

غدير منزلِ مقصود ہے رسولوں کی
غدير فتح ہے اسلام کے اصولوں کی

وقار کیوں نہ ہو سہ ایک بُترانی کا
بھی مہینے سے مولا کی کامیابی کا

بھلا دیں فرض کو چھوٹے بڑے خدا نہ کرے
دلوں پہ کفر کا پنجہ گرے خدا نہ کرے
دکھائی دیں ہمیں روزے کھٹے خدا نہ کرے
خدا کے سامنے کہنا پڑے خدا نہ کرے
جو داغ دامنِ کردار پر تھے دھونے سکے
گزر گیا رمضان فیضِ یاب ہونے سکے

□□

قطعہ

حسین نصف نصف بدنِ دل ہیں فاطمہ
اور شیر کبریا کے سوا سر کہیں کئے
اجزائے مصطفیٰ ہیں پیامِ آلِ مصطفیٰ
عترت کو چھوڑ دیں تو پیمبر کہیں کئے

یہ سب اثاثہٴ عِلم و یقین مٹ جاتا
اگر غَدیر نہ ہوتی تو دین مٹ جاتا

دلِ سیمبرِ اعظم کا چین بھی ہے غَدیر
نمودِ قوتِ بدر و حنین بھی ہے غَدیر
لبِ بتول پہ فریاد و شین بھی ہے غَدیر
حسن کی صلح بھی جنگِ حسین بھی ہے غَدیر

کبھی صدائے جرس بن کے راہ میں آئی
کفن پہن کے کبھی قتل گاہ میں آئی

نبیؐ کے بعد صفِ اشقیاء جب آئی تھی
عداوتِ آلِ حمیہ کی رنگ لائی تھی
ستمِ پرستوں نے کب آستیں چڑھائی تھی
جہل کی اور نہ مصیقین کی لڑائی تھی

نہ سمجھو تھا وہ شہِ قلعہ گیر پر حملہ
کیا تھا اہلِ ہوس نے غَدیر پر حملہ
یہ آرزو تھی مٹا دیں گے نقشِ پائے غَدیر
سمجھ رہے تھے کہ مقتل ہے انتہائے غَدیر

منازعِ کون و مکان کو غَدیر کہتے ہیں
چراغِ خانہٴ جاں کو غَدیر کہتے ہیں
صدائقوں کی زباں کو غَدیر کہتے ہیں
عمل کی رُوحِ رواں کو غَدیر کہتے ہیں

غَدیر منزلِ تکمیل ہے سفرِ نہ کہو
نبیؐ کی صبحِ تمنا ہے دو پہر نہ کہو

غَدیر نام ہے اللہ کی عبادت کا
غَدیر نام ہے انسان کی شرافت کا
غَدیر نام ہے نوعِ بشر کی عظمت کا
غَدیر نام ہے ربطِ کتاب و عترت کا

جہاں میں جو ہے اسی اک سفر کا صدقہ ہے
ہر ایک صبح اسی دو پہر کا صدقہ ہے

کہیں سکوں کہیں جھنکار بن گئی ہے غَدیر
کبھی صائے سرِ دار بن گئی ہے غَدیر
کہیں قتلِ کبیر بن گئی ہے غَدیر
کہیں دُعا کہیں انکار بن گئی ہے غَدیر

ستم گروں سے کہو قتل عام کرتے رہیں
 نبیؐ کے قول کی تاویل خام کرتے رہیں
 جو کر گئے ہیں اب وجد وہ کام کرتے رہیں
 ہزاروں ظلم و ستم صبح و شام کرتے رہیں

مگر غدیر کا اعلان رک نہیں سکتا
 اٹھا تھا خم سے جو طوفان رک نہیں سکتا

جہاں میں دینِ خدا کا نظام باقی ہے
 فضا میں زورِ درود و سلام باقی ہے
 صداقتوں کا وہی فیضِ عام باقی ہے
 خلیفہ کوئی نہیں ہے امام باقی ہے

کہ وارثِ اسدِ قلعہ گیرِ زندہ ہے
 سقیفہ مرگیا لیکن غدیرِ زندہ ہے

غدیر ہی کی مہک لالہ و گلاب میں ہے
 غدیر ہر دلِ مومن کے اضطراب میں ہے
 اسی کی روح ہر آوازِ الفتلاب میں ہے
 اسی کی روگِ ہستی کی بیج و تاب میں ہے

مگر نہ رک سکی تیغوں سے بھی ہوائے غدیر
 سناں کی نوک پہ بھی گونج اٹھی صدائے غدیر
 لہو میں عشقِ ہر اک حق پسند ہو کے رہا
 مگر غدیر کا چرچم بلند ہو کے رہا

نفاق و کفر کے گھیروں نے راستہ روکا
 جفا و ظلم کے ڈیروں نے راستہ روکا
 جہالتوں کے اندھیروں نے راستہ روکا
 قدمِ قدم پہ لیٹیروں نے راستہ روکا

جو سدا راہ بصدِ نخواست و غرور ہوئے
 وہ سب غدیر سے مکر کے چور چور ہوئے

جو حق پرست تھے وہ دار پر چڑھائے گئے
 نہ جانے کتنے غریبوں کے گھر جلائے گئے
 نقوشِ حق و صداقت جو تھے مٹائے گئے
 زبانیں کاٹی گئیں اور لہو بہائے گئے

جو اک مریض کو بیڑی پھانے آئے تھے
 وہ سب غدیر کو قیدِ نبی بنانے آئے تھے

ستم کیے ہیں بہت وقت کے مشربوں نے
مٹائے نقشِ وفا خجروں نے تیروں نے
حدیثیں ڈھالی ہیں دُنیا کے بے ضمیروں نے
فسانے لکھے ہیں دربار کے اسیروں نے

علیؑ کے لال کا جب ہاتھ تھام لے گی غدیر
ستمگروں سے ضرور انتقام لے گی غدیر
(۱۹۹۰ء لکھنؤ) □□

قطعہ

نہا کبھی روس کا چرچا کبھی امریکا کا
لوگ کہتے تھے یہی سب بڑی طاقت ہے
لیکن ایران نے دُنیا سے یہ منوا ہی لیا
عشقِ اولادِ نبیؐ سب بڑی طاقت ہے

جو ذکر آئے تو باطل کا دم نکلتا ہے
یہ وہ چراغ ہے جو آندھیوں میں جلتا ہے

غدير عدلِ الہی کا رشتہ معصوم
جہاں میں دینِ خدا ہے غدير سے موسوم
سمجھ سکا نہ زمانہ غدير کا مفہوم
غدير کل بھی تھی مظلوم اب بھی ہر مظلوم

ستم کوئی بھی کرے وہ عدو غدير کا ہے
کسی کے زخم سے ٹپکے لہو غدير کا ہے

لیے ہے تیغِ علیؑ قلعہ گیر کا وارث
نمودِ قوتِ نانِ شعیبہ کا وارث
نبیؐ کا لال، جنابِ امیرؑ کا وارث
نکل کے آئے گا جس دن غدير کا وارث

زبانِ تیغِ بتائے گی عز و شانِ غدير
کہیں پناہ نہ پائیں گے دشمنانِ غدير

سب صنایدِ عجبِ ہیبت سے گہرانے لگے
 وادیِ ظلم و جفا میں زلزلے آنے لگے
 خلقِ پیغمبر بھی، تیغِ فاتحِ خیبر بھی ہے
 یعنی مرہم بھی پئے انسانیت نشتر بھی ہے
 جب پیغمبر بے زبانوں کو زباں دینے لگے
 سنگریزے ہاتھ میں آکر ازاں دینے لگے
 روشنی میں نوعِ انساں کا مُقَدَّر آگیا
 چاند کے ٹکڑے ہوئے سُوچ پلٹ کر آگیا
 ذہن کی دیوار ٹوٹی بابِ خُصیبہ کی طرح
 دل میں دروازے کھلے اللہ کے گھر کی طرح
 روکڑا انساں نہ تھا جب ہل کے طوفان کا
 فکرِ انساں کو سفینہ مل گیا فُتْرِ آن کا
 موجِ نفستہ میں محبت کے کنول کھلنے لگے
 خون کے پیاسے بھی آپس میں گلے ملنے لگے

کاروانِ غمِ دیر

کوہِ فاراں سے چلا وہ کاروانِ انقلاب
 آگے آگے مصطفیٰ ہیں پیچھے پیچھے بوترا بٹ
 فکر کے ظلمت کدے میں نور برساتا ہوا
 ذہن کی بنجر زمیں پر پھول بکھراتا ہوا
 جو قدم اٹھا وہ منزل کا نشان بنتا گیا
 لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا
 قافلہ تھا اپنی منزل کی طرف یوں گامزن
 جیسے دریا کی روانی جیسے سُوچ کی کرن
 راہ پر آنے لگے گمراہ تھے جو آدمی
 یوں بدل دیتے ہیں تباہِ جہاں دو آدمی

آکے شامل ہو گئے کچھ پیکرِ ناپاک بھی
 آبِ جاری میں ہمیں جیسے خس و خاشاک بھی
 آخرش بدرواحہ کے معرکے سر ہو گئے
 جب اٹھی تیغِ علیؑ پسا ستم گر ہو گئے
 قافلہ آگے بڑھا غیبِ سر کی منزل آگئی
 یعنی سب پیچھے رہے حیدر کی منزل آگئی
 جب شکستِ فاش باطل کو ہوئی جنگاہ میں
 بددعا دینے کو آپہنچے نصاریٰ راہ میں
 تب نبیؐ و فاطمہؑ حسنینؑ و حیدرؑ آگئے
 اپنے اہل بیت کو لے کر پیہر آگئے
 منزلِ خندق پہ پہنچا جب غدیری کارواں
 کل ایماں بن کے نکلے تب امام انس و جان
 سورہٴ توبہ حرم میں لے کے جائے گا وہی
 جس نے چوسی ہے زباں قرآن سنائے گا وہی

دیکھ کر اخلاق کی بارش ستم گر چسب اٹھے
 وزن تھا بھولوں میں کچھ اتنا کہ پتھر چنچ اٹھے
 علم و حکمت زہد و تقویٰ کے جہاں پیدا ہوئے
 صرف دو پھولوں سے لاکھوں گلستاں پیدا ہوئے
 جس زمیں پر قافلہ پہونچا مناروں کی طرح
 خاک کے ذرے چمک اٹھے ستاروں کی طرح
 ذوالعشرہ میں ہوا پہلے پہل اعلانِ حق
 یعنی یہ آغاز تھا آئینہٴ انخابِ حق
 بن گئی ہجرت کی شبِ دینِ الہی کی سحر
 بسترِ احمدؑ پہ سوئے شیرِ داؤدؑ، رات بھر
 جو بلند کی علامت تھا وہ زمین آگیا
 کارواں آگے بڑھا شہرِ مدینہ آگیا
 بزمِ پیغمبرؐ میں دیکھو آدمیت کا حلال
 یعنی سرداروں کے پہلو میں نظر آئے بلالؓ

مسجد

راحتِ قلبِ رسولِ دوسرا ہے مسجد
اور تمنائے شہِ عفتہ کثا ہے مسجد
جلوہ گاہِ حسنِ سبزِ قبا ہے مسجد
حاصلِ معرکہ کربِ بلا ہے مسجد
خاک کو منزلتِ تاجِ ملا کرتی ہے
آدمی کو یہیں معراجِ ملا کرتی ہے

دین ہے گوہرِ نایاب یہ ہے اس کا صدف
خاک اس گھر کی دوا بہرِ شہنشاہِ نجف
دل خود دار کی تعمیرِ حسیں اس کا ہدف
یہ وہ در ہے کہ جہاں مانگنا ہے دجہِ شرف

لبِ معصوم بھی مصروفِ مناجات لے
انبیاء بھی یہاں پھیلائے ہو کاتھ لے

تربیت گاہِ مزاجِ بشری ہے یہ جبکہ
دہر میں مرکزِ صاحبِ نظری ہے یہ جبکہ

فتحِ مکہ میں جہالت کے صنم توڑے گئے
پتھروں کے بُتِ روایت کے صنم توڑے گئے

آچکا ہے اب وہاں پر کارواںِ انفتلاب
انبیاء نے مدتوں دیکھا تھا جس منزل کا خواب

ہو گیا اعلان جب مولا علیؑ کے نام کا
چہرہ روشن ہو گیا مستقبلِ اسلام کا

مصطفیٰ کو تا ابد محمودِ حق نے کر دیا
حد پہ جب آئے تو لا محدود حق نے کر دیا

ذمہ دارِ دینِ حق بڑھ کر ولایت ہو گئی
دوسرے لفظوں میں توسیعِ نبوت ہو گئی

□□

صلح حسن

صلح خوشبوئے محبت ہے گلستاں کے لئے
روح تہیبِ مذہب اس عالمِ انکاں کے لئے
صلح اللہ کی رحمت ہے ہر انساں کے لئے
صلح معیارِ شجاعت ہے مسلمان کے لئے

کارِ فرار نہیں یہ بھی ہے کرار کا کام
اہل حق صلح سے لے لیتے ہیں تلوار کا کام

صلح شبنم ہی نہیں برقی شررِ بار بھی ہے
صلح خاموش بھی ہر جراتِ انکار بھی ہے
خنکی بزم بھی ہے گرمی پیکار بھی ہے
صلح ایماں کے لئے فتح کا معیار بھی ہے

جب کیس گا ہوں سے ناوکِ فگنی ہوتی ہے
پردہ صلح میں خیبر شکنی ہوتی ہے

یعنی اک مدرسہ دیدہ وری ہے یہ جگہ
ساری آلائشِ باطل سے بری ہے یہ جگہ

ظفر کرتی ہے وہ تاجِ سرِ سلطانی پر
خاک اس در کی جالگ جاتی ہر پیشانی پر
جب نمازی کوئی اس خاک پہ رکھتا ہے قدم
پیشوائی کے لئے بڑھتا ہے خالق کا کرم
آفریں کہتے ہیں جنت سے رسولِ اکرم
ہوتی ہے رحمتِ معبود کی بارشِ پیہم

درو دیوارِ محبت کی صدا دیتے ہیں
ہاتھ اٹھائے ہوئے مینارِ دعا دیتے ہیں

(۱۹۶۹ء - الہ آباد)

تخت اور تاج ہیں ان اہل سیاست کے لئے
بوریا کافی ہے نانا کی خلافت کے لئے

صلح ٹھوکر ہے منافق کی سیاست کے لئے
صلح اک ضرب ہے باطل کی حکومت کے لئے
صلح آئینہ ہے ہر چشم بصیرت کے لئے
صلح ہوتی ہے میت کی ضرورت کے لئے

کفر و اسلام کی پہچان نہیں ہے تجھ کو
مقرض صلح کا عرفان نہیں ہے تجھ کو
□□ (۱۹۵۸ء فیض آباد)



یہ آبروئے فکر و نظر کا سوال ہے
دکھتا ہے دل کسی کا تمہارا خیال ہے
کہتے ہو ان کا ذکر نہ ہم بر ملا کریں
کیا حُبِ اہلیت بھی چوری کا مال ہے

صلح آئینہ اخلاق و وفا ہے یارو
صلح اسلام کے چہرے کی فیما ہے یارو
صلح بھی جرات و ہمت کی ادا ہے یارو
صلح بھی کفر سے اک طرزِ وفا ہے یارو

صلح کب زورِ الہی کی طلب گار نہیں
فرق اتنا ہے کہ اس تیغ میں جھنکار نہیں

سبط اکبر تر اندازِ و غایت کا کہنا
زندہ باد اے حسنِ سبزِ قبا کی کا کہنا
زورِ بازوئے شہرِ عقدہ کشا کی کا کہنا
اس خموشی پہ ہر آوازِ فدا کی کا کہنا

زلزلے آنے لگے بزمِ جفا کو شمی میں
کر بلا بول رہی ہے تری خاموشی میں

تو نے بتلایا کہ دولت نہیں حق کا مقصود
منحصر صرف حکومت پہ نہیں دیں کا وجود
کثرتِ فوج سے ہوتی نہیں ایماں کی نمود
مال اور زر کو سمجھتے ہیں جو اپنا معبود

ہو مبارک زینت محراب و منبر آگیا
 ناخدا آیا کہ طوفانوں کو چکڑ آگیا
 نعرہ زن ہیں آیتیں قرآن کا جو ہر آگیا
 مسجدیں خوش ہیں نمازوں کا مُقدّر آگیا

حُسن کردارِ پیغمبر کا دو بالا ہو گیا
 فاطمہؓ کے گھر سے کعبہ تک اُجالا ہو گیا

(۱۹۶۱ء) □□

قطعاً

ہے پھر آج کے دن بیکس و مجبور کا دن
 آج کا دن تو حقیقت میں ہے جمہور کا دن
 کیوں نہ لہرائیں بھلا پرچمِ عباسِ جری
 یومِ آزادیِ اسلام ہے جمہور کا دن

تیسری شعبان

عید ہے توریت کی انجیل کی سُراں کی
 عید ہے مقداد کی عمار کی سلمان کی
 عید ہے ہر درد کے مائے ہوئے انسان کی
 بڑھ گئی تیرہ رجب سے تیسری شعبان کی

وہ نبیؐ کی اور یہ کلُ انبیاء کی عید ہے
 وہ نجف کی عید تھی یہ کربلا کی عید ہے

ابرِ رحمت ہیں فضائے دہر پر چھائے ہوئے
 جنّ و انساں اور ملک پھرتے ہیں اترائے ہوئے
 سورہ کوثر ادھر جب سے مل ہیں لائے ہوئے
 ہیں نبیؐ بیٹی کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے

گود میں لے کر پیامِ جادواں دینے لگے
 کان میں بچے کے پیغمبر اذّاں دینے لگے

ہے عام دعوتِ فکر و نظر سبھی کے لئے
چراغِ اشکوں کے جلتے ہیں روشنی کے لئے
ملے گی دولتِ کردار آدمی کے لئے
یہ فرش ایک ضرورتِ ہر زندگی کے لئے

رگِ حیاتِ صداقت کو خونِ مقلہ ہے
بہن کو چین تو ماں کو سکون ملتا ہے

یہیں پہ اہلِ نظر کو شعور ملتا ہے
بفتہِ طرفِ ہر اک کو ضرور ملتا ہے
ستم کشوں کو مزاجِ غیور ملتا ہے
دلوں کو عزمِ دماغوں کو نور ملتا ہے

یہیں شکوک کے دھبے سُور دھوتا ہے
یہیں وجودِ خدا کا یقین ہوتا ہے

یہاں غریب کوئی ہے نہ کوئی دولت مند
یہاں ہیں فرقِ مراتب کے سارے رستے بند
نہ پھینک مجلسِ عزم میں سیاستوں کی کند
یہ بزم ہے طبقاتی کشاکشوں سے بلند

مجلسِ حسینؑ

یہ مجلسِ عزمِ شہید اور یہ فرشِ عزا
یہ سامعینِ موت، یہ ذاکرینِ ولا
یہ آنسوؤں کی جھلا جھل یہ ماتوں کی صدا
یہ ذکرِ حق و صداقت، یہ نکرِ عشق و وفا

بہاں خلوص و نظر کے چراغ جلتے ہیں
تراشے جاتے ہیں دل اور دماغ ڈھلتے ہیں

یہیں ملا ہے سکون و ثبات کا پیغام
نماز و روزہ و حج و زکات کا پیغام
سُنا یا جاتا ہے اہلِ صفات کا پیغام
یہیں سے نشر ہوا ہے حیات کا پیغام

یہ ایک مرکزِ تعلیم لا الہ بھی ہے
یہ فرشِ غم ہی نہیں ایک درسگاہ بھی ہے

چودہ صدیاں

چودہ صدیاں بیت گئیں شبیر کا چرچا باقی ہے
 قرآن اب تک بول رہا ہے خانہ کعبہ باقی ہے
 کرب و بلا کالے کے سہارا گنبد خضرا باقی ہے
 سائے جھنڈے ٹوٹ چکے ہیں حق کا پھر پرا باقی ہے
 گونج رہا ہے نام محمد ذکر خدا کا باقی ہے
 چودہ صدیاں بیت گئیں شبیر کا چرچا باقی ہے
 ان چودہ صدیوں کے اندر چودہ سوطوں ان اٹھے
 اموی ہر کالے دوڑے ہیں عباسی سلطان اٹھے
 لات و ہبل سینوں میں چھپے تھے ہاتھوں پر قرآن اٹھے
 جن کی بنیادوں میں لہو تھا قصر وہ عالیشان اٹھے
 سب دیواریں بیٹھ گئیں مظلوم کا روضہ باقی ہے
 چودہ صدیاں بیت گئیں شبیر کا چرچا باقی ہے

نہ اہل شام نہ بدر و حنین والے ہیں
 یہ بزمِ غم ہے یہاں سب حسین والے ہیں

حسینیت تو ہے خود مرکزِ روا داری
 سکھائی جاتی ہے اس انجن میں غمِ خواری
 قدم قدم پہ ہے عشق و وفا کی لگکاری
 سفید جھوٹ ہے یہ تہمتِ دل آزاری
 کسی کو گالیاں دینا ہمارا کام نہیں
 یہ بزمِ اہلِ محبت ہے تختِ شام نہیں

□□

(۱۹۵۹ء - غنیمت گڑھ)



جس نے تجھے مارا تھا طمانچہ دیکھ وہ پنجہ باقی ہے
چودہ صدیاں بیت گئیں شبیر کا چرچا باقی ہے
طاقت پر اترتے کیوں ہیں دین الہی کے دشمن
بیٹھا ہوا ہے پردے میں تلوار لئے اک قلعہ شکن
سلسلہ عصمت کا خلاصہ، سینہ گیتی کی دھڑکن
آرزوئے زہرا و پیمبر جان حسین و روح حسنؑ

بدرواحد سے بھاگنے والو آخری حملہ باقی ہے
چودہ صدیاں بیت گئیں شبیر کا چرچا باقی ہے
لاکھ مٹاؤ مٹ نہ سکے گا آل نبی کا نام و نشان
لاوارث سمجھو نہ اسے یہ خالق اکبر کا ہے مکاں
بیت سے اہلبیت کا رشتہ کیا توڑیں گے اہل جہاں
کیا جانے کب بامِ حرم پر گونج اُٹھے آوازِ اذان

اے کعبہ کے ٹھیکیدار و کعبہ والا باقی ہے
چودہ صدیاں بیت گئیں شبیر کا چرچا باقی ہے

(سلسلہ - لکھنؤ)

□□

تیغ و تبر نے رستہ روکا فوجوں کی یلغار ہوئی
لعل و گہر نے دام لگائے سکوں کی جھنکار ہوئی
لمبی قباؤں والے اُٹھے فتوؤں کی بھرمار ہوئی
دیدہ عبت تر تو ہی بتا یہ جیت ہوئی یا ہار ہوئی

سجدے میں سر کاٹ لیا تھا لیکن سجدہ باقی ہے
چودہ صدیاں بیت گئیں شبیر کا چرچا باقی ہے

کیا جانے کن کن قوموں نے ڈیرے ڈالے دریا پر
آئے آکر لوٹ گئے سب گورے کالے دریا پر
اب بھی ملیں گے ٹوٹے ہوئے کچھ خنجر ہالے دریا پر
قبضہ کرنے آئے تھے سب طاقت والے دریا پر

سب کا قبضہ ختم ہوا عباسؑ کا قبضہ باقی ہے
چودہ صدیاں بیت گئیں شبیر کا چرچا باقی ہے

پیا سوں کے انکار کا پتھر مقتل میں تھا کتنا بڑا
لاکھوں فتنے اُٹھے لیکن پھر سہرے بیت اُٹھ نہ سکا
اب بھی کسی کے دل میں تمنا بیعت کی اُٹھتی ہے ذرا
کہتا ہے عباسؑ کا پرچم فکرِ یزیدی ہوش میں آ

گرانی رسن و طوق آزمائے ہوئے
جو دردِ دل تھا اسی کو دوا بنائے ہوئے
سوئے دمشق چلی حق کی روشنی لے کر
جو مر چکے تھے خود ان کی بھی زندگی لے کر

قدم قدم پہ مقاصد کی عظمتوں کا خیال
نفسِ نفس میں بھتیجے کی زندگی کا سوال
ردا چھنی تو بڑھا اور عصمتوں کا حبلال
کھلے جو بال تو نکھڑا حسیت کا جمال
نقیبِ فتح شہِ مشرقین بن کے اُٹھی
نہ تھے حسین تو زینبِ حسین بن کے اُٹھی

دلوں پہ ثانی زہرا یہ تیرا احساں ہے
عطا کیا ہے وہ آنسو جو روحِ ایماں ہے
دیا وہ درد جو ہر دردِ دل کا درماں ہے
ملا وہ زخم جو انسانیت کا عنوان ہے

یہ کس زباں سے کہوں میر دل کی دولت ہے
غمِ حسینِ تری دی ہوئی امانت ہے
(۱۹۶۰ء - اعظم گڑھ)

ثانی زہرا

سلام عصمتِ زہرا کی ورثہ دارِ سلام
سلام جراتِ حیدر کی یادگارِ سلام
سلام مملکتِ غم کی تاجدارِ سلام
سلام سبطِ نبی کی شریکِ کارِ سلام

وقارِ مریم و حوا سلام ہو تجھ پر
سلام ثانی زہرا سلام ہو تجھ پر

گواہ ہے تری جرات پہ کربلا کی زمیں
امامِ وقت کو کی تو نے صبر کی تلقین
لٹا کے اپنی کمائی بچا کے دولتِ دین
بجھا کے شمعِ تننا جلا کے شمعِ یقین

سکون و صبر کی اک کائنات لیکے چلی
اجل کی گود سے نکلی حیات لیکے چلی

جگر پہ اکبر و اصغر کے داغ اٹھائے ہوئے
ضعیف جسم پہ دُروں کے زخم کھائے ہوئے

کرتے ہیں اہل نظر صاحبِ کردار کی مدح
ایک بدکار ہی لکھ سکتا ہے بدکار کی مدح
کلہ گو اور جفاکیش و ستم گار کی مدح
شرم سے دُوب مرو کرتے ہو میخوار کی مدح

اس سے بہتر ہے کہ ترکِ رہِ اسلام کرو
لیکن اس دین کی عزت کو نہ بدنام کرو

دیتے ہو دشمنی آل کو تحقیق کا نام
سستی شہرت کے لئے سبطِ نبی پر الزام
جاشیں رحمت کو نین کا تھا حاکمِ شام
کل یہ کہہ دینا کہ فرعون بھی تھا حق کا امام

بُو لہب ایک پیمبر تھا یہ مشرما دینا
اس سے فرصت ہو تو قرآن کو بھی جھٹلا دینا

جانے کرتے ہو کس اُقیدہ ظالم کی ثنا
کون اس جھوٹ کا انعام تمہیں دے گا بھلا
کس سے مانگو گے بھلا رحمتِ بے دیں کا صلہ
اتنے مُردہ بھی نہیں قوم کے جذباتِ حیا

حامیانِ بیزید سے

یہ نظم بَدَنَامِ زَمَانِہ کِتَاب "مَخْلَافَتِ مُعَاوِیَہ وَ یَزِید"
پڑھنے کے بعد لکھی گئی

منقبتِ فاسق و فاجر کی سنانے والو
چغلیاں اپنے ہی کردار کی کھانے والو
شمعِ تصنیفِ غلاطت میں جلانے والو
پیرہنِ لفظوں کا ننگے کو پہنانے والو
شب کو دن کہنے سے ملتی نہیں تنویر کبھی
پاک ہوتا نہیں نہلانے سے خنزیر کبھی

کفر کی مدح کو ایماں کا سبب کہتے ہو
یعنی شیطان کو بھی نابِ لب کہتے ہو
بات کہنے کی جو ہوتی ہے وہ کب کہتے ہو
اپنے ناپاک خبیالوں کو ادب کہتے ہو

اہلِ فن اور کریں اہلِ ستم کی عزت
خاک میں تم نے ملا دی ہر قلم کی عزت

شام و کوفہ میں جو جھلکی تھی وہ دولت بھی نہیں
اب تو دنیا میں کہیں "لئے" کی حکومت بھی نہیں

ظلم اور جور کی ٹوٹی ہوئی طاقت ہے یزید
اہل بیداد کی سوئی ہوئی قسمت ہے یزید
سہ چکے جس کو مسلمان وہ ذلت ہے یزید
دھوچکا جس کو زمانہ وہ غلاطت ہے یزید

آج اس نام سے تہذیب بشر خالی ہے
اب تو یہ لفظ بھی انساں کیلئے گالی ہے

اب تو ہر قوم میں ملتے ہیں عزادارِ حسینؑ
اب تو ہر ملک میں آباد ہے سرکارِ حسینؑ
ساری دنیا نظر آتی ہے طلبِ کارِ حسینؑ
جرم ہے آج کی تہذیب میں انکارِ حسینؑ

سبطِ پیغمبرِ اسلام جو بیعت کرتے
آج تم جیسے بھی دعوائے خلافت کرتے

(۱۹۵۸ء۔ اعظم گڑھ) □□

کربلا

کربلا مدرسہ سیرت و کردار ہے تو
کربلا روشنی عالم افکار ہے تو
کربلا مرکز قربانی و ایثار ہے تو
کربلا درس گہ جذبہ بیدار ہے تو

تیری محفل سے گزر کر جو ہوا آتی ہے
دل زہرا کے دھڑکنے کی صدا آتی ہے

آسمان انگٹا ہے بھیک میں رفعت تجھ سے
ملتتی ہے بیکس و مجبور کو قوت تجھ سے
ڈرتے ہیں آج بھی اربابِ حکومت تجھ سے
کرہ خاک کی ہر چرخ پہ عزت تجھ سے

تو نہ ہوتی تو زمیں اپنی ہوا ہو جاتی
کسی تیارے سے ٹکرا کے فنا ہو جاتی

میٹ گئے اہل ستم بغض و عداوت کر کے
کوئی باقی نہ بچا تجھ سے بغاوت کر کے
نہ غم سے قوم پہ پھر آج ستم گاروں کا
شور ہے خنجر و شمشیر کی جھنکاروں کا
خون سستا ہے بہت تیرے وفاداروں کا
ہاتھ پھر کاٹ دے بیعت کے طلنگاروں کا

رہ کے خاموش نہ اب دادِ شکیبائی لے
وقت کرتا ہے تقاضا کہ پھر انگڑائی لے
دے دُعا ہم کو کہ پھر عزم و وفا جاگ اُٹھے
دل میں پھر حوصلہ صدق و صفا جاگ اُٹھے
صدقہ عباسِ دلاور کا وفا جاگ اُٹھے
پیدا ہو ذوقِ عملِ خوفِ خدا جاگ اُٹھے

اپنا کردار چمکنے لگے گوہر کی طرح
جَوْن کے لُغ کی طرح حُر کے مقدّر کی طرح
کاش پھر اپنی زباں میں وہ اثر پیدا ہو
حکم شعلوں کو جو دے دیں گُلِ تر پیدا ہو

کون دُنیا میں لگا سکتا ہے قیمتِ تیری
دلِ مومن کو جگاتی ہے حرارتِ تیری
اب بھی ہے لشکرِ کفار میں ہیبتِ تیری
کرتا ہے خانہ کعبہ بھی زیارتِ تیری
تیری وسعت ہے کہاں تک میں بتلاتی ہیں
سجدہ گاہیں تیری ہر گھر میں نظر آتی ہیں

کون سا گوہر بیکتا ترے دامن میں نہیں
صبر و ایثار و محبت ہو کہ ایمان و یقین
مخزنِ عسبِ شجاعت ہے تیری پاکِ زمیں
ہیں تیری خاک کے ذرے صفتِ مہربان
چودہ صدیوں سے بھکاری ہو زمانہ تیرا
پھر بھی خالی نہیں ہوتا ہو خزانہ تیرا

دین و ایمان کے کھلاتی ہے چمنِ تیری ہوا
تیرے پانی میں وفا ہے تیری مٹی میں شفا
تجھ سے ملتا ہے زمانے کو شعورِ سجدہ
ہیں تیری خاک کے دانے پے نسیجِ خدا

حسین کا پیغام

اپنے عزا داروں کے نام

میرا پیغام زمانے کو سنانے والو
میرے زخموں کو کلیجے سے لگانے والو
میرے ماتم سے زمانے کو جگانے والو
کر بلا کیا ہے یہ دُنیا کو بتانے والو
دل مضطر کے دھڑکنے کی صدا بھی سُن لو
آج اس چاہنے والے کا گلا بھی سُن لو
یاد تو ہوگا تمہیں کرب و بلا کا وہ مقام
جس کے مناٹے میں گم ہمہ لشکرِ شام
میں نے زینبؑ کو دیا تھا دمِ رخصت یہ پیام
لوٹ کر جانا تو کہنا مرے شیعوں کو سلام
درسِ ایثار و محبت کا دیا تھا میں نے
زیرِ خنجر بھی تمہیں یاد کیا تھا میں نے

جو اتر جائے دلوں میں وہ نظر پیدا ہو
اپنے سینوں میں بھی پیاسوں کا جگر پیدا ہو

اٹھیں پھر ابنِ مظاہر کی جوانی بن کر
آئیں میدان میں بُریر ہمدانی بن کر
حاملِ عظمتِ کردار بنادے ہم کو
غیمِ مولا کا سزا دار بنادے ہم کو
پیرِ وعترتِ اطہار بنادے ہم کو
اپنی فردوس کا حقدار بنادے ہم کو
کس زباں سے کریں دعویٰ کہ عزا دار ہیں ہم
سرد ہے ذوقِ عمل تیرے گنہ گار ہیں ہم

(۱۹۸۹ء لکھنؤ) □□

قطع

بغضِ وعترت ہے جن کے سینے میں
کیا ملے گا اُنھیں مدینے میں
انبیاء اور آل کے ہمسر
فرق ہے خون اور پسینے میں

جس سے سیراب نہ ہو روح وہ پیمانہ کیا
دور مسجد سے جو کرفے وہ عسکر خانہ کیا
فرش مجلس پہ یہ آپس میں عداوت کیوں ہو
مراغم جس میں ہے اس دل میں کدورت کیوں ہو
بھائی بھائی سے ہے نالاں بہ حاکم کیوں ہو
مرے ماتم میں یہ اغیار کی سیرت کیوں ہو
ہوا حملہ کوئی مقصد پہ تو رد کر نہ سکے
میرا ماتم تو کیا میری مدد کر نہ سکے
بے سبب اہل محبت پہ نہ تنقید کرو
ہر غلط بات، غلط فکر کی تردید کرو
میرے اصحاب کے کردار کی تجدید کرو
اپنے کردار سے اٹھ کر مری تا سید کرو
ورنہ اشکوں کی یہ دولت مجھے واپس کر دو
میرا غم میری محبت مجھے واپس کر دو
(۱۹۸۷ء - عظیم گڑھ) □□

اپنی عظمت کا کچھ احساس تمہیں ہو کہ نہیں
دل کو گرائے جو وہ پیاس تمہیں ہو کہ نہیں
احترام رہ عباس تمہیں ہو کہ نہیں
میرے مقصد کا بھی کچھ پاس تمہیں ہو کہ نہیں
جا کے مسجد میں پیام دل جاں بھی دیتے
نوحہ خواں میرے بنے تھے تو اذان بھی دیتے
جس چمن کے لئے برسا علی اکبر کا لہو
جس پہ ٹپکا ہے گلوئے علی اصغر کا لہو
بہہ گیا جس کے لئے میرے بھرے گھر کا لہو
کام جس دین پہ آیا ہے بہشت کا لہو
تم اسی دین کی عظمت کا سبق بھول گئے
میری مجلس تو پڑھی اور مراحتی بھول گئے
دل کو تڑپانہ سکے جو وہ محبت کیسی
جس سے شعلے نہ ہوں پیدا وہ حرارت کیسی
میرے مقصد کی نہیں فکر تو اُلفت کیسی
سرد ہے جوشِ عمل گر تو اطاعت کیسی

ہر ایک دل میں ہے حسرت جہاں پہنچنے کی
 نہ ہے نصیب وہ جنت تمہیں نصیب ہوئی
 تھے جتنے داغ گناہوں کے صا کر آئے
 مزارِ سبطِ نبی کا طواف کر آئے

جوارِ سبطِ پیغمبر میں شب کو پچھلے پہر
 دل بتول کی دھڑکن سنائی دی ہوگی
 تصورات کی آنکھوں کو دوپہر میں ضرور
 لبِ فائزہ سکیٹہ دکھائی دی ہوگی
 فضا میں خنکی اشکِ رِوٹ تھی کہ نہیں
 ہوا میں گرمی آہِ بتول تھی کہ نہیں

خود لائے ہو یہ سجدہ گاہ اور تسبیح
 مگر شعورِ عبادت بھی لائے یا کہ نہیں؟
 دیا کھجور کا تحفہ تو شکریہ لیکن
 ثبات و شکر کی قوت بھی لائے یا کہ نہیں
 کہ اک کرن بھی پئے صبح و شام لانے کے
 کفن تو لائے حیاتِ دوام لانے کے

(۱۹۶۱ء - عظم گڑھ)

زارینِ کربلا کی خدمت میں

رہِ خلوص و وفا کا سفر مبارک ہو
 مقامِ نور و دیارِ محراب مبارک ہو
 خود اپنی آنکھوں سے دیکھا حسین کا روضہ
 تمہیں بلندیِ ذوقِ نظر مبارک ہو
 جہاں خزاں نہیں آتی ہر اُس چمن میں گئے
 زہے نصیب شہیدوں کی انجمن میں گئے

مری نگاہ میں ہو لائقِ زیارت تم
 شریکِ محفلِ عرفان رہ کے آئے ہو
 قریب آؤ تمہارے قدم کو بوسہ دوں
 مرے حسین کے مہمان رہ کے آئے ہو
 نظر میں لائقِ صداقتِ مرام ہو تم لوگ
 کہ زارینِ شہِ تشنہ کام ہو تم لوگ

شہِ ہذا کی زیارت تمہیں نصیب ہوئی
 سعادتوں کی سعادت تمہیں نصیب ہوئی

تم جو رک جاؤ تو یہ گردشِ دوراں رک جائے
 حادثے خم کریں سرِ وقت کا طوفاں رک جائے
 کرہ خاک ہے کیا نیستِ ناباں رک جائے
 تم ٹھہر جاؤ تو ہر نہرِ مسلمان رک جائے

پرچمِ حضرت عباسؓ جری ہاتھ میں ہے
 تم اکیلے نہیں زہرا کی دعا ساتھ میں ہے

وہ جیالے ہو جو ڈلتے نہیں طوفانوں سے
 ہاتھ تم نے نہ ملائے کبھی شیطانوں سے
 صلح کرتے نہیں کج فکرمندانوں سے
 تم علمِ پھینک کے بھاگے نہیں میدانوں سے

جو نہیں رکتی وہ تلوار ملی ہے تم کو
 اُلفتِ حبیبِ کریم ملی ہے تم کو
 تیغِ عرفاں بھی ہے توجید کی شمشیر کے ساتھ
 یا علیؑ کہتے ہو تم نعرہٗ تکبیر کے ساتھ
 پرورشِ پایؑ ہے تم نے عنمِ شبیر کے ساتھ
 ظلمتیں رہ نہیں سکتیں کبھی تنویر کے ساتھ

ماتمی دستوں سے

پرچمِ حضرت عباسؓ اٹھانے والو
 غمِ شبیر کو سینے سے لگانے والو
 مرجا یا دشہیدوں کی منانے والو
 وقت کو درد کا پیغامُ سنانے والو
 تم عزادار ہو دنیا کو ہلا سکتے ہو
 تخت اور تاج کو ٹھوکر سے اڑا سکتے ہو

تم کو چھانٹا ہے شیت اسی غم کے لئے
 منتخب حق نے کیا نوحہٗ مام کے لئے
 تم ہواک پیکرِ ایثارِ دو عالم کے لئے
 سال بھر رہتے ہو بے چین محرم کے لئے

جن و انساں کی عقیدت کے سزاوار ہو تم
 مختصر یہ ہے کہ مولا کے عزادار ہو تم

بھائی بھائی سے ہر ناخوش یہ حماقت کیسی
ما تم شاہ میں اغیار کی سیرت کیسی
عشق و الفت کی جگہ بغض کا معیار نہیں
ما تم شہ ہے، تما شہ سرباز نہیں

ذکرِ شبیر میں یہ ظلم و جفا کیا مطلب
انجمن انجمنوں سے ہیں خفا کیا مطلب
بھائی خود کاٹ دے بھائی کا گلا کیا مطلب
اہل ایمان کے سینوں میں دغا کیا مطلب

یہ تو اعلانِ وفاؤں کا ہر سازش تو نہیں
ذکرِ شبیر عبادت ہے نہ شش تو نہیں

اختلافات کی دیوار گرا دو یا رو
ہم علامہ شہر بیکس ہیں بتا دو یا رو
متحد ہو کے زمانے کو ہلا دو یا رو
داغ دامن پہ جو آیا ہے مٹا دو یا رو

خود ہی ٹکراؤ نہ طوفان کے مھاؤں کی طرح
ایک ہو جاؤ الگ رہ کے ستاروں کی طرح

نام آجاتا ہے جس وقت عزاداروں کا
دم نکل جاتا ہے بیعت کے طلب گاروں کا

ظلم کے لشکرِ حبرار سے ٹکرائے ہو
کفر و الحاد کی دیوار سے ٹکرائے ہو
روند کرتیروں کو تلوار سے ٹکرائے ہو
تم کہ ہر ظالم و بدکار سے ٹکرائے ہو

یا علیؑ کہہ کے دم اشک فشانی تم نے
کر دیا ظلم کے شعلوں کو بھی پانی تم نے

آج کیوں عشق و محبت کی آدایا نہیں
کیا تمہیں معرکہ کرب و بلا یاد نہیں
ہے جو اپنوں سے عداوت کہ وفا یاد نہیں
اختلافات کے چکر میں خدا یاد نہیں

غیر تو غیر ہیں اپنوں سے بگڑ جاتا ہے
اب عزادار، عزادار سے لڑ جاتا ہے

ذکرِ مولا میں یہ آپس کی عداوت کیسی
غمِ شبیر ہے سینے میں کدورت کیسی

علمدارِ کربلا

عباسؑ دستِ بازوئے سُلطانِ کربلا
روشن ہے جس سے شمعِ شبستانِ کربلا
جس کے لہو سے سُرخ ہے دامنِ کربلا
جس کی وفات ہے آج بھی عنوانِ کربلا

حُسنِ عمل سے جس نے سنوارا حیات کو
ٹھکرا دیا تھا پیاس میں جس نے فرات کو

جو پاسِ بانِ شمعِ صداقت ہو آج بھی
جو دامنِ حیات کی دولت ہو آج بھی
جس کا خیال رُوحِ عبادت ہو آج بھی
حاصلِ وفا کو جس کی حمایت ہو آج بھی

مٹھی میں جس کی آج دلِ کائنات ہے
اب جس کے بازوؤں کی کمائی فرات ہے

جس نے سکھایا دہر کو ایشیا کا چپلن
جس کے لہو سے پھول کھلے ہیں چمنِ چمن

یاد رکھو کہ علمِ حق کا اٹھانا ہے تمہیں
ابھی سوئی ہوئی دُنیائے کو جگانا ہے تمہیں
دوسروں کو بھی رہِ راست پہ لانا ہے تمہیں
مثلِ خر غیر کو سینے سے لگانا ہے تمہیں

اشتراکِ اپنی ہی بدنامی کا شائع نہ کرو
قوتِ ماتمِ شبیر کو ضائع نہ کرو
(۱۹۸۸ء - عظم گڑھ)

□□

قطعہ

عجیب طرزِ عمل ہے زمانے والوں کا
نہیں سکوں کسی صورت بھی ہونے دیتے ہیں
وہ ان کے واسطے بدعتِ تو یہ دلا زاری
نہ ہنسنے دیتے ہیں ظالم نہ رونے دیتے ہیں



یابنِ بحسن

اے جانشینِ مصطفیٰ اے وارثِ خیبرِ شکر
اے آرزوئے فاطمہ! نورِ نگاہِ پنجستن
باقی ہے تیری ذات سے دینِ الہی کا چسپن

مرکزِ نشینِ انجمنِ یابنِ بحسن یابنِ بحسن

آہٹ تری ہر موڑ پر جلوہ ہے تیرا کو بہ کو
ارض و سما، جن و بشر، پیاسے ہیں سب ساقی ہے تو
تجھ سے ستاروں میں ضیا تجھ سے فلک کی آبرو

تجھ سے زمیں کا بانگین یابنِ بحسن یابنِ بحسن

ہر عہد کا حاصل ہے تو قبضہ ترا دن رات پر
تایخ تیرے سامنے، نظریں تری حالات پر

جس کی وفا ہے ملتِ بیضا کا بانگین
ہر دل میں جس کا پاک تصور ہو ضوِ لکین

اب تک جہاں میں جس کا علم سر بلند ہے
اسلام جس کے خون کا احسان مند ہے

عباسؑ فخرِ نوحِ بشرِ جانِ مشرقین
اُمّ البنین کا لال تو حیدر کا نورِ عین
زمینت کے دل کی آس سیکنے کے دل کا چین
صورت میں بو تراب تو کردار میں حسینؑ

ایثار کا امام وفا کا رسول ہے
خوشبو بتا رہی ہے کہ عصمت کا پھول ہے

شبیرِ فخر کرتے تھے جس کی حیات پر
ہے ثبوت جس کی پیاس دلِ کائنات پر
آبِ رواں گواہ ہے جس کے ثبات پر
قبضہ ہے جس کا آج بھی نہرِ فرات پر

مظلوم و دل نگار ہیں جس کی نگاہ میں
ہر دل کی پیاس بجھتی ہے جس بارگاہ میں
(۱۹۵۵ء - اعظم گڑھ)

ڈرے نہ ارباب ہوں ناموس ملت بیچ دیں
دے دیں مدینے کی زمیں مکہ کی عظمت بیچ دیں
بیت المقدس دے چکے کعبے کی حرمت بیچ دیں
شاہر بہت ہیں اہل فن یا بن الحسن یا بن الحسن

کعبے رکھوالے ہیں یہ، ہئے ذات ان کی محترم
قرآن ہاتھوں پر کھلا اور آستینوں میں صنم
خوں چوس لیں گے قوم کا جس دن یہ ارباب ستم
نوجہیں گے ملت کا کفن یا بن الحسن یا بن الحسن

یورپ ہویا ہوا ایشیا ملک خدا کوئی نہیں
وہ ہیں عرب وہ ہیں عجم، سب ہیں تعصب کے ایس
قوموں نے ل کر بانٹ لی اللہ کی ساری زمیں
دین خدا ہے بے وطن یا بن الحسن یا بن الحسن

کعبے کا استحصال بھی، کعبے کے خدمت گار بھی
تقسیم کرتے ہیں دوا لیکن ہیں خود بیمار بھی

بیعت کریں گے ایک دن سب آکے تیرے ہاتھ پر
اے عہد نو کے بُت شکن یا بن الحسن یا بن الحسن

سرِ بر لوائے حمد ہے کا ندھ ہے پندہر کی ردّا
اور لب پہ ہے شہر کے انکار بیعت کی صدا
ہے جسم اقدس پر ترے شیر الہی کی قبا
محبوب حق کا پیر ہن یا بن الحسن یا بن الحسن

تو ہے تو باقی ہے جہاں، تجھ سے زمین آسمان
قرآن تیرا ترجمان، آیات تیری مدح خواں
مصرف تیرے ذکر میں حال اور ماضی کی زباں
واہے حدیثوں کا دہن یا بن الحسن یا بن الحسن

مانا کہ ہے پھیلی ہوئی بزم جہاں میں ابتری
بن جائے گی حرف غلط ہر مرجی و غنتری
ارباب باطل کیلے ہے ذوالفقار حیدری
تیری حبیب کی ہر شکن یا بن الحسن یا بن الحسن

سمجھے تھے ہم ساحل جسے طوفاں کا دھارا بن گیا
جب بھی اٹھا قصرِ ستم، خوں اپنا گارا بن گیا
روضہ ترے اجداد کا، مقتل ہمارا بن گیا
فریاد اے خیر شکن، یا بن احسن یا بن احسن

پھلکا غدیرِ خم میں جو پھر وہ سبوبر سے گاکب
بہتا ہے صرف اپنا لہو، خونِ عدو بر سے گاکب
اے ذوالفقارِ حیدری! تجھ سے لہو بے گاکب
ہے کربلا نشہ دہن، یا بن احسن، یا بن احسن

قبرِ نبیؐ تاریک ہے اور ضوفاں ظالم کا گھسہ
جاننا نہیں اب تو دیا بنتِ نبیؐ کی قبر پر
زہرا کی تربت سے صدا آتی ہے یہ شام و سحر
این احسین این احسن یا بن احسن یا بن احسن

□□



فریاد کس سے کیجئے ہیں جببہ و دستار بھی
عقل و خرد کے راہزن یا بن احسن یا بن احسن

صدیوں سے جو گمراہ ہیں رستہ بتاتے ہیں ہمیں
علم و عمل سے بے خبر مذہب سکھاتے ہیں ہمیں
عقل و خرد کے نام پر کرتب دکھاتے ہیں ہمیں
بازی گرانِ علم و فن یا بن احسن یا بن احسن

ہر سانس دیتی ہے صدا جانِ جہاں کب آوگے
اٹھتا نہیں اب درد کا بارِ گراں کب آوگے
اے رحمتِ معبود کے ابر رواں کب آوگے
مُر جھار ہا ہے ہر چین یا بن احسن یا بن احسن

اس عہدِ حاضر کی دوا تیرے سوا کوئی نہیں
اسلام دیتا ہے صدا تیرے سوا کوئی نہیں
اب تو دلوں کا آسرا تیرے سوا کوئی نہیں
ہر لب پہ ہے بس یہ سخن یا بن احسن یا بن احسن

گوئجے گی مے رجا الحق جب سورج چاند تاروں سے
کچھ کرہ سکیں گے اہل ستم تب مصنوعی سیاروں سے
ٹکرائیں گے خود ہی آپس میں جب طیار طیاروں سے
دم بھر میں نکل جائیگی ہوا طاقت کے سبھی غباروں سے

جب زور الہی کا وارث اپنی طاقت دکھلائے گا
سب ٹھٹھ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

ٹوٹے گا طلسم لعل و گہر پھوٹے گا مقدر ڈال رکھا
نیزوں کی چمک بجھ جائے گی اڑ جائے گا پانی خنجر کا
اے اہل جفا کیوں کرتے ہو چرچا یوں فوج و لشکر کا
تم مر حب و عنتر کے بیٹے، وہ لال ہے شیر داور کا

زہر کی دُعا ہے سینہ سپر کون اس سے بھلا ٹکرائے گا
سب ٹھٹھ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

مانا کہ ابھی ہیں تشنہ دہن صحرا صحرا گلشن گلشن
مانا کہ ہیں صدیوں کے پیاسے یہ لالہ و گل یہ سرو و سمن
پتی پتی ہے خشک زباں ڈالی ڈالی ہے تشنہ دہن
اس کی رحمت سے لیکن مایوس نہ ہوں ارباب چمن

آنے والا

اک روز یہ منظر بدلے گا، اک دن یہ چمن لہرائے گا
گلشن میں چلے گی ایسی ہوا یہ دور خزاں مٹ جائیگا
یہ دھرتی سونا اگلے گی، یہ چرخ گہر برسائے گا
اک دن یہ نظام ظلم و ستم خود طالم کو رولوائے گا
خنجر کا کلیجہ کا نیپے گا، تلوار کا سر چکرائے گا
سب ٹھٹھ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

کیا تیر و کماں کیا نوک سناں، کیا گزر گراں کیا تیغ دو دم
کیا ٹینک اور کیسے میزائل، کیا راکٹ کیسے ایٹم بم
سامان ہوس اسباب ستم، رگین کی زباں رشدی کا قلم
انساں کا لہو پینے والے، انسان کی صورت میں یہ صنم
کھل جائے گا ایک اک کا بھرم جب پردہ وہ سرکائیگا
سب ٹھٹھ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

کس کا ہے تسلط صحرا پر گلشن میں گل تر کس کا ہے
پانی پہ مٹلے بچنے دو تب کہنا سمندر کس کا ہے
جب اپنا سفینہ ابھڑے گا، طوفان کا سر چکرائے گا
سب ٹھٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

یورپ کی زمیں تھراتی ہر رشدی کی حفاظت کیا ہوگی
فتوے سے تو دنیا ہلنے لگی، تلوار کی طاقت کیا ہوگی
نائب کی جب اتنی ہیبت ہر آقا کی جلالت کیا ہوگی
بندے کی زباں میں ہر یہ اثر مولا کی حکومت کیا ہوگی
جو زور خدا کا وارث ہے کون اس سے آنکھ ملائے گا
سب ٹھٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

جاگے گی غریبوں کی قسمت، دن چلے گا رنجوروں کا
کبتک یوہی استحصال کریں گے ظلم و ستم مغدروں کا
کبتک یہ سیاست کی جو نکلیں چوسیں گی کمزوروں کا
ٹپکا ہے زمیں پر جتنا ہو مظلوموں کا مجوروں کا
ابھڑے گا شفق بن کر وہ لہو اور انگارے برسائے گا
سب ٹھٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

وہ بادل اٹھنے والا ہے جو سب کی پیاس بجھائے گا
سب ٹھٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

اے وادی نجد کے راہزنو! کیوں ہم کو آنکھ دکھاتے ہو
جو بھیک میں مانگ کے لائے ہو اس طاقت پر اتارتے ہو
مہاں کا خون بہاتے ہو ایماں کا نقش مٹاتے ہو
کھاتے ہو پیسے کا صدقہ اور امت پر غصے کرتے ہو
اک روز موتوں کی طرح تمہیں کعبہ نکالا جائے گا
سب ٹھٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

ظلمات کی کالی راتوں کا رکھو گے نام سحر کبتک
یہ نشر و اشاعت کے مرکز چھاپیں گے جھوٹی خبر کبتک
ڈالیں گے حقائق پر پردہ الفاظ کے بازیگر کبتک
یوں منہ علم پہ بیٹھیں گے انسان نہ اچھڑ کبتک
کبتک آخر بے ل کا گلا دنیا میں شور مچائے گا
سب ٹھٹھاٹ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

اک روز یہ تم سے پوچھیں گے بیدار تقدیر کس کا ہے
کس کی ہے ہوا کس کا ہر خلا نظم و اختر کس کا ہے

پلا ہے دینِ خدا ظلم کی گھٹاؤں میں
عجب چراغ تھا کھیلایا ہواؤں میں
کبھی رسولؐ کے اخلاق سے سکون ملا
کبھی بتوں کی تسبیح کی صداؤں میں
بلند کر دیا شمشیرِ حیدری نے کبھی
اٹھا کے خیبر و صفین کی فضاؤں میں
علیؑ کے بعد تیش بڑھ گئی جو باطل کی
تو آ کے دم لیا صلحِ حسنؓ کی چھاؤں میں
کبھی حسینؑ کے سجدوں نے زندگی بخشی
سکوں ملا کبھی عباسؑ کی ونداؤں میں
مگر کہیں نہ ٹھکانا ملا جو بعدِ حسینؑ
قیبر تھا کہ نکل جائے دم جفاؤں میں
یزیدیت کا تسلط تھا ہر جگہ لیکن
پناہ مل گئی سجادؑ کی دعاؤں میں

پناہ گاہ

ہے عزمِ خلیلی سینوں میں شعلوں میں پھول کھلا دینگے
ہاتھوں میں نہاں ہے زورِ علیؑ خیبر کا سماں کھلا دینگے
عباسؑ دلاؤ رکے وارث ہر اک کی پیاس بجھا دینگے
نیل و ملک و رنگ و وطن کی سب دیواریں گرا دینگے
اس وقت فضاۓ عالم میں بس ایک علم برائے گاہ
سب ٹھٹھ پڑا رہ جائے گا جب آنے والا آئے گا

□□

قَطْعہ

منشا بھی ہے معنی بھی ہے تحریر بھی ہے
آیات کی نگہری ہوئی تصویر بھی ہے
کہنا بھی ہے کافی تو علیؑ کو کہیے
قاری بھی ہے قرآن بھی ہے تفسیر بھی ہے

دستِ حُملہ میں ہے ظلم و جور کی کمان

الامان الامان یا صاحب الزمانؑ

راستے اُداس ہیں رہنما کوئی نہیں

سب رہیں درد میں اور دوا کوئی نہیں

قاتلوں کے شہر میں ہم نوا کوئی نہیں

کھل چکی ہے ہر طرف کفر و شرک کی دکان

الامان الامان یا صاحب الزمانؑ

صاحبِ دل و نظر حادثات کے اسیر

اہلِ علم و آگہی اپنی ذات کے اسیر

کون دے پیامِ صبح سب ہیں رات کے اسیر

ہر طرف بے خامشی، کون اٹھ کے دے اذان

الامان الامان یا صاحب الزمانؑ

□□



استغاثہ

الامان الامان یا صاحب الزمانؑ

زلزلے میں ہے زمین ہل رہی، آسمان

غرقِ خوں ہے زندگی، آدمی لہو لہان

صرف چند اشکِ غم، بیکسوں کے ترجان

الامان الامان یا صاحب الزمانؑ

ہسے بدن لہو لہو ہر قبا ہے تار تار

ہے دوائے دردِ دل صرف تیرا انتظار

تا بجے نیام میں چپ رہے گی ذوالفقار

اب تو کوئی بھی نہیں اہلِ حق کا پاسبان

الامان الامان یا صاحب الزمانؑ

اے بتوں کے سکوں اے رسولؐ کے پسر

اے علیؑ کے سخت دل اے حسینؑ کے جگر

لے رہی ہے کروٹیں کربلا کی دوپہر

دُروِ دُرُو کہ تہ تیغ پھر بلند ہوئی
صدائے اشتہادِ اَن لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

ہزیمتِ سبتم و جور کی علامت ہے
یہ ظلم ایک نئے دور کی علامت ہے

کٹا ہے جب بھی شہیدانِ معترف کا گلا
میٹھی ہے قیصر و افراسیاب کی تاریخ
لہو میں ڈوب چکا ہے قتلِ مورخ کا
لکھے گا وقت پھر اک انقلاب کی تاریخ

خود اپنی آگ میں اہل فساد جلتے ہیں
اجل جب آتی ہے چوٹی کے پر نکلتے ہیں

وہ نقشِ خونِ شہیداں جسے بناتا ہے
کوئی ٹاسکے اس کو یہ اختیار کہاں
لہو پیلا ہے تو اگلے کی آگ بھی اک دن
عراق کی یہ زمیں ہے اسے قرار کہاں

حیات، جذبہ بیدار کی تلاش میں ہے
یہ خاک پھر کسی مختار کی تلاش میں ہے
(۱۹۸۱ء - آباد)

سرزمینِ عراق

نظامِ دار و رسن کو خبر نہیں شاید
شعورِ میثمِ تمار مر نہیں سکتا
چھری کی دھار سے کشتی نہیں چراغ کی نو
بدن کی موت سے کردار مر نہیں سکتا

کفن پہن کے جو میدان میں نکلتا ہے
ہوا کی زد پہ اسی کا چراغ جلتا ہے

قلم کی آغ سے بچنا تو پھر بھی آساں ہے
لہو کی آغ سے دامن بچا نہیں سکتے
خدا کی راہ میں پڑکا ہوا شہید کا خون
اک ایسی آگ ہے جس کو بجھا نہیں سکتے

نظر میں صورتِ ابنِ زیاد ہے کہ نہیں
بزیں و شمر کا اخبام یاد ہے کہ نہیں

ضمیرِ امتِ اسلام جاگ اٹھا ہے
نہ کام آئیں گے اب تختِ تاج و تاجِ و فوج و سپاہ

محفلِ عیش بھی تھی دورِ مے و جام بھی تھا
ساتھ میں خالدِ جانباز کے صدام بھی تھا
دامنِ قوم پہ ہیں داغِ ضلالت یہ لوگ
کیا بنائیں گے بھلا قوم کی قسمت یہ لوگ
اپنے بگڑے ہوئے ماحول کے پروردہ ہیں
بندے ہیں تیل کے پٹرول کے پروردہ ہیں
خوفِ امریکہ سے بے حال دپریتاں ہیں یہ
سجدے رنگین کو کریں ایسے مسلمان ہیں یہ
باپ دادا کی طرح وقتِ منہ راجائے
نامِ مرحب کا جو سن لیں تو بخار آجائے
تخت چھین جائے نہ اس بات گہرا تے ہیں
نام آتا ہے خمینی کا تو ڈر جاتے ہیں

کیوں نہ صدام کی یہ لوگ حمایت کر لیں
اب بھی مل جائے یزیدان کو تو بیعت کر لیں

طائف کا نفرس

رہنا آئے تھے طائف میں مسلمانوں کے
بڑھ گئے اور بھی کچھ چاک گریبانوں کے
روز چھپتی تھی خبر وقت کے اخباروں میں
اک نیا جوش ہے اُمت کے فداکاروں میں
شور کرتے تھے بہت شور مچانے والے
آگے بیت مقدس کے بچانے والے
سربراہانِ ممالک کا ہے دمِ حسم اونچا
ہوگا اب دہر میں توحید کا پرچم اونچا
چھین کر غیروں سے پھر قبلاً اول اپنا
یہ فلسطین پر برسائیں گے بادل اپنا

دل اُمت نے جو چاہا تھا وہ حاشا نہ ہوا
ڈگڈگی بجتی رہی اور تماشا نہ ہوا

(نہ نہیں ہونے والی طائف کانفرنس کی ناکامی پر)

اے ہر اثبات و نفی کے سربراہ
 جانِ الا اللہ و رُوحِ لا الہ
 کوئی طوفاں تجھ سے پوشیدہ نہیں
 کوئی ساحل تیرا نادیدہ نہیں
 نائبِ حق وارثِ خلقِ عظیم
 اے خلیل و اے مسیح و اے کلیم
 اے دل و جانِ رسولِ ذوالمنن
 اے علی و اے حسین و اے حسن
 تجھ سے قائم ہے وقارِ زندگی
 تجھ کو حاصل اختیارِ زندگی
 پاسبانِ عزتِ قرآن ہے تو
 روشنیِ خانہٴ یزداں ہے تو
 اے چراغِ دودمانِ مُصطفیٰ
 اے بہارِ گلستانِ مُصطفیٰ

عریضہ

اے سوارِ اشہبِ لیل و نہار
 اے عنانِ گیرِ سمند روزگار
 اے دلِ امکان و رُوحِ کائنات
 اُنیکلوں میں ہے تری نبضِ حیات
 مدعائے بزمِ آب و گل ہے تو
 مزارِ کونین کا حاصل ہے تو
 تجھ سے قائم ہیں زمین و آسمان
 تو جو باقی ہے تو باقی ہے جہاں
 اے جمالِ مشرقین و مغربین
 اے جلالِ خیمبر و بدر و حنین
 اے متاعِ کائنات آدمی
 اے وقارِ زندگی و بندگی

یہ نفاق انگیزیوں ماحول میں
 سب چھپے ہیں اپنے اپنے خول میں
 نارواؤں کو روا کہتے ہیں لوگ
 آہ بندوں کو خدا کہتے ہیں لوگ
 نخس چہروں کو حسین کہنا پڑا
 گالیوں پر آفریں کہنا پڑا
 ہے اب باطل کی غازی کا نام
 علم ہے ذہنی مشابازی کا نام
 اپنی اپنی شامِ عنم کی ظلمتیں
 دے گئے احب داد ورثے میں ہمیں
 اک طرف ماضی کی یادوں کے کھنڈر
 اک طرف پُر ہول مستقبل کا ڈر
 اُن یہ تنہائی یہ شامیہ رات
 لٹ چکا ہے ساز و سامانِ حیات

اے امینِ عظمتِ خیر البشر
 اک ذرا آشوبِ عالم پر نظر
 بے مقام و بے سمنہ ہے زندگی
 فطرس بے بال و پر ہے زندگی
 آہ یہ آلام کا بارِ گراں
 الحفیظ و الغیث و الاماں
 اندروں ہے یا جہنم زار ہے
 جسم کیسا رُوح تک بیمار ہے
 خودکشی کی ہے ونا کے نام پر
 زہر کھایا ہے دوا کے نام پر
 غنچہ صدق و صفا کھلتا نہیں
 دل کی چوکھٹ پر دیا جلتا نہیں
 آدمی ہے یا ریاکاری کا نام
 زندگی ہے اک اداکاری کا نام

شہیدانِ حرم

جوارِ کعبہ میں بے گناہ حایوں کے قتلِ عام پر

وہ خون جو کہ زمینِ حرم پہ ٹپکا ہے
وہ خون عظمتِ اسلام کی ضمانت ہے
وہ خون سیرتِ دکر دار کی حرارت ہے
وہ خون اب رگِ شہر و سخن میں دوڑے گا
حیات بن کے دلِ فکر و فن میں دوڑے گا
زمین پہ گر کے کبھی رائیگاں نہیں ہوگا
عمل کی آگ بنے گا دھواں نہیں ہوگا
وہ خون جو کہ زمینِ حرم پہ ٹپکا ہے

نہ رہ سکے گا یونہی خامشی کی منزل میں
وہ خون آگ لگا دے گا قصرِ باطل میں
چراغ بن کے جلے گا رہِ صداقت میں
گلاب بن کے کھلے گا دماغِ ملت میں

بند ہر دیوار و در ہے کیا کروں
اور جواں ذوقِ سفر ہے کیا کروں
درد ہے دردِ آشنا کوئی نہیں
زخم ہیں لیکن دوا کوئی نہیں

کس قدر تاریک ہے شامِ الم
کس سے مانگیں روشنی کی بھیک ہم
نفس کی پاکیزگی بھی لٹ نہ جائے
یہ مستاعِ آخری بھی لٹ نہ جائے
اے دلِ عباس اے جانِ علیؑ
بند ہے آبِ فائزِ زندگی

العطش اے ساقی کوثر کے لال
العطش اے سبطِ پیغمبر کے لال
وارثِ مشکِ سبکِ العطش
العطش اے میرِ مولا العطش
(۱۹۶۴ء عظم گڑھ)

واپسی

ایک دانش مند نے اک روز یہ مجھ سے کہا
کیوں خمینی کے ہوتے سب اس قدر مدحت سرا
آکے پیرس سے خمینی نے ہٹا کر شاہ کو
ملت ایران کو سو سال پیچھے کر دیا
میں یہ بولا اُن سے ہنس کر، ٹھیک کہتے ہیں مگر
ہے کھٹکا آپ کو بس شوہر س کا فاصلہ

ہے نوائے امنِ عالم کا جس پیچھے ابھی
جائے گا ایران چودہ سو برس پیچھے ابھی

(۱۹۷۹ء - آباد)

□□

دلِ شعور و دماغِ وفا میں دوڑے گا
وہ خون اب رگِ صدق و صفا میں دوڑے گا
وہ خون جو کہ زمینِ حرم پہ ٹپکا ہے
دلوں میں عشقِ علی و حسین بھرتے گا
رگوں میں آتشِ بدر و حنین بھرتے گا
شعور کو پیر پرواز دے رہا ہے وہ خوں
خدا کے تہ کو آواز دے رہا ہے وہ خوں
فصلِ درہم و دینار ٹوٹ جائے گی
لہو بہا ہے تو دیوار ٹوٹ جائے گی
وہ خون جو کہ زمینِ حرم پہ ٹپکا ہے

بتا رہا ہے یہ اس دور کے یزیدوں کو
رکھو نگاہ میں کعبہ کے ان شہیدوں کو

جگہ میں گرمی دشتِ بلا بھی رکھتی ہے
یہ قوم حوصلہ کر بلا بھی رکھتی ہے

□□

تو سرکٹا کے میٹم تمنا بن گیا
ہر قطرہ تیرے خون کا تلوار بن گیا
روضہ ترا حیات کا میاں بن گیا
جنگل تھا کل جہاں وہیں دربار بن گیا

دُنیا سمجھ رہی تھی کہ تو قتل ہو گیا
طوفانِ طُلم تیرا سفینہ ڈبو گیا
چادر لہو کی اوڑھ کے مقتل میں سوا گیا
تیرا وجود اجل کے اندھیروں میں کھو گیا

کاٹی زباں تو زحیم گلو بولنے لگا
چپ ہو گیا قلم تو لہو بولنے لگا

(سلسلہ ۲۰ گزہ)



شہیدِ ثالث

اب تک سچی ہوئی ہے تیری بارگاہِ علم
ذرے ہیں آستان کے ترے مہروماہِ علم
سُرمہ برائے اہلِ نظر خاکِ آگرہ
مرتد ہے تیرا راہِ برشاہِ علم

اللہ رے کتنا سخت تھا تیرے قلم کا وار
جو حملہ جس جگہ تھا وہیں یادگار تھا
احقاقِ حق کی راہ میں بڑھتے رہے قدم
لفظیں تھیں تیری فوجِ قلم ذوالفقار تھا

فرضی روایتوں کے جگر کٹ کے رہ گئے
اربابِ جہلِ علم کے میدان سے ہٹ گئے
فتویٰ دیا کہ حق کے قلم کو قلم کرو
مقتل میں فوجِ شام کی صورتِ سمٹ گئے

قطعات کی شکل میں معصومین علیہم السلام
کی احادیث کا ترجمہ

معصوم آوازیں

خس و خاشاک سے بھی ڈرتا ہے
ظلم خود زندگی پہ کرتا ہے
نہیں پہچانتا امام کو جو
وہ جہالت کی موت مَرتا ہے

چھپ کے بادل میں جس طرح سورج
دہر کو روشنی دکھاتا ہے
یونہی میرے وجودِ غیبت سے
فیض سارا جہاں اُٹھاتا ہے

میں ہٹالوں اگر فِتنہ اپنا
اس زمیں پر دبائیں پھوٹ پڑیں
میں اگر درمیاں سے ہٹ جاؤں
آسمان سے بلائیں ٹوٹ پڑیں

وہ عمل چاہے تمہیں جس سے
آدمی سر بلند ہوتا ہے
وہ عمل موت کی علامت ہے
جو ہمیں ناپسند ہوتا ہے

وہ مرا اہل ہو کہ دوست مرا
کعبہ امن ہوں سبھی کے لئے
وجہ ردِ بلا ہے میرا وجود
میں ضمانت ہوں زندگی کے لئے

ہر گھڑی تم کو یاد رکھتا ہوں
حالتِ عظمتِ شعور ہوں میں
ایک اک بات کی نجسہ مجھے
یہ نہ سمجھو کہ تم سے دور ہوں میں

اہلِ ظلم و ستم تو ہیں موجود
کیوں ہر اس سال ہو ہم تو ہیں موجود

□□ (۱۹۸۸ء بمبئی)

اربابِ حل و عقد کو کچھ سوجھتا نہ تھا
 کندھی تھا پوری قوم کے اعصاب پر سوار
 ہمت نہ تھی کسی میں جو دیتا اسے جواب
 گھر میں چھپے تھے دین کے سائے دکاندار
 گمراہ ہوئے تھے جو انسان کم نگاہ
 قرآن دے رہا تھا دُہائی یہ بار بار
 اے وارثِ علومِ الہی مدد کرو
 اُمتِ پھر آج کرتی ہے مجھ کو ذلیل و خوار
 آئندہ اٹھا رموزِ بلاغت کا آشنا
 وہ گیارہواں کتابِ الہی کا ورثہ دار
 تشریح کی امامِ حسنِ عسکریؑ نے جب
 اعجازِ سب پہ ہو گیا قرآن کا آشکار
 کندھی ہوا جو علم کی موجوں میں غوطہ زن
 بڑھنے لگا شعور اُترنے لگا حشر

تاریخ کا ایک ورق

کندھی تھا ایک عالمِ بے دین و بد شعار
 مشران میں تضاد کا بن بیٹھا دعوے دار
 یوں علم کے غرور نے اندھا کیا اسے
 کہتا تھا اس کتاب میں ہیں نقص بے شمار
 آپس میں خود نقیض ہیں آیاتِ کبریا
 لفظوں میں ابتری ہے تو معنی میں انتشار
 تحریر اس کی قوم کے حق میں تھی تیغ تیز
 لفظیں تھیں اس کی بہرِ مسلمان چھری کی دھار
 بے بس سبھی تھے اس کے دلائل کے سامنے
 منہ تک ہے نئے دین و شریعت کی ٹھیکیدار

عیدِ تکمیلِ دین

ہزار عیدیں ہوں اس ایک عید پر قرباں
تمام ہو گئی اُمت پر نعمتِ یزداں
خوشی کا رنگ بھرا زیت کے فانے میں
خدا کا دین مکمل ہوا زمانے میں
پیامِ حق کو حیاتِ ابد عطا کر دی
خدا نے اپنی رضا کی سند عطا کر دی
ملائیت کہ اب دین کو زوال نہیں
اور اس کے بعد کوئی منزلِ کمال نہیں
سرورِ وجہِ نشانی کی تمہید اور کیا ہوگی
بتاؤ اس سے بڑی عید اور کیا ہوگی

بولا کہ اب تضادِ نظر آ رہا ہے حسن
اے حق کی بولتی ہوئی آیت ترے نشانہ
علمِ نبیؐ ملا ہے تمہیں آسمان سے
قرآن بولتا ہے تمہاری زبان سے

بُاعِی

تحریکِ عمل کچھ دمِ شیون نہ ہوئی
ما تم تو کیا دلوں میں دھڑکن نہ ہوئی
بے کار ہے اے آگٹ پہ چلنے والو
جب دل میں عمل کی آگ روشن نہ ہوئی

حبیب ابن مظاهر

اے حبیب ابن مظاهر اے ضعیف و ناتواں
لاکھ عسکرِ نوجوانی تیری پیری پر نثار
ہو نہیں سکتا کبھی بوڑھا اگر ہے حق پرست
یہ سبق دیتا ہے ہم کو تیرا دشتِ رعشہ دار
وہ خمیدہ جسم تیرا اور وہ اندازِ جہاد
مطمئن حملوں سے دشمن کی صفوں میں انتشار

نصرتِ حق میں جو راہ امتحانی آگئی
جاچکی تھی جو پلٹ کر وہ جوانی آگئی

□□

خوشی کا دن کوئی دُنیا میں جو بھلا نہیں
سوال یہ ہے کہ یہ عید کیوں مناتے نہیں
بتاؤ تم جو تمہاری سمجھ میں آتا ہے
سبب بس ایک ہماری سمجھ میں آتا ہے
اسی کے ساتھ ہی اولیٰ کا ذکر بھی ہوگا
جو عید ہوگی تو مولیٰ کا ذکر بھی ہوگا

□□

قطعہ

فخر کی منزل وقارِ آدمیت ہے غدیر
ہر نبی کے صبر و قربانی کی قیمت ہے غدیر

ارتقا اک لفظ بے مفہوم ہے اسکے بغیر
دوستو تاریخِ انساں کی ضرورت ہر غدیر

کبت تک

ستم شعاروں کو چھوٹ دیتی مثبت کردگار کبت تک
 تڑپ کے تیغ علی پکاری کرے کوئی انتظار کبت تک
 سمیٹے ہیں جبریل شہپر دہائی دیتے ہیں سارا خود سر
 کرم کرو فاطمہ کے دلبر چلاؤ گے ذوالفقار کبت تک
 ہنسی وہ زہرا کے لب پہ آئی نبی کی اُمید مسکرائی
 علیؑ نے وہ چوم لی کلانی نہ ملنا دل کو قرار کبت تک

پیام دیکھو مٹا کے رکھ دی تمام کفر و ستم کی بستی
 جسے ہو سب اختیار حاصل رہے وہ بے اختیار کبت تک

□□

بضاعتِ رسولؐ

کوئی نمونہ کر دار بھی ضروری ہے
 فقط کتاب پہ کافی نہیں مدارِ عمل
 یہی ہے وجہ کہ قرآن کے ساتھ ساتھ رسولؐ
 بنے تھے خود بھی زمانے میں شاہکارِ عمل
 جدا ہیں دین کے احکام عورتوں کے لئے
 ہو کوئی ان میں بھی تو وجہ اعتبارِ عمل
 تمام ہوتی نہ حجت پئے زنا جہاں
 نہ ہو تیں فاطمہ زہرا جو ذمہ دارِ عمل

شریکِ کارِ رسالت ہیں فاطمہؑ زہرا
 رسولِ حق کی ضرورت ہیں فاطمہؑ زہرا

□□

جوشاعر کو شعورِ عظمتِ کردار ہو جائے
زباں شمشیر بن جائے قلم تلوار ہو جائے

قصائد
منتقبت

خُلُقِ عَظِیْم

تیرا ہی نقشِ دوام کعبہ بھی و شران بھی
 تیری اطاعت کا نام دین بھی ایمان بھی
 تیرے ہی مدحت گُذارتیرے ہی سیرت نگار
 آیہ تطہیر بھی سورہٴ رحمن بھی
 آکے تیری بزم میں مہرِ مبین بن گئے
 باسرو و عمار بھی بوذر و سلمان بھی
 تیرے سینے سے ہیں لرزہ بر اندام سب
 بحر بھی منجھار بھی موج بھی طوفان بھی
 فقر تیرا دیکھ کر کہتے ہیں سب الحذر
 تاج بھی افواج بھی تخت بھی ایوان بھی

شعورِ شاعر

جو شاعر کو شعورِ عظمت کر دار ہو جائے
زباں شمشیر بن جائے قلم تلوار ہو جائے
وہ کیسی شاعری جس میں نہ ہو مدحت پیمبرؐ کی
وہ فن کیا جو متاعِ کوچہ و بازار ہو جائے
پے طبعِ رواں یارب ہو موضوعِ سخن ایسا
لکھوں کہ "بیت" اور جنت میں گھرتیا ہو جائے
پھر اس کا تذکرہ اے شاعر! اک بار ہو جائے
ملک آکر زمیں پر جس کا خدمت گار ہو جائے
کبھی گر بے نیام اخلاق کی تلوار ہو جائے
ہو جتنا اسلحہ باطل کا سب بیکار ہو جائے

اے شہ بے تخت و تاج ہیں تری پرچھائیاں
پیار بھی ایثار بھی خلق بھی احسان بھی
ہے تیری مدحت گری بہرِ پیغامِ عظمیٰ
طرز بھی اسلوب بھی فکر بھی عنوان بھی
(سنہ ۱۹۷۰ء - عظم گڑھ)

رباعی

مبسر پہ جو چنگھڑا رہے ہو بھائی
دامانِ حسد دجھاڑ رہے ہو بھائی
ہم اہلِ عزاکان کے بہرے تو نہیں
کیوں اپنا گلا پھاڑ رہے ہو بھائی

پیغامِ محمد

پارہ دل میں رُکے یارِ گِ جاں تک پہنچے
 دیکھے نشترِ بیداد کہاں تک پہنچے
 دلِ خودار کی غیبت کا تقاضا ہے یہی
 جذبہٴ عشق نہ منہ یاد و فغاں تک پہنچے
 مے وہی مے ہے جو ہر شیشہٴ دل میں ڈھل جائے
 جام وہ جام ہے جو تشنہٴ دہاں تک پہنچے
 دور تک قافلہٴ ظلمتِ شب ٹھہرا ہے
 روشنیِ شمعِ محبت کی کہاں تک پہنچے
 میری ہمت سے جو ٹکرائے تو خود ڈوب گئے
 کتنے طوفاں میری کشتیِ رواں تک پہنچے

عیادت کر کے دشمن کی دماغوں کو شفا دیدے
 مگر ہل ہل ہمیشہ کے لئے بیمار ہو جائے
 دلوں کو جیت لے رن میں دُعائیں دیکھے دشمن کو
 زمیں پر بیٹھ کر کوئین کا مختار ہو جائے
 زباں کھولے تو محفل میں لبوں سے آیتیں برسیں
 اگر چپ ہو کے بیٹھے خاموشی جھنکار ہو جائے
 لبوں کا ہر تبسم پھول بن جائے زمانے میں
 جبیں کی ہر شکن اللہ کی تلوار ہو جائے
 جلا دے وقت کے دامن میں عظمت کا چراغ ایسا
 چلیں جب اندھیاں تب اور بھی ضو بار ہو جائے
 ہوا وہ غرقِ طوفاں جس نے چھوڑا آل کا دامن
 سینے تک نہیں پہنچے تو کیسے پار ہو جائے

آہ یہ دن کہ بایں جستہ و دستار و قبا
 حضرت شیخ بھی ساتی کی دکان تک پہنچے
 نے مساجد پہ نگاہیں ہیں نہ مشر آں پہ نظر
 بُت شکن مدحت اندازِ بُتوں تک پہنچے
 راستے بند ہیں ہر سمت مسافروں پر
 ایک مجبور کی آواز کہیں تک پہنچے
 آج امت پہ عجب وقت پڑا ہے سرکار
 یہ صدا کاش رسولِ دو جہاں تک پہنچے
 سلسلے مدحِ پیغمبر کے یہاں تک پہنچے
 میرے اشعار فرشتوں کی زباں تک پہنچے
 مدحِ ممدوحِ الہی نے سکھائے ہیں مجھے
 کس میں ہمت جو اس اندازِ بیاں تک پہنچے
 ذکرِ احمد ہوئے قرآن میں تو آیت ٹھہرے
 بن گئے شاعر جو شاعر کی زباں تک پہنچے

اپنا گھر جیل گیا کچھ دیر اُجلا تو ہوا
 آشیان لے کے ہمیں برقِ تپاں تک پہنچے
 ہم وہ گلہڑیا صدقت ہیں گلستاں میں ندیم
 اور بھی رنگ پہ آئے جو خزاں تک پہنچے
 ہم کہ نکلے ہیں اگر فصلِ بہار اں بن کر
 گلستاں ہو گئے آباد جہاں تک پہنچے
 اپنی رفتار پہ تابیخ گواہی دے گی
 چاند کو روند گئے کاہکشاں تک پہنچے
 پھول بن جائیں زمانے کو معطر کر دیں
 خونِ دل میرا جو خاروں کی زباں تک پہنچے
 تب ہے زیبا اسے اس عہدِ ترقی پہ ضرور
 پہلے دنیا مرے قدموں کے نشاں تک پہنچے
 آج مجبور ہیں معذور ہیں ناکام ہیں ہم
 سلسلے اپنی تباہی کے یہاں تک پہنچے

پیش کرتا ہوں سربزم پھر اک مطلع نو
 روشنی بن کے جو صاحب نظر اں تک پہنچے
 جنّ و انساں کا تصور بھی نہ و ان تک پہنچے
 قدم صاحب معراج جہاں تک پہنچے
 دو کماں کہہ کے رکھا خود ہی خدا نے پردہ
 کون بتلائے کہ سرکار کہاں تک پہنچے
 کیا بڑی بات ہے معراج پیغمبر کے لیے
 اسی منزل سے تو آئے ہیں جہاں تک پہنچے
 درِ احصاء پہ چلو چاند پہ جانے والو!
 چاند خود آئے گا تم تک جو یہاں تک پہنچے
 آج تک سیرتِ سلمان و ابوذر ہے گواہ
 بن گئے وہ جو رسولِ دو جہاں تک پہنچے
 جلوہ گر کر چکے جب اپنے آب و جد کا حسین
 رحمتیں لیکے حلیمہ کے مکاں تک پہنچے
 اپنی غربت میں بھی بھر بھر دیے دامن ان کے
 جب یتیمانِ عرب تیرے مکاں تک پہنچے
 کھائے پھر تو محبت سے دعا دینے لگے
 زخم لگتے رہے شکوے نہ زباں تک پہنچے
 غیر آئے تو بھایا ہے عبّاس پر اپنی
 اور عیادت کے لئے دشمنِ جاں تک پہنچے
 جھک گئے ظلم کے سرِ مٹ گیا ظالم کا عسرو
 لے کے اخلاق کی تلوار جہاں تک پہنچے
 تیرا گھر جس پہ تصدّق ہو فلک کی نعمت
 سجدہ کرنے کو ستائے بھی یہاں تک پہنچے
 تیرا بھائی جو تیرے دین کا رکھوالا تھا
 جس کی عظمت کو نہ انساں کا گماں تک پہنچے
 تیری بیٹی کی سخاوت کی کہانی سُن کر
 بھیک لینے کے لئے اہلِ جنان تک پہنچے

پیش کرتا ہوں سربزم پھر اک مطلع نو
 روشنی بن کے جو صاحب نظر اں تک پہنچے
 جنّ و انساں کا تصور بھی نہ و ان تک پہنچے
 قدم صاحب معراج جہاں تک پہنچے
 دو کماں کہہ کے رکھا خود ہی خدا نے پردہ
 کون بتلائے کہ سرکار کہاں تک پہنچے
 کیا بڑی بات ہے معراج پیغمبر کے لیے
 اسی منزل سے تو آئے ہیں جہاں تک پہنچے
 درِ احصاء پہ چلو چاند پہ جانے والو!
 چاند خود آئے گا تم تک جو یہاں تک پہنچے
 آج تک سیرتِ سلمان و ابوذر ہے گواہ
 بن گئے وہ جو رسولِ دو جہاں تک پہنچے
 جلوہ گر کر چکے جب اپنے آب و جد کا حسین
 رحمتیں لیکے حلیمہ کے مکاں تک پہنچے

خُلُقِ عَظِیم

اے صَلِّ علیٰ زیرِ قدمِ پُرخِ بریں ہے
لیکن تری معراج کی حد وہ بھی نہیں ہے
اُڑتی ہے تری گردِ سمنِ بن کے مہِ دلہر
واقف تری عظمت سے فلکِ ہر نہ زمیں ہے
ہر موجِ نفس ہے پے اُمتِ دمِ عیسٰی
ہر نقشِ قدمِ کعبہ اربابِ یحییٰ ہے
دشمن ہیں ترے کیسی کشاکش میں گرفتار
منکر ہیں رسالت کے صداقت کا یقین ہے
اخلاق کی ضربوں سے فنا لشکرِ کیں ہے
فاتح ہے مگر ہاتھ میں تلوار نہیں ہے

تیرے بیٹے ہیں تیرے دین کی رونق جن سے
تیرا پیغام لیے نوکِ سناں تک پہنچے
ترا اسلام صداقتِ ہر جہاں تک پھیلے
تیرا پیغامِ محبت ہے جہاں تک پہنچے
کیا صلہ دے گا کوئی مدحِ پیمبر کا پیام
یہ بھی کم ہے کہ جو ہم باغِ جنان تک پہنچے

□□

قطعہ

خونِ برسا ہے شہیدوں کا جو طیارے سے
آگ بن جائے گا اربابِ سیاست کے لئے
دھوم سے اُٹھے گا ظالم کا جنازہ اک دن
قبرِ تیار ہے ریگن کی حکومت کے لئے

ممدوح خدا

بے صدا اب تو عسورِ قدسیت کا ساز ہے
تیری درباری فرشتوں کے لئے اعزاز ہے
عرش تک بس ذہنِ انساں کی حد پرواز ہے
کون بتلائے کہاں تک جلوہ گاہِ ناز ہے
کون بھولے گا یہ ہم آہنگی قول و عمل
تیری سیرت تیری سچائی کی خود غماز ہے
رجعتِ خورشید اور شفقِ اشم کا ذکر کیا
تیری پوری زندگی اعجاز ہی اعجاز ہے
ہر صدا نکرا کے گوشِ دہر سے مٹتی گئی
آج تک گونجی ہوئی لیکن تیری آواز ہے

اس سیرتِ اقدس کی مثال اور کہیں ہے؟
کونین کا آقا ہے مگر خاک نشیں ہے
آیات کو مفہوم ترے گھر سے ملا ہے
قرآن تری عترت سے الگ کچھ بھی نہیں ہے
جھولا ترے بچوں کا جھلاتے ہیں فرشتے
درباں ترے دربار میں جبریل امیں ہے
اسلام ہے زندہ ترے بیٹوں کے لہو سے
شاہد ترے ایشاد پہ مقتل کی زمیں ہے
باقی ترا بیعت نامِ عمل نوکِ سناں پر
زندہ تری آواز تہ تیغِ لعیں ہے
تخیل کے پر جھپٹتے ہیں اس راہِ گزر میں
ملاحی ممدوح خدا کھیل نہیں ہے

جن لوگوں نے چھوڑا ہے پیامِ آں کا دامن
ان لوگوں کی قسمت میں نہ دنیا ہر نہ دیں ہے

حق یونہی قائم رکھے تیرا آن و اہلیت کو
 یہ بھی تیرا معجزہ وہ بھی تیرا اعجاز ہے
 یہ جو باقی ہے تو اردو کو مٹا سکتا ہے کون
 ذکر تیرا خود ادب پرورد، سخن پرداز ہے
 دے گی کیا عزت تیرے دنیا ہم کو آخرے پیام
 مدحِ ممدوحِ خدا سب بڑا اعزاز ہے

□

قطرہ

دل میں اُمت کے غم کا داغ بھی ہو
 ضوِ فکینِ عسلم کا چراغ بھی ہو
 سر پہ جلتا بڑا ہے عمامہ
 کاش اتنا بڑا دماغ بھی ہو

ہے محمد ابتدا اور انتہا کونین کی
 تو ہی ہر انجہام ہے اور تو ہی ہر آواز ہے
 تربیت تیری ملی جس کو وہ تجھ سا ہو گیا
 اور تیری تعلیم سلمان و ابوذر سا ہے
 کم نہیں ہے ذوالفتاحِ حیدری سے تیرا خلق
 فرق اتنا ہے کہ یہ شمشیر بے آواز ہے
 وہ حبش کا رہنے والا ہو کہ فارس کا پسر
 جو بھی تیری بزم میں آیا وہی ممتاز ہے
 مرتضیٰ کی ضرب ہو کہ فاطمہ کا صبر ہو
 یہ بھی تیرا طرز ہے وہ بھی تیرا انداز ہے
 دے گئے ہیں تیرے بیٹے اتنی خیراتِ عمل
 دامنِ حق میں بہت کچھ اب بھی پس انداز ہے
 جس نے تیرا حق چھپایا قابلِ لعنت بنا
 تیرے حق پر سر دیا جس نے وہ سرفراز ہے

اور کیا ہوگی بھلا اب اہل دل کی بے بسی
 نام بھی ظالم کا لے لینا قیامت آج ہے
 لوگ قرآن کی خموشی کو بنائے ہیں مذاق
 پردہ تاویل میں روئے صداقت آج ہے
 کون توڑے یہ طلسم کفر و شر اس دور میں
 پھر ترے جیسے محمد کی ضرورت آج ہے
 شکوہ حالات کر لینا کبھی پھر اے پیام
 چارہ صد سالہ بعثت کی مسرت آج ہے

کچھ جو باقی استرام آدمیت آج ہے
 یہ بھی تو احسان سرکار رسالت آج ہے
 چودہ صدیوں قبل کی تعلیم ہی کا ہے اثر
 محترم ہر قوم و ملت میں جو عورت آج ہے
 اب تو ہے ہر اک مساوات بشر کا دعویٰ دار
 عام کتنا تیرا پیغامِ محبت آج ہے

آج ہے

اور بھی بدتر ترے رندوں کی حالت آج ہے
 کل شرابی تھے لہو پیئے کی عادت آج ہے
 آدمی کے غم میں رو دینا بھی بدعت آج ہے
 کس قدر مظلوم رُوحِ آدمیت آج ہے
 تیرے دیوانے ہیں تیرے شہر میں خود اِجنبی
 غیر کے قبضے میں دربارِ محبت آج ہے
 جا کے بازاروں میں مٹی کے بھی لگ جاتے ہیں ام
 ہائے اک جنسِ وفا بے قدر و قیمت آج ہے
 درد اٹھتا ہے مگر دردِ آشنا کوئی نہیں
 ہر دل بیمار محتاجِ عبادت آج ہے

تاجدارِ زندگی

موت راہِ زندگی میں انتہائے کار ہے
یہ تصور ہی غلط ذہنوں کی پیداوار ہے
زندگی صدق و صفائے شخصیت کا ہی ظہور
موت کیا ہے آدمی کی پستی کر دار ہے
دیکھ لو جا کر شہیدانِ وفا کی بزم میں
سونے والے سوئے ہیں زندگی بیدار ہے
قطرہ خونِ جگرِ سل کو بنا دیتا ہے دل
جلوہ گرِ تعمیر میں خونِ رگِ معمار ہے
لہلہاتا ہے لہو میں ڈوب کر خصلِ حیات
زندگی کو مردِ مومن کا جگر در کار ہے

تیرے بیٹے وہ محمد اپنے اپنے دور کے
خون جن کا غارہ رُوئے صداقت آج ہے
بعد تیرے گئے ہیں اتنی خیراتِ عمل
جس سے مالا مال دامنِ شریعت آج ہے
بے پرواہی میں بھی مغرور ہے کتنا پیام
مرحِ پیغمبر کی دامن میں جو دولت آج ہے

□

قطعہ

سوچا تھا لیتوں نے تفتیر بدل دیں گے
قرآن نہ بدلیں گے تفسیر بدل دیں گے
لیکن نہ سمجھے تھے کٹوا کے گلا اپنا
تاریخ کا رخ اک دن شبیر بدل دیں گے

زندگی دوشِ نبیؐ پر مسکرا دینے کا نام
 زندگی نوکِ سناں پر شوخیِ گفتار ہے
 زندگی کی معرفتِ بھی کس قدر دشوار ہے
 گاہ پھولوں کی نزاکت ہے کبھی تلوار ہے
 زندگی میں کچھ مقام ایسے بھی آتے ہیں جہاں
 راستہ کوئی نہیں ہے بس چھری کی دھار ہے
 تھام لے دامنِ محمدؐ کا تو بیڑا پار ہے
 ورنہ اس دریا میں بس بٹھکا رہی بٹھکا رہی ہے
 اے حبیبِ کبریا اے تاجدارِ زندگی
 ہے وہی زندہ جو تیرے عشق میں مرنا ہے
 وہ ابوطالب کا گھر ہے، وہ حسرت کا غار ہے
 زندگی ہی زندگی ہے تو جہاں صوبار ہے
 پیٹ پر پتھر ہیں اور کونین کا مختار ہے
 تیری سچائی پہ شاہد خود ترا کر دار ہے

زندگی جس کی ہے اس کے واسطے بچوں کا کھیل
 حلقہٴ زنجیر ہے، زہرِ اب ہے، تلوار ہے
 رنج و راحت کی کشاکش میں بھرتی ہے حیات
 اشرفُ المخلوق ہونے کا یہی معیار ہے
 ہر نفس میں چاہئے شعروادب کا رکھ رکھاؤ
 زندگی بھی ایک فن ہے آدمی فن کار ہے
 چلتی پھرتی لاش کو کیوں زندگی کا نام دوں
 زندہ رہ لینا ہے آساں زندگی دشوار ہے
 سیم و زر سے زندگی کی قدر و قیمت کو نہ تول
 اصل میں مفلس وہی ہے جس کا دل نادار ہے
 زندگی تقدیس پیوندِ رداۓ فاطمہؑ
 زندگی نانِ جوینِ حیدرِ کدراۓ ہے
 زندگی کہتے ہیں جس کو کر بلا والوں سے پوچھ
 زندگی سوکھے لبوں کی حشراتِ انکار ہے

وہ ترا بھائی وہ تیرا نفس، وہ تیرا دھی
 لافٹی ہے شیرِ حق ہے، حیدرِ کَرّار ہے
 جس کی مدحت میں وہ لذت ہے کہ محو گفتگو
 نوکِ خجّسہ پر زبانِ میثمِ تمار ہے
 اور وہ بیٹی تیری، تیری بضاعت، تیرا دل
 صبر جس کا زندگی حق کا ذمّہ دار ہے
 وہ تیرے فرزند وہ تیری رسالت کے امیں
 تیری سیرت ہے سبھی میں تیرا ہی کردار ہے
 خوں کی چھینٹوں سے جگا کر سو گئے ہیں اس طرح
 آج تک قسمت ترے اسلام کی بیدار ہے
 اے رسولِ دوسرا، اے رحمتِ للعالمین
 تیری ہی بخشی ہوئی یہ گرمی گُفتار ہے
 رکھ کے دامن میں محبت تیرے اہلبیت کی
 کیسے کہہ سکتا ہوں تیرا مدح خواں نادار ہے

خود ہی رُک جائیں گے پتھر پھینکنے والوں کے ہاتھ
 دستِ اقدس میں تیرے اخلاق کی تلوار ہے
 وہ تیرے اصحاب جن پر فخر کرتی ہے حیات
 جن کے کاندھے پر متاعِ زندگی کا بار ہے
 وہ مؤذن وہ جش کا رہنے والا وہ بلالؓ
 جس کے چہرے کی سیاہی مطلق انوار ہے
 وہ تیری ازواج با عظمت کہ جن کی زندگی
 ازدواجی زندگی کا طمرہ دستار ہے
 خرچ ہو کر راہِ حق میں اور بڑھتی ہی رہی
 وہ خدیجہ جن کی دولت، دولتِ بیدار ہے
 اُمّ سلمہ، جن کی رُوح پاک پر لاکھوں سلام
 سیدہ کے حق میں ماں کی طرح جن کا پیار ہے
 تیرے اہلبیت پہ حقِ متاعِ زندگی
 خود عقیقت مند جن کی عظمتِ کردار ہے

پتھر بول اٹھتا ہے

چراغِ آگہی یوں عہدِ حاضر سے جلایا ہے
 اندھیرا ہے گھروں میں اور سڑکوں پر اجالا ہے
 جو رشتہ فکرِ نو کا ساقی کوثر سے ٹوٹا ہے
 سمندر میں کھڑا ہے آدمی اور پھر بھی پیاسا ہے
 جسے دیکھو پریشاں ہے جسے دیکھو بھگتا ہے
 مدینے میں زمانہ اپنی منزل چھوڑ آیا ہے
 رہا کشکولِ خالی علم و حکمت کے محلوں میں
 نہ جانے کتنے دروازوں کو ہم نے کھٹکھٹایا ہے
 عجب دستور ہے اے دوستو! اپنے زمانے میں
 سزاقتول کو اور خوں بہا قاتل کو ملتا ہے
 ہمیں جھکنے نہیں دیتا سہارا تیری اُلفت کا
 کہ اس دُنیا میں ہر چوکھٹ کو سجدوں کی تمنا ہے

شرم آتی ہے وہ دامن کیسے پھیلاؤں کہیں
 جمع جس میں اشکِ عِشقم کی دولتِ بیدار ہے
 آرزو کوئی نہیں ہے اس دلِ معرور کی
 بس عِشقم شاہِ شہیدانِ وفادار کا ہے
 بہرِ درباری ملائک، اور پئے مدحتِ پیام
 اس کو وہ خدمت ملی ہے جس کا جو معیار ہے

□

قطعہ

شکروں پر ایک پیاسے کی چڑھائی دیکھ لے
 کفر سے اسلام کی زور آزمائی دیکھ لے
 کہتی تھی رن میں تڑپ کر حضرتِ قائم کی تیغ
 صلح دیکھی تھی حسن کی اب لڑائی دیکھ لے

طلوعِ اسلام

درد کی سوغات پانی غم کی دولت مل گئی
 اے دل بیدار تجھ کو تیری قیمت مل گئی
 چند اشکوں کے سوا کچھ بھی نہیں کشکول میں
 پھر بھی ہوں مغرور جیسے بادشاہت مل گئی
 لفظ بے معنی کو معراجِ بلاغت مل گئی
 خاک کے پیکر کو رُوحِ آدمیت مل گئی
 کس قدر اہل تھی اب تک نوعِ انساں کی حیات
 آج اس بے کار شے کو معنویت مل گئی
 بے کس و مجبور کو بخشی گئی رُوحِ غسل
 ناتوانوں کو متاعِ عزم و ہمت مل گئی

بتایا تو نے سچائی کا دعویٰ کرنے والوں کو
 اثر وہ ہے صداقت میں کہ پتھر بول اٹھتا ہے
 وہ خیر ہے وہ خندق، وہ شرب ہے وہ بطحا ہے
 جہاں بھی نقش پا چھوڑا ہر تو نے، جگمگاتا ہے
 ہزاروں کروٹیں بدلیں نظامِ فکر نے لیکن
 مؤذن آج بھی مسجد میں تیرا نام لیتا ہے
 مٹے شاہوں کے افسانے پہ تیرا ذکر ہے زندہ
 وہ تھے تاریخ میں مرقوم یہ ذہنوں میں لکھا ہے
 نظر تاریخ کی دیکھ آئی ہے مکے کی گلیوں میں
 کرم کا پھول کیسے ظلم کے شعلوں میں کھلتا ہے
 زہے وہ کافر بے دین، قبا پر جس کو بھسلا یا
 ہے نف اس کلمہ گو پر جس کو محفل سے نکالا ہے

کدھر جاتی ہے اُمت دیکھتا ہے دیدہ عبت
 ادھر تختِ خلافت ہے ادھر تیرا جنازہ ہے

رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ

پھلکی پھلکی صُبح ہے اور سُونی سُونی شام ہے
 تیرے دامن میں یہی اے گردشِ ایام ہے
 آج بھی اپنے چمن پر ظلمتِ آلام ہے
 صبح آنکھوں میں ہوئی لیکن دلوں میں شام ہے
 جذبہٴ صدق و صفا اب موردِ الزام ہے
 عظمتِ انسانیت بدنام تھی بدنام ہے
 عزمِ اخلاق و محبت اک خیالِ خام ہے
 اس کا چرچا تو ہے لیکن بس برائے نام ہے
 کنبہٴ آدم سے چھلکی پڑ رہی ہے کائنات
 آہ لیکن آدمیت اک خیالِ خام ہے

تھا عرب کو آج تک اپنی زباں دانی پر ناز
 اب تو پتھر کو بھی گویائی کی طاقت مل گئی
 کروٹیں لینے لگی صحرا میں رُوحِ گلستاں
 ریگزاروں کو نویدِ ابرِ رحمت مل گئی
 بن گئی دنیا کسی کی دین کوئی پا گیا
 اپنے اپنے مال کی ہراک کو قیمت مل گئی
 غیر نازاں ہوں کہ اس دنیا کی دولت مل گئی
 ان کو کیا پروا جنہیں تیری محبت مل گئی
 معجزے کو معجزہ آیت کو آیت مل گئی
 تجھ کو قرآن مل گیا قرآن کو عترت مل گئی
 کس قدر کم ہے مسافتِ جاہِ حق کی پیام
 بابِ اہل بیت تک آئے کہ جنت مل گئی

رحمت للعالمین ہے میرے حنائیہاں
 آچلا آ در حقیقت تو جوئے آسمان ہے
 آدمیت کی بہار اک ایک میکش ہے یہاں
 ہے گراں قیمت بہت یہ ہے مگر بے دام ہے
 آبتاؤں تجھ کو کیا شے مذہب اسلام ہے
 ایک ترقی یافتہ انسانیت کا نام ہے
 ضابطہ ہے زندگی کا اور بالفاظِ دیگر
 مسند آرائے ازل کا احسن پیغام ہے
 دولت کردار سے انسانیت ہے مالا مال
 آمنہ کے لال کا ادنیٰ سایہ اکرام ہے
 سہمی سہمی اس طرح کیوں گردشِ ایام ہے
 اے تعالٰی اللہ لبوں پر آج کس کا نام ہے
 کوئی سلمات بن گیا کوئی ابوذر بن گیا
 تیسرے در پر آنے والا نازشِ اقوام ہے

اس قدر مایوس کیوں تولے دلِ ناکام ہے
 صفحہ ہستی پر زندہ آج بھی اسلام ہے
 پینے والے ہوں تو ساقی کا وہی اکرام ہے
 میکدہ آباد ہے گردش میں اب بھی جام ہے
 بن کے آیا تھا جو دنیا میں کبھی خلقِ عظیم
 جلوہ گرِ نریم جہاں میں اب بھی اسکا نام ہے
 کون وہ انسانیت کا ذمہ دارِ آخری
 نوعِ انساں کے لئے قدرت کا جو انعام ہے
 جس کا ہر نقش قدم ہے کعبہِ علم و یقین
 ہر مقدس سانس جس کی حاصلِ ایام ہے
 تیری کمزوری کہ تو اب تک جو تشنہ کام ہے
 یہ صراحی ہے یہ ساغر ہے یہ خم یہ جام ہے
 بیکدہ ہے یاں نہیں کچھ امتیازِ نسل و رنگ
 سب پہ یکساں ساقی رحمت کا فیضِ عام ہے

عرفانِ رسالت

منزل ہے کدھر اور کدھر دیکھ رہے ہیں
ہم آپ کا اندازِ نظر دیکھ رہے ہیں
ان کو بھی ہے اب دعویٰ عرفانِ رسالت
پروردہ شبِ خوابِ حسرت دیکھ رہے ہیں
کچھ اشک کے قطرے ہیں تو کچھ داغِ محبت
کیوں لوگ مرازا دھندل دیکھ رہے ہیں
بے لاگ چلاتے ہیں وہ تیرستہ و جو
دل دیکھ رہے ہیں نہ جگر دیکھ رہے ہیں
کب حشر پر موقوف ہے دیدارِ الہی
دنیا ہی میں اربابِ نظر دیکھ رہے ہیں

یہ کس کی دُعاؤں کا اثر دیکھ رہے ہیں
اک عالمِ رحمتِ جبر دیکھ رہے ہیں

غازہ روئے صداقت جس کے فرزندوں کا خون
مرضی دینِ خدا بھائی کا جس کے نام ہے
اے حبیبِ کبریا تیرا ہر اک ادنیٰ عِلام
ارتقا، نوعِ انسانی کی حدِ تمام ہے
جس کا ذکر پاک ہے سرمایہٴ انسانیت
ایک چراغِ معرفتِ دنیا میں جس کا نام ہے
زندہ تر دینِ خدا ہے جانشینوں سے تیرے
ضوِ فلکِ آسمانِ آفتاب اور جلوہ گراںجام ہے
ایک انگلی کے اشارے سے جو کر دے شقِ قمر
اُسکے ہاتھوں کو بھلا تلوار کا کیا کام ہے
چاند سورج بن کے اڑتی ہے تری گردِ سفر
کہکشاں تیرے غبارِ کارواں کا نام ہے
قوم کی حالت پر کیوں مایوس ہو تم اے پیام
پروردہٴ غیبت میں اب بھی وارثِ اسلام ہے

صحِ رسولؐ

سکوں اک حرفِ مہل صفحہ عمرِ بشر میں ہے
 جو اپنے گھر میں ہے بیٹھا ہوا وہ بھی سفر میں ہے
 دھماکہ خیز منظر ہو گا سینہ چیر کر دیکھو
 کہ اک طوفانِ ان خاموش ذروں کے جگر میں ہے
 نہیں ٹھہراؤ گا لمحہ کوئی اس کا رخانے میں
 روانی موجِ دریا میں ہے اور گردشِ بھنور میں ہے
 عمل سے ہوتا ہے ہر چیز کی قیمت کا اندازہ
 ملے گا دام اتنا ہی تڑپ جتنی گھر میں ہے
 جو ہو ذوقِ عمل تو مختصر وقفہ بھی ہے کافی
 ہوئی معراج اور جنبش ابھی زنجیرِ در میں ہے

آئینِ فلک زیرِ وزیر دیکھ رہے ہیں
 انگلی کے اشارے کا اثر دیکھ رہے ہیں
 تا حشر سلامت رہیں یہ گیسو و عارض
 نکھری ہوئی ہر شام و سحر دیکھ رہے ہیں
 غبتِ کائناتِ فاقوں کا اثر دیکھ رہے ہیں
 و اباب کرم آٹھ پسر دیکھ رہے ہیں
 فاتح ہے مگر ہاتھ میں تلوار نہیں ہے
 اخلاق کی ضربوں کا اثر دیکھ رہے ہیں
 ہے کتنا مبارک شبِ حشر کا اندھیرا
 نکتے میں دو عالم کی سحر دیکھ رہے ہیں
 مویا ہے کوئی بسترِ محبوبِ خدا پر
 جاگی ہوئی تقدیرِ بشر دیکھ رہے ہیں

دنیا میں نہیں کوئی محمدؐ جو پیامِ آج
 جھک جھک کے کسے شمس و قمر دیکھ رہے ہیں
 □□

سَرُورِ کائنات

تیری بخششوں کا بھی شکریہ کہ مجھے طلبِ سوادیا
میری جراتوں کو بھی مرجھا تیرا نام لے کے لٹا دیا
یہ بلا کشتوں کا تھا حوصلہ کہ جو خونِ دل بھی ملا دیا
جو شرابِ سُند تھی پہلے ہی اسے اور تیز بنا دیا
مجھے کیوں ہونشکوہِ مفلسی، مرے گھر میں کب ہوئی تیرگی
جو ملی کہیں سے نہ روشنی تو چہرا غِ دل کا جلادیا
مجھے فکری سُودیاں نہیں تیری یاد ہے میری بخشش
تیرے غم کی عمرِ دراز ہو عیشِ زندگی کو مٹا دیا
جو خلش تھی رُوحِ وفا حبابِ جوتھارِ دل وہ دوا ہر آب
مجھے تم نے دی تھیں جو تلخیاں انھیں میں نے شہدِ بنایا

جہنمِ انحرافِ سیرتِ خیر البشر میں ہے
جسے فردوس کہتے ہیں نبی کی رہگذر میں ہے
نہ کمرِ انکاریوںِ اولادِ پیغمبر کی عظمت کا
اٹھا کر دیکھ لے اے بے خبر قرآنِ گھر میں ہے
اُتر آتا ہے تارا خود درِ آلِ پیغمبر پر
وہ ہونگے اور قسمتِ جن کی تاروں کے اثر میں ہے
قسمِ شمس و ستر کی اسلئے کھائی ہے قرآن نے
نبوت اور امامت کی فیاضِ شمس و ستر میں ہے
قمرِ شفق ہو گیا، دُوبا ہوا سورج پلٹ آیا
زمین کی بات کیا خود آسماں ان کے اثر میں ہے
نوا سے خلد کے سردار، بھائی ساقی کوثر
فضیلت ساری دنیا کی تری بیٹی کے گھر میں ہے
ترے اخلاق کی ضربوں سے نکلا اے گاکِ کوی
نہ خمِ شمشیر و خنجر میں نہ دمِ تیغ و تبر میں ہے

کہاں فصلِ گل میں یہ دلولہ کہ جو لے سموم سے مورچہ
وہ مرے لہو کا تھا حوصلہ کہ خزاں میں پھول کھلا دیا

میری ہمتیں، مری پاسبان، میرا عزم ہے میرا آئینا
وہ تو چند تنکے تھے باغیاں جنہیں بجلیوں نے جلا دیا

ہٹے کب سجود و فاسے ہم جو کھلا ملا نہ درِ حرم!
تو بنا کے خون کی سجدہ گاہ تہ تیغ سر کو جھکا دیا

تیری ذاتِ پاک نے آدمی کا وقار کتنا بڑھادیا
کہ جو ایک مشتِ غبار تھا اسے شاہکار بنا دیا

یہ کمالِ خالق دو جہاں ہویٰ بندہ ہریوں کی نیاں
تجھے بھیجا بزمِ وجود میں کہ ثبوت اپنا دکھا دیا

جنہیں تیرے خون کی پیاس تھی انہیں دشمنوں کو دغا میں
تھے جہاں پہ خاتمِ تیرے لیے وہیں تو نے پھول کھلا دیا

تیری ذاتِ آیتہ کبریا، تیری شخصیت ہے کہ معجزہ
وہی ذمہ دارِ حیات تھا جو قدم بھی تو نے اٹھا دیا

تیرے بورے پہ سلام ہو کہ غرورِ تختِ مٹا دیا
تیرے جھوٹے پہ درود ہو کہ زمیں کو عرش بنا دیا

ترے فقر و فاقے نے حل کیے ہیں معاشیات کے مسئلے
تیری سادگی تھی کہ ہم غریبوں کو زندہ رہنا سکھا دیا

نہ وہ مرجئی نہ وہ غنتری نہ وہ اہلِ کفر کی داوری
کہ ہر ایک قصرِ ستم گری تیری ٹھوکروں نے اڑا دیا

تیرے دوشِ پاک کا بانچن ہیں ادھر حسینؑ ادھر حسنؑ
ترے شاہزادوں کی شان نے تیرا حسنؑ اور بڑھا دیا

ترے دشمنوں کی نہ چل سکی تیری آلِ پاک کے سامنے
جسے آنکھیاں نہ بھاسکیں وہ چراغ تو نے جلا دیا

(سلسلہ بنارس)



کل اہل ایمان کا خون بہایا اور آج اغیار کو بلایا
خدا اے واحد کا یہ مکاں ہے تمہارے دادا کا گھر نہیں ہے
برہنہ تیغوں میں سو کے ہم کو سبق دیا ہے یہ شیرِ حق نے
خدا سے ڈرتا ہے جو جہاں میں اسے کسی کا بھی در نہیں ہے
ہے آج اخلاق کی ضرورت مقامِ تیغ و تبر نہیں ہے
سبق لو محبوبِ کبریا سے کوئی سہارا اگر نہیں ہے
نہ دے دعائیں جو زخم کھا کر نہیں سمجھتے ہم اس کو بہر
کرے نہ دشمن کی جو عیادت ہمارا وہ چہارہ گر نہیں ہے
جو چھوٹا آلِ رسول کا در تو کھاؤ گے در بدر کی ٹھوکر
کو کھر چلے جا رہے ہو لوگو! سکوں کا راستہ ادھر نہیں ہے
اگر ہے کردار میں صلابت نہیں ہر تلوار کی ضرورت
جو ہم نے خلقِ نبیؐ میں دیکھا وہ تیغ نہیں بھی اثر نہیں ہے
رسولِ برحق کا حکم پایا اتر کے بابِ علیؑ پہ آیا
کبھی نہ بھولے گا اپنا راستہ تارہ ہے یہ بستر نہیں ہے

میلاد النبیؐ

انھیں مدینے میں کیا ملے گا بخف پہ جن کی نظر نہیں ہے
بلا علیؑ کے نبیؐ کی ہستی وہ شہر ہے جس میں در نہیں ہے
انھیں بتا دو جو کہہ رہے ہیں کہ راہ ہے راہِ بر نہیں ہے
بغیر ہادی کوئی بھی لبت وہ جسم ہے جس پہ سر نہیں ہے
عراق نے کی ہے جب چڑھائی تو دیتے ہو کفر کی دہائی
مدنہ غیر خدا سے مانگو یہ کیا ہے بدعت اگر نہیں ہے
بنے ہیں کعبے کے جو محافظِ حرم کی حرمت نہ بیچ کھائیں
جمی ہیں امریکہ پہ نگاہیں خدا پر لیکن نظر نہیں ہے
جو سبز گنبد سے کی بغاوت تو قصرِ بیض پہ بھیک مانگو
مزا یہ دی ہے خدا نے تم کو اب اس کوئی مفر نہیں ہے

دولتِ منکر

مدحِ مولا مری دولت بھی ہر جاگیر بھی ہے
اور مرے نامہ اعمال کی تحریر بھی ہے
میرا ہر شعبہ محفل میں مہکتا ہوا پھول
سر دشمن پہ چمکتی ہوئی شمشیر بھی ہے
ہے کہیں نغمہ فشاں زمزمۂ نادِ علیؑ
اور کہیں ہمہ نغمہ نعرۂ تکبیر بھی ہے
دلِ مومن کے لیے شعر مرے لالہ و گل
چشمِ دشمن کے لیے تیر بھی شہتیر بھی ہے
مدحِ مولا میں مرا ہاتھ بٹانے کے لیے
سورہ دہر بھی ہے آیہ تطہیر بھی ہے

درو بھیجو کہ چرخ عصمت پہ آج ڈو آفتاب نکلے
مری سحر سے زیادہ روشن جہاں میں کوئی سحر نہیں ہے
یہ وقت نازک بہت ہے لیکن پیامِ وارث ہر اپنا زندہ
دُعائے زہر اتو کام دے گی جو کوئی سینہ پیر نہیں ہے

□□

قطعہ

میں نے سجاد سے سجدوں کا سبق سیکھا ہے
کیوں ڈراتے ہو مجھے ظلم کی طغیانی سے
توڑ تو سکتے ہیں مسجد کو یہ اربابِ ستم
چھین سکتے نہیں سجدے مری پیشانی سے

تیری سیرت کا جواب اہل جہاں دے نہ سکے
جیسا قرآن ہے اسی شان کی تفسیر بھی ہے
تو وہ آیت ہے کہ قرآن میں نہیں جس کا جواب
تو وہ قرآن ہے جو فتہ آن کی تفسیر بھی ہے
جانشین ہو گا پیمبر کا پیمبر جیسا
عقل بھی کہتی ہے، قرآن میں تحریر بھی ہے
دیکھ کر جعفر صادقؑ کو یہ کہنا ہی پڑا
تیرا فرزند تیری بولتی تصویر بھی ہے

□□

قطعہ

ذہن عاجز ہے ترے کردار کی تفسیر میں
سائے جلوے ہیں اک دامنِ تطہیر میں
رن میں غازی کھیت میں مزدور، منبر پر حکیم
اللہ اللہ کتنے رُخ ہیں ایک ہی تصویر میں

بے سبب اپنا گلا پھاڑ رہے ہو بھائی
دیکھ لو پہلے کہ آواز میں تاثیر بھی ہے
ہم غلامانِ رسولِ عربیؐ کی تم نے
کی ہے تکفیر تو کچھ باعثِ تکفیر بھی ہے
یعنی تم اب بھی ہو زندانِ سیاست میں اسیر
اور پاؤں میں روایات کی زنجیر بھی ہے
اسلمہ اپنا صداقت کے سوا کچھ بھی نہیں
تیرے ہاتھوں میں تو خنجر بھی ہے شمشیر بھی ہے
ہم تو ہیں آج بھی مقتل میں یونہی سینہ سپر
یہ بتا اب ترے ترکش میں کوئی تیر بھی ہے
ہو گا جب ذکر نبیؐ آئے گا تب ذکرِ امام
ہے جہاں شمع وہیں شمع کی تنویر بھی ہے
نقشِ پتھر پہ ابھر آتے ہیں مٹی پہ نہیں
یہ اثر بھی ترے قدموں میں وہ تاثیر بھی ہے

سر جھکایا ہے علیؑ نے کفر کا تلوار سے
 خالی ہاتھوں سے دلوں کو فتح تو نے کر لیا
 تیرے بھائی کا عمل تیری صداقت کا ثبوت
 تیرے بیٹوں کا لہو سرمایہٴ دینِ خدا
 تیرا سارا گھر کا گھر ہے انتخابِ کبریا
 جس کو دیکھا مصطفیٰ ہے جس کو دیکھا مرقی
 کون دے سکتا ہے اس کردار سازی کا جواب
 جس کو اپنی گود میں پالا محمد بن گیا
 تیری ہمت کا نمونہ خیبر و بدر و احد
 تیرے صبر و ضبط کا آئینہ دشتِ کربلا

□□

ہم رنگی قول و عمل

غرق، استعجاب منطقِ موحیت، فلسفہ
 دیکھ کر ہم رنگی قول و عمل کا معجزہ
 زندگی کی بھیک تجھ سے مانگتی ہے ہر صدی
 تیرے جلوؤں سے ہے روشن ہر مقام ارتقا
 ہر زمانے میں ہے گایو نہی روشن تیرا نام
 تیرے درپہ ہوگی ہر فن و فن کی انتہا
 رجعتِ خورشید یا شق القمر کا ذکر کیا
 تیری پوری زندگی ہے معجزہ ہی معجزہ
 پتھر و لے کے ایم تک کے خربے ہیں گواہ
 توڑ دُنیا میں نہیں ممکن تیرے اخلاق کا

معصوم عالم جسے کہتا ہے زمانہ
 ہے بانی اسلام پہ احسانِ خدیجہ
 کہتی ہیں بھٹ رنخہ کہ ہم میں نہیں غاصب
 اصحابِ پیغمبر سے کنیزانِ خدیجہ
 کہتے ہیں نبی بن کے یہ حسنین کا ناقہ
 کا ندھوں پہ اٹھائے ہوں یہ احسانِ خدیجہ
 پانی جو دیا شے نے تو یہ حرنے صدادی
 رکت اہی نہیں چشمہ فیضانِ خدیجہ
 دنیا کے زرو مال سے جب ہو چکا خالی
 تب لائقِ زہرا بنا دامنِ خدیجہ
 ہے الفتِ محبوبِ خدا ساری بفاعت
 اور مرضیٰ مولا سروسامانِ خدیجہ

□

عذیبۃ الکبریٰ

سردار ہیں جنت کے دل و جانِ خدیجہ
 جائیں گے کہاں منکر احسانِ خدیجہ
 زہرا سے ہوئی معرفتِ شانِ خدیجہ
 ہے رحمتِ خالق تہ دامنِ خدیجہ
 لکھی گئی ایشاءِ محبت کی کہانی
 تاریخِ صداقت میں بعنوانِ خدیجہ
 کرتے ہیں نبی صورتِ زہرا کی تبادلت
 گودی میں کھلا رکھا ہے قرآنِ خدیجہ
 خالی نہ محمّد سے رہا کوئی زمانہ
 ڈوبا نہ کبھی نیسہ تابانِ خدیجہ

ہر فصل خزاں ہر موسم گلِ تصویرِ چمن بدلے گی مگر
 جب پھول کھلیں گے عصمتِ تبِ روحِ گلستاں بدلے گی
 کردار کا آئینہ لے کر آئے گا خدا کا بیغمبہ
 اخلاق کی طاقت انسانی تاریخ کا عنوان بدلے گی
 ایمان کے چشمے پھوٹیں گے صحرائے ادب کے سینے سے
 یثرب کا مقدر جاگے گا تقدیرِ خراساں بدلے گی
 قرآن کے سانچے میں ڈھل کر سیرت کا اُجالا پھیلے گا
 انسان کی صورت میں اک دن خود مرضی نیرزاں بدلے گی
 صحرا کی فضاؤں میں ہوگی تکمیلِ نبوت کی منزل
 سائے میں بولوں کے آخرِ تقدیرِ بیاباں بدلے گی
 پنج کی صدائیں ہونٹوں پر اور دل میں عداوت کے شعلے
 کیا جانے کتنے رنگ ابھی اک ذاتِ پشماں بدلے گی
 آئے گا زمانہ ہر پھر کر احسن علی کی چوکھٹ پر
 حالانکہ ابھی کتنے محور یہ گردشِ دوراں بدلے گی

صلیٰ انقلاب

فرمانِ ازل ہے ہر لمحہ کیفیتِ دوراں بدلے گی
 رنگِ گلِ ہستی بدلے گا بُوئے گلِ امکاں بدلے گی
 مانا کہ نہ ہوگی پیاسوں پر ساقی کی نگاہِ لطف و کرم
 خود تشنہ لہجے خواروں کی میخانے کا عنوان بدلے گی
 یوسف کے دریدہ دامن سے کردار کا سولج اُبھرے گا
 انوارِ سحر میں بالآخر تاریکیِ زنداں بدلے گی
 اربابِ شجاعت دیں گے صدا سا حلِ ساحلِ چنایا
 یا ڈوب مریں گے اہلِ دُعا با فطرتِ طوفاں بدلے گی
 یعقوب کی آنکھیں کہتی ہیں برباد نہ ہوں گے یہ آنسو
 پھر لوٹ کے آئیں گے یوسف پھر قسمتِ کعبہ بدلے گی

ضربِ حیدری

سعیِ لاحصل ہے یہ الفاظ کی بازی گری
 سیدھے سیدھے مدح کر لے مدحِ خوانِ حیدری
 مٹ چکی ہے اہلِ تخت و تاج کی بازی گری
 ہاں مگر کُودے لے ہے ہیں نقشِ پائے حیدری
 کب کوئی بے نفسِ انساں ایسا آیا ہے نظر
 کی ہو جس نے وقتِ مشکل دشمنوں کی رہبری
 پر حسین کمر دار بیوندِ ردائے فاطمہ
 دولتِ ایشا ہے نانِ شعیبِ حیدری
 پارہٴ نانِ جویں ٹوٹے نہ اپنے واسطے
 بہر حق ہے پھول سا انگلی پہ بابِ خیرِ

اربابِ ریاست کے جو ہر نزدیک سے جب آئینگے نظر
 رُخ اپنا خلافت بھی آخر سوئے شہِ مرداں بدلے گی
 ہر موڑ پہ ذاتِ حیدر کو کہنا ہی پڑے گا راہِ نما
 مانا کہ تہشتر راہوں پر رفتِ مسلمان بدلے گی
 صنّاعِ ازل نے کھینچی ہیں لفظوں میں علی کی تصویر
 دیکھیں تو کہاں تک یہ دُنیا تاویل سے قرآن بدلے گی
 محرومِ جزا ہو گی نہ پیامِ اللہ کے محبوبوں کی ثنا
 اک دن میرے شعروں سے قدرتِ جنت کا گُلِ گلے گی

□□

شعر

دائرِ ورسن کی وادی سے یہ راہ گزرنے والی ہے
 سچ کہنے کی ہمت ہے تو کفن بھی لیکر ساہِ جلو

تو دماغوں کا اُجالا تو دلوں کی روشنی
 فکر کی گہرائیوں میں ہے تیری جلوہ نگری
 بیلچہ کا ندھوں پہ ہاتھوں میں نظامِ مملکت
 تو نے توڑا ہے عسردہ کسروی و قیصری
 آیتیں ہیں پا ترے کردار کی فہرست ہے
 تیری سیرت کر گئی فتنہ آن کی صورت گری
 تو مرتب کر رہا تھا تب شریعت کے اصول
 ہو رہی تھی جب مسلمانوں میں جنگِ زد گری
 بندھ گئی رستی گلے میں اللہ اللہ ضبطِ نفس
 کروٹیں لیتا رہا ہاتھوں میں زورِ داوری
 جب شلی خاموش تھے زہرا کا پہلو دیکھ کر
 تجھ پہ کیا بیٹی بتا اے ذوالفتاہِ حیدری

پائی ہے نفسِ الہی سے بغاوت کی سزا
 ملتِ اسلام میں پھیلی ہے اب تک ابتری

جنگِ شیری ہو دُنیا میں کہ صلحِ شیری
 وہ بھی ضربِ حیدری ہر یہ بھی ضربِ حیدری
 اے جمالِ آدمیت، اے حلالِ داوری
 خم ترے قدموں پہ دوں جہاں کی برتری
 توڑ کر فاقوں سے دولت کا عسردہ برتری
 بے زروں کو تو نے بخشا ہے دماغِ بو ذری
 تیرا ہر اقدام ہے تحریکِ نبضِ کائنات
 تیرے پہلو میں دھڑکتا تھا دلِ پیغمبری
 اے کہ تیرا نام ہے سرمایہٴ فکر و نظر
 اے کہ تیری ذات شمعِ حلقہٴ دیدہ وری
 کام آتی ہے جہاں منطق نہ کوئی فلسفہ
 کی ہے تو نے عقلِ انساں کی وہاں پر رہبری
 اے درِ علمِ پیغمبرِ آ کے تیری بزم میں
 توڑ دیتی ہے صنمِ خود اپنے فکرِ آذری

آج تک

وَاَبَابِ شہرِ علمِ پیمبر ہے آج تک
 دربارِ مٹ کے رہ گئے منبر ہے آج تک
 موجِ ہوائِ ظلم کو چکڑ ہے آج تک
 روشن چہرِ اغ خانہ دار ہے آج تک
 لاکھوں دہن میں بول اُٹھی میثم تیری زباں
 خاموش اہل ظلم کا خنجر ہے آج تک
 شعروادب کی ریڑھ کی ہڈی بنا ہوا
 دُنیا میں ذکرِ فاتحِ خیبر ہے آج تک
 تاریخ ساز تھی شبِ حبتِ علیؑ کی نیند
 جاگا ہوا نبیؐ کا مُقتدر ہے آج تک

اے فاؤکش اسیر تجھے دیکھنے کے بعد
 احساسِ کمتری میں تو نگر ہے آج تک
 تو نے کبھی لٹائے تھے منبر سے مہرِ رواہ
 بزمِ دل و دماغ مُنور ہے آج تک
 اٹھا تھا کل جو تجھ کو ڈبونے کے واسطے
 سُکھا پڑا ہوا وہ سمندر ہے آج تک
 نانِ جوینِ حیدرِ کدرا کے رِشار
 بیدارِ مفلسوں کا مُقتدر ہے آج تک

◻◻ (سفر ۶ - الہ آباد)

سَلِیْقَہ سِنِیْکَہ لَوِ پِیَا سَوِ سِرْکَا نَہِ کَا
کَہ سِرْکَاؤ تَو خِجَر دَہَا ی دِیْنِہِ لَکَہِ

دیکھا نگاہِ لطف سے جب کائنات کو
 دورِ خزاں کو فصلِ بہار ایں بنا دیا
 اٹھی نگاہِ تہرہ تو دنیا بدل گئی
 بزمِ طبر کو شہرِ خموشاں بنا دیا
 لے کر کسی سے تاج کیا دہر میں ذلیل
 دے کر کسی کو تختِ سیماں بنا دیا
 فرعون سے کرائی ہے موسیٰ کی پرورش
 کافر کے گھر کو منزلِ ایماں بنا دیا
 جب لے چکا خلیفہ سے خلت کا امتحاں
 آتشِ کدے کو رشکِ گلستاں بنا دیا
 اک نقطہ کمال کو تمثیل کے لئے
 تارسی بنا دیا کبھی مشر آں بنا دیا
 گردِ شکست دیکھ کے حق کے نشان پر
 نادرِ علی کو فتح کا عنوان بنا دیا

فتحِ خیر

واجب نے جب یہ عالم امکاں بنا دیا
 ہر نفس کو حشرِ بدِ امان بنا دیا
 انساں کو آرزوؤں کے طوفاں میں ڈاکر
 گویا حریفِ گردشِ دور ایں بنا دیا
 دو دن کی زندگی سے لیا کارِ امتحاں
 مشکل بنا دیا کبھی آساں بنا دیا
 پہلو میں آدمی کے دلِ بے قراہ کو
 گرہ درد کر دیا کبھی درماں بنا دیا
 امواجِ زندگی کا بدلتا رہا مزاج
 ساحل بنا دیا کبھی طوفاں بنا دیا

حق نے علیؑ کو زینتِ ایماں بنا دیا
 دردِ دلِ رسولؐ کا درماں بنا دیا
 کارِ عظیم تھا درِ خیبہ کا ٹوٹنا
 لیکن خدا کے شیر نے آساں بنا دیا
 اک خط سا کھینچ کر حق و باطل کے درمیاں
 تیغِ دُوم کو جادہٗ عرفناں بنا دیا
 گزری سرِ لعلیں سے رُکی جبرئیلؑ پر
 تہر خدا کو رحمتِ یزداں بنا دیا
 پیدا ہوئے جو گھر میں خدائے عظیم کے
 اک بُت کدے کو حنائے یزداں بنا دیا
 آکر نبیؐ کی گود میں جب مُسکرا دیئے
 آغوشِ مصطفیٰ کو گلستاں بنا دیا
 بستر پہ جب رسولؐ کے مٹو ریز ہو گئے
 ہجرت کی شب کو صبح بہاراں بنا دیا

رکھا قدم جہاں وہیں کعبہ ہوا طلوع
 جو بات بھی کہی اسے فتراں بنا دیا
 نفستہ پرستیوں میں لٹا کر کرم کے پھول
 پر خادِ وادیوں کو گلستاں بنا دیا
 (۱۹۶۳ء - غمِ گڑھ)

□□



قطعہ

ذلت کی نالیوں میں اُتار ایزید کو
 باقی رہا نہ ضبط کا یا ر ایزید کو
 اسلام کی نفتاب سے باہر نکل پڑا
 دراصل تیری صلح نے مارا ایزید کو

□□

کھینچ کر بیٹھے ہیں ہر دم مدحت مولا کا حصار
منہ کی کھائیں گے اگر ظلم کے لشکر آئے

یوں علیؑ آج بہ آغوشِ پیمبر آئے
جیسے آئینے میں آئینے کا جوہر آئے

کیسے کہہ دوں کہ بلند می سے زمین پر آئے
عرشِ اعظم سے چلے کعبے کے اندر آئے

جس سے بُت آتے تھے اس راہ سے آتے کیونکر
دنیا کعبے میں کھولا گیا حیدر آئے

ہے زمانے میں کوئی شیرِ حنڈا کا ہنر
ایسی باتوں کا یقین آئے تو کیوں کر آئے

تیری چادر ہے دوا بہرِ رسولِ عربی
جب نقاہت ہوئی محسوس تیرے گھر آئے

چودہ سو سال ہوئے پائے حقارت تیرے
جن کو پھینکا تھا وہ اب تک نہ پلٹ کر آئے

درِ کعبہ

کیا ملا ان کو بھی جو چاند پہ ہو کر آئے
ہاتھ خالی ہی رہا لوٹ کے جب گھر آئے

جو کیا کرتے تھے دعوائے کرم نہ رہا
آستینوں میں چھپائے ہوئے خجبر آئے

انہیں بیچاروں کو ملتی نہیں چلنے کو جبکہ
راہ میں گاڑ کے جو میل کے پتھر آئے

جو ہیں پابندِ وفا اٹھ کے نہ جائیں گے کہیں
پھول آئیں تیری محفل سے کہ پتھر آئے

پھینک کر بیٹھے ہیں سب حق و صداقت کا علم
دستکیں سنتے رہے پھر بھی نہ باہر آئے

ہر طرفِ مرتب و عنتر ہیں پڑھونا دِ علیؑ
پھر ضرورت ہے کوئی فاتحِ خجبر آئے

اے ابوطالبؑ کے بیٹے زندہ و پائندہ باد
 تو نہ ہوتا تو گواہِ مصطفیٰ کوئی نہ تھا
 تو نے کی ہے نصرتِ دینِ الہی اُس گھڑی
 جب پھری کی دھارتھی اور راستہ کوئی نہ تھا
 کون دیتا جز تیرے افواجِ باطل کو شکست
 زورِ بازوئے رسالتِ دوسرا کوئی نہ تھا
 پڑ رہی تھی دہر میں اسلام کی بنیاد جب
 یا نبیؐ تھے یا علیؑ تھے دوسرا کوئی نہ تھا
 راکبِ دوشِ پیمبرؐ! تیری عظمت پر فدا
 انبیاء میں بھی ترا ہم مرتبہ کوئی نہ تھا
 قوتِ بازوئے احمدؑ ضعیف پروردگار
 تو نہ ہوتا اگر تو کفوِ فاطمہؑ کوئی نہ تھا
 بے نیازِ جنت و کوثر تھی تیری بندگی
 مدعا سجدوں کا سجدوں کے سوا کوئی نہ تھا

راکبِ دوشِ پیمبرؐ

اجنبی ماحول میں پہچانتا کوئی نہ تھا
 کس سے کہتے دردِ دل، دردِ آشنا کوئی نہ تھا
 کون کرتا چھاؤں میں تلوار کی تائیدِ حق
 جب حصولِ مال و زر کا سلسلہ کوئی نہ تھا
 یتیم سو پینسٹھ خدا کعبے میں تھے بیٹھے ہوئے
 ہاں مگر اُن میں غریبوں کا خدا کوئی نہ تھا
 کلمہ اعلانِ حق کو تھا کسی کا انتظار
 چپ تھے سرکارِ رسالتِ ہم نوا کوئی نہ تھا
 اے مورخ! بزمِ پیغمبرؐ کا سناٹا نہ پوچھ
 سیکڑوں چکر تھے لیکن آئینہ کوئی نہ تھا

تصویر نور

مرالمح لمحہ ہے ضو فلک مرا سخطہ سخطہ ہے جلوہ گر
کہ ترے تصوّر نور میں مری عمر ہو رہی ہے بسر
رہ زندگی کے یہ پیچ و خم ہیں مری نگاہ میں بے ضرر
ترا عشق ہے مرا رہنما، تری یاد ہے مری سفر
مجھے ٹھوکروں کا ہون خوف کیوں مجھے ظلمتوں کا نہیں ہے ڈر
ترا نقش پا ہے قدم قدم تری روشنی ہے نظر نظر
مجھے سرفرازاں مل گئیں ترے نقش پا پہ جھکا کے سر
کہ جہاں کی ساری بلندیاں ہیں جھکی ہوئی ترے پاؤں پر
اُسے گم رہی کا ہون خوف کیوں جسے مل گئی تری رہ گزر
کہ مڑا ہے حق بھی ادھر ادھر ترا رخ پھرا ہے جہر جہر

مالک زورِ الہی اور گردن میں رسن !
صبر کے میدان میں بھی تیرے سوا کوئی نہ تھا
آخری درجے پہ منبر کے بتایا بیٹھ کر
مجھ سے پہلے جانشین مصطفیٰ کوئی نہ تھا
تیرے بیٹے حجتِ حنا لق بنے ہر دور میں
کب علی کوئی نہ تھا کب مصطفیٰ کوئی نہ تھا
کیوں چلے آتے تھے سائل ایک فاتحہ کش کے گھر
کیا مدینے بھر میں دروازہ کھلا کوئی نہ تھا
اے روایت کے اسیر و لو درایت کی خیمہ
سب غنی تھے نام کے حاجت روا کوئی نہ تھا
کس کے گھر جاتے بھلا شرب کے مسکین یتیم
بیکسوں کا جزوئے مشکل کشا کوئی نہ تھا

ما سوائے ذکرِ اہلبیت بھی ہم نے پیام
شعر کچھ لکھے مگر ان میں مزا کوئی نہ تھا

مولودِ سرم

چمن کا ایسا کوئی زمستہ دار ہو جائے
جو حکم دے تو خزاں بھی بہا ہ ہو جائے
بنائے اے مرے مالک کسی کو عفت و کثا
علاجِ گردش لیل و نہار ہو جائے
یتیم و بیگس و مظلوم تباہ کے تڑپیں
کوئی تو چارہ گر و عنم گسار ہو جائے
ستم گر ان جہاں خود کو کہہ رہے ہیں خدا
بس اب کسی کو عطا ذوالفقار ہو جائے
ترا رسول اکیلا ہے راہ ہستی میں
ہے آرزو کہ کوئی راز دار ہو جائے
کوئی شرف بھی ہو کعبہ کا آخر اے معبود
جبین شوق کو کیوں اغباء ہو جائے

ترا نام میں نے جو لے لیا تو یہ حادثات لرز اٹھے
ترا ذکر میں نے جو کر دیا تو دھڑک اٹھا دل کفر و شر
تری سُکھی سُکھی وہ روٹیاں ہیں معاشیات بشر کی جاں
وہ ترمے لباس کی دھجیاں ہیں خدا کے دین پہ جلوہ گر
کبھی لافتنی کبھی صفت شکن کبھی ہر گلے میں بندھی رہیں
کبھی ذوالفقار سی تیغ ہے کبھی ضبطِ نفس کی ہے سپر
کبھی نیند آگئی خاک پر کبھی بو تراب بنے ہوئے
کبھی بیلچہ لیے کھیت میں کبھی پاؤں دوشِ رسول پر
میری شاہری میں پیامِ مع علی کی ہر جہ تجلیاں
مرا حرفِ حق ہے صوف گن مرا لفظ لفظ ہر جلوہ گر

(اعظم گڑھ۔ ۱۹۵۲ء)

□□

۱۵ یہ میرا سب سے پہلا قصیدہ ہے۔ پیامِ عظمیٰ

مرے کریم بھی عدل کا تقاضا ہے
ولادتِ شبہ گردوں وقار ہو جائے
مزا تو جب ہے کہ مہاں کی پیشوائی کو
شکافتہ ترے گھر کی جدار ہو جائے
علیٰ کا نام جو عنوانِ کار ہو جائے
تو ساتھ رحمتِ پرورگار ہو جائے
علیٰ کی ضرب کی قیمت جو زیر بحث ہے
تو دو جہاں کی عبادت نثار ہو جائے
غریب و بیکس و مفلس کے حق میں فضلِ خدا
گردہ کھنہ پہ جو شعلہ بار ہو جائے
بیان ایسا کہ کھل جائیں علم کی آنکھیں
نگاہ ایسی دلوں سے جو پیار ہو جائے
جو اپنے چاہنے والوں کی ہر مصیبت میں
نگاہِ رحمتِ پرور دگار ہو جائے

عطا کئے وقتِ مجرت کے پھول برسا دے
کرم کے وقت جو خود شرمسار ہو جائے
عمل کی راہ میں کاندھے پہ بیلچہ رکھ لے
حرم میں دوشِ نبیؐ پر سوار ہو جائے
وہ قبلہ جس سے ہے کعبہ کا اعتبارِ اہل
وہ نقطہ جس پہ کہ قرآن نثار ہو جائے
جو ذُو الفقار کو رکھ کر کبھی ہو محوِ کلام
ہر ایک جنبش لبِ ذُو الفقار ہو جائے
رسن گلے میں کہ ہاتھوں میں بابِ خیر ہو
ہر ایک طرزِ عمل یادگار ہو جائے
پیام کی ہے یہی آرزو بس اے مولا
ترے غلاموں میں اس کا شمار ہو جائے

وہ علی آئے وہ دیوارِ حرم میں در کھلا
 قبلہ اسلام بن کر خانہ داؤر کھلا
 علم کے دریا ہے عسہ فان کا جوہر کھلا
 جب لبِ قرآن ناطق بر سرِ منبر کھلا
 کون دے سکتا تھا دنیا میں سلونی کی صدا
 رکھیو یارب! بابِ شہرِ علم پیغمبر کھلا
 ایک پلٹا، شق ہوا ایک، اگیا چوکھٹ پہ ایک
 مقصدِ پیدائش مہر و مہ و اختر کھلا
 بزدلوں اسے لڑکے شہرِ مل گئی تھی مفت کی
 شیرِ حق آئے تو رازِ مہرب و عنتر کھلا
 اے مؤرخ کچھ بتا کیوں بند سب کے در ہوئے
 صحنِ مسجد میں ہے کیوں دروازہ حیدر کھلا
 مٹ گیا رنگِ ہزیمت، اڑ گیا رنگِ شکست
 پرچمِ اسلام جب دوشِ امامت پر کھلا

قرآنِ ناطق

مے کی بوتل جیب میں، سترِ آن ہاتھوں پر کھلا
 دیتے ہیں دھوکا زمانے کو یہ بازی گر کھلا
 تھا بہت اپنے لباسِ پارسائی کا عسہ
 کھل گیا زارِ ہر جو دیکھائے کدے کا در کھلا
 چھوڑتا ہے کب کوئی اپنا پرانا کاروبار
 بھر گئی زنبیل دیکھا جب کسی کا در کھلا
 دیکھ کر مہرب کو وہ لوٹ آئے ہیں کس شان سے
 دم لبوں پر ہاتھ خالی، پاؤں ننگے، سر کھلا
 دشمنی رہتی حجابِ دوستی میں تباہ کے
 بغضِ اہلبیت بن کر بغضِ پیغمبر کھلا

مولودِ کعبہ

جنت پہ نگاہیں ہیں نہ رضواں پہ نظر ہے
 اے حنا نہ کعبہ ترے مہاں پہ نظر ہے
 تکتے ہیں نبیؐ پیار سے حیدر کا رخِ پاک
 یا صاحبِ قرآن کی شراں پہ نظر ہے
 کعبہ سے لیے آتے ہیں یہ کون سی دولت
 دُنیا کی رسولؐ! آپ کے داماں پہ نظر ہے
 کعبہ کو شرف جس کی ولادت سے ملا ہے
 ایمان کی اس صاحبِ ایماں پہ نظر ہے
 اے نفسِ نبیؐ، دستِ حُدا، فیضِ عِزیمِ داؤ
 شراں کی تری سیرتِ تاباں پہ نظر ہے

آج بھی زورِ علیؑ کی حد نہ قائم ہو سکی
 ہائے کس نازک جگہ جب بیل کا شہر کھلا
 رات دن کی قید کیا دستِ سخاوت کے لئے
 رہتا تھا آٹھوں پہر دروازہ حیدر کھلا
 اے نبیؐ کے دل کی دھڑکن اے ابوطالب کے لال
 آدمیت کا مفت در تیری چوکھٹ پر کھلا
 ہم تو سمجھے تھے تجھے اک مردِ ناداں اے پیام
 چھڑ گیا ذکرِ علیؑ جس دم ترا جو ہر کھلا

□□

ایک شعر

مِلتی تھی غدا سب کو درِ آلِ نبیؐ سے
 شاہِ کرامِ قائم ہو کہ سیاہی کا جگر ہو

منزل تکمیل

مرسلِ عظم کا مستقبل درخشاں ہو گیا
 آج حیدر کی ولیعہدی کا سماں ہو گیا
 تو نے رکھا ہے قدم یوں اے ابوطالب کے لال
 دوشِ محبوبِ الہی پر چہرا غاں ہو گیا
 تیری فہستہ عمل کو دے کے ترتیبِ حسیں
 رفتہ رفتہ حق نے یوں بھیجا کہ شہر آں ہو گیا
 بیچے کا ہنسنے پہ رکھ کر حبا رہا ہے شیرِ حق
 عزتِ مزدور کا دُنیا میں سماں ہو گیا
 تیری جو کی روٹیوں نے دے دیا ہے حوصلہ
 زندہ رہنا ہم عشرِ سیوں کو بھی آساں ہو گیا

گو نجی ہیں زمانے میں سلوٹی کی صدائیں
 شہرِ آن کی اک بولتے قرآن پہ نظر ہے
 خود اپنے مصائب کا نہیں ہے کوئی احساس
 محتاجوں کے حالات پریشاں پہ نظر ہے
 جو لے کے پیام آئے وہی جلوہ جبر
 اب دہر کی اس مادی دُورں پہ نظر ہے

□□

ابھی تو چند ہی قطرے گزرے ہیں اشکوں کے
 ابھی سے کیوں یہ سمندر دُہائی دینے لگا

آبرو کے کعبہ

جس طرح رُوح ہوتی ہے پیکر کی آبرو
یونہی علیؑ ہیں دینِ پیمبر کی آبرو
کم تھی کہاں جو بڑھ گئی حیدر کی آبرو
حیدر سے خود ہے حسانہٗ داور کی آبرو
کعبہ ہوا علیؑ کی ولادت سے محترم
عزتِ صدف کو دیتی ہے گوہر کی آبرو
کعبے سے کم نہیں شرفِ خانہٗ رسولؐ
اس گھر کی آبرو سے ہے اُس گھر کی آبرو
خاکِ درِ علیؑ سے کیا جب مقابلہ
نظروں سے گر گئی زر و گوہر کی آبرو

کوئی قاتل کو پلا سکتا ہے شربتِ دہر میں
دیکھ کر شانِ کرم دشمن بھی حیراں ہو گیا
وہ حصّہ آہنی تھی تیری ہستی گردِ حق
جو بھی ٹکرایا وہ بالآخر پشیمان ہو گیا
شہرِ شبیر کے پہلو میں عباسؑ جوی
تیرا دامن کتنے شیروں کا نیستان ہو گیا
مسجدِ کونہ ہو یا ہوسر زمینِ کربلا
خون تیرا جس جگہ ٹپکا گلستاں ہو گیا
چھین کر چادر تری زینب کے فرقِ پاک سے
خود ہی باطل دیدہ عالم میں عریاں ہو گیا

□□



آسمان وزمیں

دیکھا جو آسمان نے زمیں کو عسور سے
 بولی زمیں کہ میں بھی نہیں کم حضور سے
 بولا فلک کہ ہے مراد امن بھرا ہوا
 غلمان سے ملک سے فرشتوں سے خود سے
 بولی زمیں یہ سب در آل رسول پر
 خیرات آکے لیتے ہیں فخر و عسور سے
 بولا فلک کہ چاند ستارے ہیں میرے پاس
 تابندہ ہیں جو فضلِ خدا سے غفور سے
 بولی زمیں کہ چاند ستاروں پہ کیوں گھنڈ
 روشن ہیں یہ تو آلِ پیغمبر کے نور سے

تین علی اٹھی تو بھرم کھل کے رہ گیا
 جھوٹی تھی کتنی مہربان و عنایت کی آبرو
 ایمان کے کارواں کی گزر گاہ بن گیا
 ٹوٹا تو بڑھ گئی درِ خیبہ کی آبرو
 بدلا ہے یوں علی نے نگاہوں کا زاویہ
 فوجوں کا دبدبہ ہے نہ لشکر کی آبرو
 اے دین کے و ستار پیغمبر کی آبرو
 ہے تیرے دم سے مسجد و منبر کی آبرو
 توڑا ترے حسین نے ہر ظلم کا غور
 نیزوں کا ہے وقار نہ خنجر کی آبرو
 میں ہوں فقیر آلِ مرے سامنے پیام
 دارا کی شان ہے نہ سکندر کی آبرو

□□

بابِ علم

یہ موسم اور یہ شورِ العطش بادہ گساروں میں
کہیں برسے نہ اب کے آگ ساون کی پھواروں میں
عجب تو بہ شکن ماحول ہے اب کے بہاروں میں
فرشتے بھی نظر آتے ہیں رندوں کی قطاروں میں
یہی اک دل ہے پیمانہ سمجھے یا کہ خُسم کہے
رواجِ ساغر و مینا نہیں ہم بادہ خواروں میں
زمین پر بیٹھ کر پینے میں عتِ زان کی گھٹی ہے
کہاں سے آگے یہ اہلِ دولت خاکساروں میں
سکون بنا نہیں کیوں سایہِ قصرِ رعوت میں
لہو مز دُور کا شال ہے شاید اسکے گاروں میں
جو قاتل ہیں وہی انصاف کی کُرسی پہ بیٹھے ہیں
جنہوں نے غم دیئے تھے اب ہیں شالِ غمگاروں میں

آئینہ آیتوں کا جو دیکھے کوئی بغور
قرآن میں اس کا روئے منور دکھائی دے
قد اس کا کیا گھٹائیں گے یہ کم نگاہ لوگ!
جو سر بلند دوشِ نبی پر دکھائی دے
وہ آفتاب ہے مگر اہلِ فساد کو
جب آنکھ ہی نہیں ہے تو کیونکر دکھائی دے
دیکھے جو کوئی اس کے پھٹے بورے کی شان
بے وزنِ سخت و نازِ سکندر دکھائی دے
جس کی نگاہِ باز میں دُنیا کی سلطنت
بوسیدہ جوتیوں سے بھی کمتر دکھائی دے
خود جس کے انتظار میں کعبہ کے سامنے
پھیلانے اپنے ہاتھ ہمیں دکھائی دے

اُٹھ جائے جب پیامِ قلم اسکی مدح میں
بیدار شاعری کا مقتدر دکھائی دے

تمہے اقوال کی شمعوں نے احسن کر دیا روشن
 اندھیرا تھا بہت علم و ادب کی رہگذاروں میں
 منور آج ہے ہر شعبہ علم و عمل تجھ سے
 ترا سکھ رواں ہر فکر کے سائے اداروں میں
 نبیؐ کے بعد تو نے آبیاری کرنے کی ہوتی
 چمن حق کا نہ کھل سکتا عرب کے ریزاروں میں
 فقط تاریخ کیا ہم نے تو افسانوں میں بھی ڈھونڈا!
 کوئی تجھ سا نہیں ملتا نبیؐ کے جاں نثاروں میں
 سکوں کی رات محراب عبادت میں گزرتی تھی
 شبِ حیرت مگر نیند آگئی تیغوں کی ٹھاروں میں
 جو دشمن تھے انھیں بھی مشوروں سے فیض پہنچایا
 کرم کے پھول برساتا رہا نفرت کے خاروں میں

پیامِ آلِ نبیؐ کا تذکرہ معراج ہے فن کی
 ترا ہر شعر شامل ہے ادب کے شاہکاروں میں

ہے اُن کا نام بھی اس دور کے ایمانداروں میں
 چھپا کر بیچ دیتے تھے جو حنظل بھی اناروں میں
 نہ ڈھونڈو تخت والوں میں نہ جاؤ تاجداروں میں
 خدا کے منتخب بندے ملیں گے خاکساروں میں
 طوافِ خانہٴ حق کرنے والو! یہ بھی سوچا ہے
 خدا کا گھر بھی شامل ہے علیؑ کی یادگاروں میں
 اُڑھاتی ہی رہی دنیا ردا تاویل کی لیکن
 علیؑ کا ذکر روشن ہی رہا قرآن کے پاروں میں
 برہنہ کر دیا باطل کو تو نے کر کے مزدوری
 ہے مایوسی قبائے سلطنت کے بخیہ کاروں میں
 تری نانِ جوین تنقید ہے اربابِ دلت پر
 تیرے فاقوں کی ہیبت چھائی ہے سرمایہ داروں میں
 تو پہلا ناز پروردہ ہے آغوشِ رسالت کا
 سرفہرست تیرا نام ہے احمدؑ کے پیاروں میں

میری دُنیا یہی آنسو، میری دولت بھی غم
 قدرداں کوئی نہیں بنتِ پیمبر کے سوا
 اہل دُنیا نے تو ٹھکرایا ہے بدعت کہہ کر
 کون دے اس کا صلہ داؤدِ محشر کے سوا
 ہیں علیؑ اور بھی کردار میں حیدر کے سوا
 فاطمہؑ کوئی نہیں بنتِ پیمبر کے سوا
 کس میں ہمت جو رکھے دوشِ پیمبرِ بَرقم
 تیرے بچوں کے علاوہ ترے شوہر کے سوا
 دوستو! جاؤ گے جنت میں کدھ سے آخر
 راستہ کوئی نہیں کوچہ حیدر کے سوا
 سرِ دربار وہ اندازِ تنکلم تیرا
 کون دے دادِ و غنا فیغمِ داؤد کے سوا
 ہوئی خود داری سائل بھی نہ جس سے مجروح
 یوں کہیں ملتی نہیں بھیک تم سے در کے سوا

بضعة الرسولؐ

مجھ گئے سائے دیئے اس دلِ مضطر کے سوا
 پوری بستی میں اندھیرا ہے مرے گھر کے سوا
 سامنے منزلِ مقصد ہے مگر کون بڑھے
 کوئی رستہ نہیں نوکِ سرِ خنجر کے سوا
 در بدر سجدوں سے نفرت بھی ہے دیوانے کو
 اور کوئی در بھی نہیں ایک تیرے در کے سوا
 اب تو اُن کو بھی ہے دعویٰ مری غم خواری کا
 جن کے سینے میں کوئی شے نہیں پتھر کے سوا
 رکھ دیا کاتبِ تقدیر نے یہ لکھ کے قلم
 حکمِ زہرا بھی ضروری ہے تقدیر کے سوا

خاتونِ جنت

صدیوں سے جو اُمت ہدفِ رنج و بلا ہے
یہ فاطمہ زہرا سے بغاوت کی سزا ہے
کم ہوگی نہ اولادِ پیمبر کی جلالت!
قدرت نے یہ تاریخ کے ماتھے پہ لکھا ہے
اے قومِ مسلمان تجھے ملتا نہیں کیوں چین
شاید کہ دل و جانِ نبیؐ تجھ سے خفا ہے
وہ آپؐ تطہیر ہو یا سورہٴ احسن
قرآن میں کردارِ ترا بول رہا ہے
افلاک کا خورشید ترے گھر کی ہے شعل
اور چرخ کا تارا تری چوکھٹ کا دیا ہے

سر کیا صبر کی تلوار سے تو نے جن کو
معرکے اور بھی تھے خندق و خیبر کے سوا
فاتحہ کرنا پڑے، سائل کوئی محروم نہ جاے
حوصلہ کس میں ہے یہ بنتِ پیمبر کے سوا
ما تاجذبہ تسلیم و رضا میں ڈھل جائے
ایسی ماں کون ہے؟ حسنینؑ کی مادر کے سوا
کس سے ہوتیری ثنا آیہٴ تطہیر کے بعد
کون دے دادِ سخن سورہٴ کوثر کے سوا
کچھ نہیں دامنِ اسلام میں گر غور کرو
صبرِ زہرا کے سوا ضربتِ حیدر کے سوا
ہم کو روکو نہ کہ میثم نے بتایا ہے پیام
اک جگہ اور بھی مدحت کی ہر مثنیٰ کے سوا

□□

اشکوں کی سپر لے کے کھڑی ہو گئیں زہرا
جب سوئے علیؑ دستِ ستم گار بڑھا ہے
ہیں عفتہ کشائے دو جہاں جیدرِ کرا
اور جیدرِ کرا کی تو عفتہ کشا ہے



قطعہ

عشقِ جیدر ہے تو قرآن کی دلازاری نہ کر
بے عمل رہ کر محبت کی اداکاری نہ کر
اے مسلمان تجھ سے کہتا ہے یہ پیغامِ غدیر
تو غدیری ہے تو پھر مقصدِ غدا کی نہ کر

بچے ترے اترے ہیں ابھی پشتِ نبیؐ سے
یہ مہرِ نبوت ہے کہ نقشِ کفِ پا ہے
شمشیرِ علیؑ جانہ سکی جن کے گلوں تک
خطبوں نے ترے ان کا بھی سر کاٹ دیا ہے
تنقید ہیں اربابِ ہوس پر ترے فتاتے
طنزِ اہلِ دول پر تری چگنی کی صدا ہے
شہزادیِ کونین ! اثاثہ ترے گھر کا
اک مشک ہے، اک چگنی ہو اور ایک دہا ہے
بی بی ترے ایثار کی قیمت کوئی کیا دے
جنت تو ترے ایک ہی روزے کا صلہ ہے
خنجر کی زباں چپ لبِ شمشیر ہے خاموش
لیکن ترے بچوں کا لہو بول رہا ہے
چلن ترے حجۃ کی پر حضرتِ جبریل
پروردہ تری چوکھٹ کا پیمبر کی قبا ہے

چند چھالے تھے فقط دستِ منور کے لئے
تاج اور تخت بنے تھے تری ٹھوکر کے لئے

بازوئے حیدرِ کرار میں طاقتِ تیری
تھی سپرِ تیری دُعا فاجِ خیبر کے لئے

طنزِ اربابِ حکومت پہ تری نانِ جویں
تازیانہ تری چمکی ہو بس زرد کے لئے

تیرے فاقوں نے غریبوں کی بڑھادی ہمت
بے زری بن گئی سرِ مایہ ابوذر کے لئے

بابِ زہرا پہ نہیں سب کو مجالِ سجدہ
وہ جبیں لاؤ جو حشم ہو نہ کسی در کے لئے

بزمِ عصمت کی صدارت اُسے حق نے سونپی
یہ وہ عہدہ ہے جو تھا بنتِ پیمبر کے لئے

بیچِ دنیا کے خزانے نظر آتے ہیں پیام
مدحِ زہرا ہے وہ سراپہ سخنِ در کے لئے

بُضْعَةُ الرَّسُولِ

فخرِ حیدر کے لئے نازِ پیمبر کیلئے
تو ہے پیغامِ سکوں ہر دلِ مضطر کیلئے

اللہ اللہ بنے مرسلِ اعظمِ ناس
تیرے شبیر کی خاطر تیرے شبیر کے لئے

تیرا دامن تھا سکوں گاہِ شہِ قلعه شکن
تیری چادر تھی دواِ ضعفِ پیمبر کے لئے

تیرے بچوں کے لئے زینتِ گلزارِ ادم
اور کوثر میں روانی ترے شوہر کے لئے

مختصر ہے تری عظمت کی کہانی بی بی
تو بنی باعثِ معراجِ پیمبر کے لئے

جز و رسالت

آج تک آیہ تطہیر یہ دیتی ہے صدا
نامکمل تھی رسالت جو نہ ہو تیں نہ ہٹا
تو ذریعہ تھی تعارف کا پئے آلِ عبدا
کتنی بے داغ ہوئی بی بی! تیری عصمت کی ردا
کس میں ہمت تھی جو دینا تے خطبے کا جواب
ڈھونڈتے رہ گئے تاویل تمام اہل جفا
تیری ہیبت تھی کہ پکپا ہوا بیعت کا سوال
ورنہ بن جاتی مدینے کی زمیں کرب و بلا
سُرمہ چشمِ طہارت ہے تری خاکِ قدم
نقطہ آخرِ عصمت ترا نقشِ کعبہ پا
عرشِ عظم کے فرشتے ترے در کے خادم
باغِ فردوس کا رضواں تری ڈیوڑھی کا گدا

فاتحِ خیبر و خندق تری قیمت کا شریک
فدیہ دینِ پیمبر تری گودی کا پیلا
قوتِ مذہبِ اسلام تیری فائزہ کشی
پرچمِ عظمتِ انساں تری بوسیدہ ردا
تیری محنت کے پسینے سے مدینہ آباد
اور ترے خون سے تعمیر ہوئی کرب و بلا
سب تری ذات کی خیرات ہیں اے بنتِ رسول
عصمت و عفت و تطہیر ہوں یا صبر و رضا
جب بھی اہلِ ستم و جور نے کی ہے یورش
تیرا گھر حق و صداقت کی پنہ گاہ بنا
راستے میں مری تخیل کے پر ٹوٹ گئے
جب بھی چاہا کہ لگاؤں تری عظمت کا پتا

تیری سرکار کے قابل نہیں اشعارِ پیام
نذر میں پیش کرے کیا تجھے اشکوں کے سوا

کہا خرد نے کہ لعل و گہر ہیں مٹھی میں
جنوں پکارا کہ پھینکو غبار ہاتھ میں ہے
جو دامنِ شرِ دلدل سوار ہاتھ میں ہے
تو سمجھو رحمتِ پروردگار ہاتھ میں ہے
نبیؐ کی سختِ جگر بعدِ مُرسِ اعظمؐ
خدا کا دین ترے ذمہ دار ہاتھ میں ہے
خدا کے دین کی بنفوں پہ انگلیاں ہیں تری
کہ عتِ زچمنِ روزگار ہاتھ میں ہے
یہ چوب آسیدہ بی بی کی مٹھیوں میں نہیں
مارِ گردشِ لیل و نہار ہاتھ میں ہے
علیؑ نے کھائی ہے زہرا کے ہاتھ کی روٹی
جبھی تو قوتِ پروردگار ہاتھ میں ہے
نبیؐ نے گود میں بیٹی کو لے کے دی یہ صدا
بس اب تو رحمتِ پروردگار ہاتھ میں ہے

مرکزِ عصمت

خزاں ہے قبضے میں فصلِ بہار ہاتھ میں ہے
غلامِ اُن کا ہوں ہر اختیار ہاتھ میں ہے
مرے قدم کو زمانہ ہلا نہیں سکتا
یہ میرا ہاتھ کسی ذمہ دار ہاتھ میں ہے
ہمیں غیب نہ سمجھو خرید لیں گے جتناں
کہ آنسوؤں کا درِ شاہوار ہاتھ میں ہے
زمانہ آیا ہے اظہارِ دوستی کیلئے
رسن ہے جیب میں پھولوں کا ہار ہاتھ میں ہے
جنابِ شیخ کی مسجد بھی بادہ خانہ بھی
زہے نصیب کہ ہر کار و بار ہاتھ میں ہے

سُوحِ فَاطِمَہ

اشکِ غم آنکھوں سے ٹپکے تھے کہ طوفاں ڈر گئے
چند قطرے تھے مگر لاکھوں سمندر بھر گئے
خنجروں کی دھار سے لیکر سناں کی نوک تک
اہلِ دل جس راہ سے گزے چراغاں کمر گئے

بے وفا دنیا ذرا دیکھے ہمارا حوصلہ
پیاد کی سوغات لے کر قاتلوں کے گھر گئے
فاطمہؑ سلیمہؑ کی ضمانت بن گئیں
طنز جو کرتے تھے وہ ایک ایک کر کے مر گئے
اے پیہر کی بضاعت اے علیؑ کی عنہم گار
تجھ کو لینے کے لئے تاعرش پیغمبرؐ گئے

ہتھیلیوں میں ہے سُوجِ نبیؐ کی عظمت کا
یہ آبلہ نہیں حق کا وقار ہاتھ میں ہے
یہ سوچ کر نہ دکھایا علیؑ کو زخم اپنا
خدا کے شیریں اور ذوالفقار ہاتھ میں ہے
پیامِ دشمن زہرِ اکو یہ خبر دے دو
مراقلمِ مرے مدحت گزار ہاتھ میں ہے
(۱۹۷۵ء - عیسوی)

□□

تین شعر

لہو کی ایک بوند مرکزِ صد انقلاب ہے
یہ کوئی فلسفہ نہیں کھلی ہوئی کتاب ہے
خدا پہ یا نبیؐ پہ یا علیؑ پہ اعتراض ہو
حیث کی 'نہیں' ہر اعتراض کا جواب ہے

یزید ہو کہ دوسرا کسی کا اعتبار کیا
بڑا نہ مانے گا آدمی کا انتخاب ہے

تو نے راہِ حق میں روشن کر دیئے تھے وہ چراغ
جو بجھے لیکن زمانے میں اُجلا کر گئے

کتنے افسانوں کو تیرے آنسوؤں نے دھو دیا
کتنے نعرے تیری چٹکی کی صدا سے مر گئے

بزمِ عصمت کی صدارت حق نے سوچی تھی تجھے
با ادب ہو کر تیری محفل میں پیغمبر گئے

جب عبادت پر زوال آیا تو بیٹوں نے ترے
دی ازاں نیزوں پہ تلواروں میں سجدہ کر گئے

کرنے والے تھے علیؑ سے اپنی بیعت کا سوال
تیری ہیبت دیکھ کر اہلِ کدورت ڈر گئے

کھولا خطبوں نے ترے اہلِ سیاست کا بھرم
تیرے نوحے اہلِ باطل کو پشیمان کر گئے

وہ غمِ ایام ہو یا خوفِ اہلِ اقتدار
سب تیری چٹکی کے دوپاٹوں میں پس کر مر گئے

تھے علیؑ تیری دُعاؤں کی ذرہ پہنے ہوئے
دشمنوں کے سائے حملے دشمنوں کے سر گئے

ہو گئی اہلِ مدینہ کے گھروں میں روشنی
طاعتِ حق میں قدم جب بھی مصلے پر گئے

تیرے در پر مانگنا وجہِ پشیمانی نہ تھا
دینے والے کو نہ دیکھا اور دامن بھر گئے

سُرخ روہوں کے دہی جو لوگ دنیا سے پیام
دل میں عشقِ اہلِ بیتِ مُصطفیٰ لیکر گئے

قطع

عرشِ عظم سے چلا طرزِ سخاوت دیکھ کر
دہر کا سورہ بہ عز و شان نیچے آ گیا

دستِ زہرا کی لطافتِ نفسِ زہرا کی کشش
روٹیاں اوپر گئیں تر آن نیچے آ گیا

مُفلس کے جھونپڑے سے کرن پھوٹی ہوئی کیوں
دولت کے مقبروں کو یہی ناگوار ہے
گل کر دیا ہے وقت کے جھونکوں نے ہر چراغ
روشن بس ایک میسرادلِ داغدار ہے
بابوس ہو کے سو گئے سب جاگت اہوں میں
نیند آئے کیا کسی کا مجھے انتظار ہے

زہرا ترے عمل پہ زمانہ نثار ہے
تفسیر تیری بہرِ عدو ذوالفقار ہے

وہ دبیرہ کہ تختِ حکومت لرز گیا
وہ معرکہ کہ قلعہ خیمہ نثار ہے
وہ باپ جو ہے سید و سردارِ کائنات
وہ ماں کہ جس کا دستِ کرم یادگار ہے
وہ سختِ دل کہ جو ہیں تمنّیٰ رسولؐ کی
وہ ہم سفر جو دوشِ نبیؐ کا سوار ہے

سج معصومہ

مانا بدن پہ پیرِ مہنِ زر نگار ہے
چہرہ تو کہہ رہا ہے کہ دل داغدار ہے
ہنستے ہو کیوں عشرِ یوں کے پیوند دیکھ کر
اس دور میں تو سب کی قبا تار تار ہے
کیا جانے کس صدی کی سزا پار ہے ہیں لوگ
جسموں کو بے سکون نہ دلوں کو تڑپا رہا ہے
نیلام ہو رہی ہے محبت کی آبرو
اس دور میں تو عشق بھی اک کاڑھا رہا ہے
اکھڑا پڑا ہوا ہے سیاست کا ہر ستون
بس اک بنائے صبر تھی جو پائیدار ہے

قصیدہ در مدح فاطمہ الزہراء علیہا الصلوٰۃ والسلام

فاطمی ہے تو نہ یوں احسانِ صبح و شام لے
تجھ کو حق ہے خود خراجِ گردِ شیشِ ایام لے
ان کو ٹھکرا دے جو کھاتے رہے ہیں ٹھو کریں
اس کو دے آواز جو گرتے ہوئے کو تھام لے
رکھ لے ٹھو کر میں عسروں و خجروں شمشیر کو
موت بھی آئے تو اس سے زندگی کا کام لے
بیٹھ کر گھر میں تو سب کرتے ہیں ان کا تذکرہ
ہے مزاجِ دار پر چڑھ کر علیؑ کا نام لے
اے مسلمان غیبتِ حق کی دل آزاری نہ کر
دل دکھایا جس نے زہرا کا نہ اس کا نام لے
بادہ و ساغر کا کیوں اس انجن میں نام لے
مدحِ معصوم سے غافل آیتوں سے کام لے

لمّا تھا جس کی چھاؤں میں حیدر کو بھی سکون
تیرا وجود وہ شجرِ سایہ دار ہے
ہاتھوں میں آبلے ہیں تو قدموں میں دُوجہاں
وہ شانِ بے کسی یہ حدِ اختیار ہے
گودی میں پل رہی ہے پیسہ کی زندگی
حسینؑ سے نہیں ہے یہ مقصد سے پیار ہے
وہ مامبت کہ بندِ کفن ٹوٹنے لگے
وہ حوصلہ کہ حق پہ بھرا گھر نثار ہے
سامانِ زندگی پہ تصدق ہو زندگی
گھر میں بس اک ردا ہے اور اک ذوالفقار ہے
ناراض ہو گئیں تو کہاں جاؤ گے پیام
زہرا نہیں ہے رحمتِ پرور دگار ہے

□□

ذکرِ بتولؑ

کیسے ہو کوئی دہر میں ہمسر بتولؑ کا
کرتے تھے احترامِ پیمبر بتولؑ کا
وہ سجدہ گاہ اور یہ سُوروں کی درس گاہ
کعبہ ہے قبلہ، قبلہ نما گھر بتولؑ کا
جا کر ذرا نگاہِ پیمبر سے پوچھئے
قرآن سے کم نہیں رُخِ انور بتولؑ کا
ہر سانس پر نثارِ دُعا الم کی عصمتیں
تطہیر کا کمال ہے پیکرِ بتولؑ کا
بیٹے شبابِ خلد، پدرِ ختمِ مُرسلیں
سرتاجِ کائنات ہے شوہرِ بتولؑ کا

سُورہ کوثر کہاں ہے چوم لے دستِ بتولؑ
آیہِ تطہیر سے کہہ دو کہ داماں تھام لے
آگئیں خاتونِ جنت کھل گیا بابِ کرم
بھیک اپنی زندگی کی مذہبِ اسلام لے
فاطمہ کو گود میں دے کر پیمبرؐ نے کہا
اے خدیجہ اپنے احسانات کا انعام لے
ازم گاہِ خیر و شر میں کون ہے جز فاطمہؑ
ذوالفقارِ مُرتضیٰ کا جو زباں سے کام لے
ایسی بی بی کون ہے بنتِ پیمبرؐ کے سوا
وقتِ مشکل ہاتھ جو مشکل کشا کا تھام لے
دیکھ پھر کس طرح کھلتا ہے درِ بابِ قبول
اے دُعائیں کرنے والے فاطمہ کا نام لے
ذکرِ معصومہؑ کے اہلِ باطل ہے پیغام
مَدَحِ کر ایسی کہ دشمن بھی کلیجہ تھام لے

سیرت گری پہ آیہ تطہیر کو ہے ناز
مدحت سرا ہے سورہ کوثر بتول کا
قرآن کے سامنے کوئی کیا مدح کر سکے
یوں تو پیغام بھی ہے ثنا گر بتول کا

□□

قطعہ

یوں تو کب یورش افواج ستم گر نہ ہوئی
کم مگر عظمتِ اولادِ پیمبر نہ ہوئی
جس نے روکی تھی سرِ راہ حسن کی میت
خبر خود اس کو زمانے میں میسر نہ ہوئی

ایک شعر

ہو منکر کیوں درو دیوار کو سجانے کی
علی کا نام ہے زینتِ غریب حنائے کی

معصوم سب ہیں مردوں میں اک دوسر کی مثل
کب عورتوں میں ہے کوئی ہمسر بتول کا
تاریخ ہے گواہ کہ ہر دور ظلم میں
حق کی پناہ گاہ بنا گھر بتول کا
وہ دین اک فیبر وہ اسلام ایک جھوٹ
جس پر نہیں ہے سایہ چادر بتول کا
سلاخزاں نے جب تو بڑھی اور تازگی
مہکا کیا ہر ایک گل تر بتول کا
دینِ خدا پہ کر دیا بیٹوں کو بھی نشانہ
شرمندہ کرم ہے پیمبر بتول کا
کیجے طوافِ کعبہ مگر یہ بھی سوچے
ہے آبروئے بابِ حرم در بتول کا
اس دین کا وقار گھٹائے گا کوئی کیا
جس دین پر لٹا ہے بھرا گھر بتول کا

بنتِ رسولؐ

ہر درسِ عمل آلِ پیغمبرؐ ملے گا
جو کچھ بھی ملے گا وہ اسی گھر سے ملے گا
آج احمدِ مرسل کو جو دار سے ملے گا
ہم جیسے غریبوں کے مقدر سے ملے گا
دل خالی ہیں جن کے غم اولادِ نبیؐ سے
قطرہ نہ اُسے ساتی کوثر سے ملے گا
زہرا کے دیلے سے دُعا مانگ کے دیکھو
ہے جس کی طلبِ خالقِ اکبر سے ملے گا
اے بنتِ نبیؐ! تیرے چراغوں کے تصدق
کعبہ کو اُجالا بھی ترے گھر سے ملے گا

وہ آبلہ ہاتھوں میں لیے ہیں جسے بی بی
تولو گے تو وزن اس کا بھی خیبر سے ملے گا
بیوندوں سے جو ہوگی عنبرِ بہوں کو ندامت
تب دل کو سہارا تری چادر سے ملے گا
زہرا کو کہیں دفن کرو شیرؐ الہی
ٹکڑا ہے پیمبرؐ کا پیمبرؐ سے ملے گا

□□

قطعہ

اپنے اوصاف کی کلیوں کو اکٹھا کر کے
گوذھا معبود نے خود اپنے ولی کا سہرا
ایسی شادی کہیں دُنیا میں نہ دیکھی نہ سُنی
آج تک پڑھتا ہے قرآنِ عسلی کا سہرا

صلحِ حسن کی بنیادوں پر کرب و بلا تعمیر ہوئی
جس کے عمل کی خاموشی نے زورِ علی دکھلایا ہے
مرگئے کتنے مرحب و عنتر ایک قلم کی جنبش سے
پردہ باطل کے چہرے یوں تو نے سرکایا ہے
ڈرتے ہیں اربابِ سیاست اب بھی تیری ہیبت سے
جب بھی تیرا نام لیا باطل کو پسینہ آیا ہے

□□

قطعہ

اس آسے پر دل بے قرار زندہ ہے
کوئی تو اشکوں کا ائیدوار زندہ ہے
غمِ حسین کو بدعت ذرا سنبھل کے کہو
ابھی حسین کا اک سو گوار زندہ ہے

عیدِ رمضان

روزہ دارو! آج کا روزہ، روزِ مسرت لایا ہے
جنت کا پہلا شہزادہ گھر میں علی کے آیا ہے
روزہ خوروں کیا مطلب؟ عید، ہی روزہ داروں کی
ساتی نے افطار کی خاطر حجام ولا چھلکایا ہے
عید پہلے عید آئی ہے خانہ شیرداز میں
پہلی خوشی کا دن زہرا کو مالکے دکھلایا ہے
ہامِ حسن رکھا ہے نبی نے حکمِ خدا سے بچے کا
نانا کا انداز نواسے نے ورثے میں پایا ہے
اپنی قبا سے اس کا بدن مجوب الہی پوچھیں گے
عصمت کے پانی سے جس کو قدرت نے نہلایا ہے

نراشتا ہے جو تیشہ جہاں میں تاج محل
تو یہ سجاتا ہے انجیل ڈھالتا ہے زبور
قصیدہ ہو کہ رباعی، سلام ہو کہ غزل
ہزار شکل میں ہوتا ہے اک قلم کا ظہور
وہ چپ ہیں ان کی تصانیف دے رہی ہیں صدا
قلم کی بزم میں زندہ ہیں اب بھی اہل قبول
وہ ایک بوند سیاہی جو اس کی نوک پہ ہے
لیے ہے اپنے جلو میں حیات کا منشور
قلم نے کر دیا محمود غزنوی کو ذلیل
قلم کے سامنے بے بس سکندر و تیمور
یہ منزل عظمت ہے کہ وَالْقَلَمُ کہہ کر
قلم کی خود ہی قسم کھا رہا ہے رب غفور
لکھا حسن نے جو باطل سے صلح کا دستور
علیٰ کی تیغ کا سر جھک گیا قلم کے حضور

صلح حسنؑ

قلم دلوں کا اُجالا قلم دماغ کا نور
قلم کی گود میں پلتا ہے آدمی کا شعور
نہاں ہے اُس کی سیاہی کے ایک قطر میں
برائے وادیِ عسراں ہزار جملوہ طور
قلم کی ضرب سے فولاد مانگتا ہے پناہ
قلم نے کر دیئے لاکھوں پہاڑ چکنا چور
ہزاروں باریہ منظر جہاں نے دیکھا ہے
قلم نے توڑ دیا خنجرِ ستم کا عنبرور
چھری کا زخم تو ہوتا ہے مُندل لیکن
قلم کی نوک چبھی اور ہو گیا ناسور

خاموش جنگ

احمد کے نواسوں پہ فرشتوں کی نظر ہے
اب سجدوں کے قابل قدمِ نوحِ بشر ہے
یہ سیرتِ اولادِ پیغمبر کا اثر ہے
دُنیا میں بلند آج بھی اسلام کا سر ہے
افکار ہیں یا حق کے لیے ٹھوس دلائل
کردار ہیں یا دین کی قسمت کی سحر ہے
جو سانس ہے وہ رُوح ہے ہر ایک صدی کی
جو لمحہ ہے وہ حاصلِ ہر شام و سحر ہے
سُکھی ہوئی روٹی پہ گزر ہوتا ہے لیکن
دروازہ سخاوت کا کھلا آٹھ پہر ہے

کفن بنا دیا کاغذ کو صلح نامے کے
اور اس پہ صلح کی شرطوں کا رکھ دیا کاغذ
اتار دی امویت نے اپنے رُخ سے نقاب
حسن کی صلح نے کچھ اتنا کر دیا مجبور
حسن کی صلح کی تفسیر کر رہے ہیں حسینؑ
یہ ایک رات کی مہلت نہیں شبِ عاشق
پیامِ تذکرہ آلِ مصطفیٰ کے سوا
کسی کی مدح پہ راضی نہیں دلِ مغرور

□□

دُشمن

قصرِ سفید کو جو سمجھتے ہیں سجدہ گاہ
وہ لوگ کر رہے ہیں نیابتِ رسولؐ کی
دُنیا کی اس محمّٰرِ احمرؑ پہ ہے نگاہ
پوری کرے گا آ کے جو حسرتِ رسولؐ کی

تاریخ کی رفتار سے غافل نہیں ہوتے
بدلے ہوئے حالات پہ ہر لمحہ نظر ہے
وہ جنگ کا میدان ہو یا صبر کی منزل
ہر حال میں اونچا علم فتح و ظفر ہے
اک لمحہ بھی رکتی نہیں کردار کی شمشیر
باطل کو بہر حال مفر تھی نہ مفسر ہے
کب صلح کی منزل ہو کہاں جنگ کا میدان
یہ راز مشیت ہے انھیں اس کی خبر ہے
احمد کی تمنا ہے توحید کا جگر ہے
دھڑکن دل اسلام کی زہرا کا پسر ہے
اس طرز شجاعت سے جہاں زیر و زبر ہے
اخلاق کی تلوار محبت کی سپر ہے
خاموشی کردار میں بھی کتنا اثر ہے
ٹوٹی ہوئی معنہ و سیاست کی کمر ہے

باطل کو ہمیشہ کے لئے کر دیا باطل
اے معترض صلح ترا دھیان کدھر ہے
اللہ ترے تری صلح کی شہرطوں کی بلاغت
جو لفظ ہے وہ معجزہ فکر و نظر ہے
فرزند کو سر دینے کی کرتا ہے وصیت
بیعت کا سوال اٹھے گا اسکی بھی خبر ہے
دامن میں حکومت کے ہیں بس داغِ ندامت
دولت ترے اسلام کی اب بھی ترے گھر ہے
نیند آتی نہیں شام کے حاکم کو سکوں سے
اس صلح میں بھی ضربتِ حیدر سا اثر ہے
کر لیتا ہوں کچھ ذکرِ پیامِ آلِ نبیؐ کا
اعلانِ ہنر اور نہ دعوائے نظر ہے

یہاں مزدور ہے دونوں جہاں کا حاکم و مولا
یہاں تختِ خلافت کی جگہ اک بوریا بھی ہے
یہاں مہرِ نبوت بھی ہے قدموں کے تلے لیکن
یہاں دوشِ امامِ وقت پر اک بیلچہ بھی ہے
یہاں ہر ہر نفس ہے معجزہ صبر و شجاعت کا
سن گردن میں ہر ہاتھوں میں زورِ کبریا بھی ہے
سمٹ کر آگیا ہے پائے بسم اللہ کے نقطے میں
اسی گھر میں یہی خاموش قرآن بولتا بھی ہے
یہاں ہر فرد پر یورش ہے آلام و مصائب کی
مگر ہر فرد دنیا کے لیے مشکل کشا بھی ہے
یہاں حق کی رضا پر نفس اپنا بیج دیتے ہیں
یہیں ہر ہر نفس پر منحصر حق کی رضا بھی ہے
یہاں اوّل سے آخر تک محمد ہی محسوس ہیں
یہیں فیضانِ حق کی ابتدا بھی انتہا بھی ہے

علم کے دروازے

فضائے اتمان بھی ہے ضیائے لافتن بھی ہر
نبی کی آل کا گھر مرکزِ نورِ خدا بھی ہے
اسی در پر فرشتے فخر سے کرتے ہیں درباری
اسی گھر کا عقیدت کیشِ عرشِ کبریا بھی ہے
اسی در پر کھلے ہیں علم اور حکمت کے دروازے
یہیں معصوم ہونٹوں پر سلونی کی صدا بھی ہے
یہاں ہر اک حبیب پر جلوہ گر ہے خونِ مظلومی
یہیں مظلوم کے ہر درد اور دکھ کی دوا بھی ہے
اسی در پر جھکنا ہے زمانہ اپنی پیشانی
وقارِ نوعِ انسانی اسی در پر بڑھا بھی ہے

حسین ابن علیؑ پر بھی اطاعت فرض تھی تیری
 شریک صلح تیرا فاتح کرب و بلا بھی ہے
 تیرے بیٹے نے مرکز کربلا میں کر دیا ثابت
 یہی انکار بیعت خود حسنؑ کا مدعا بھی ہے
 تیری مدحت سرائی کا صلہ مانگوں تو کیا مانگوں
 ترا مدحت سرا ہونا بذات خود صلہ بھی ہے
 پیام حق نوا کو نعمتیں تجھ سے ملیں کی کیا
 ترا عاشق بھی ہر پیر و بھی ہر مدحت سرا بھی ہے

□□



یہیں ہیں دامن عصمت کی زینت لوگو و مر جان
 یہیں آغوش زہرا میں نبیؐ کا لاڈلا بھی ہے
 یہیں پھیلی نکبتیں آفاق میں گلہائے زہرا کی
 معطر دوش محبوبِ الہی کی فضا بھی ہے
 سلام اے تاجدار صلح اے اخلاق کے پیکر
 تیری خاموش سیرت در ثندار لافتنی بھی ہے
 صداقت پر تیری شاہد ہے خود صلح حدیبیہ
 ترا اقدام کردارِ نبیؐ کا آئینہ بھی ہے
 ابھی بیعت کا طالب سامنے آیا نہیں ورنہ
 یہی صلح حسنؑ اپنی جگہ پر کر بلا بھی ہے
 نبیؐ کے بعد افضل ہے زمانے میں پدر تیرا
 جو دستِ کبریا بھی اور شاہِ لافتنی بھی ہے
 ترا بھائی کہ جس کے خون کے قطروں میں تابندہ
 جلالِ مرتضیٰ بھی ہے جمالِ مصطفیٰؐ بھی ہے

مصلحت کا یہ تقاضا تھا کہ رکھ دی ذوالفقار
 زورِ بازو ورنہ شیرِ کبریٰ سے کم نہیں
 اے علیؑ کے لال تیرے جوصلوں کو مرجبا
 فکر ہے ایماں کی اپنی زندگی کا غم نہیں
 صلح کے فانوس میں دیکھو صداقت کی ضیا
 چل رہی ہیں آندھیاں تو شمع کی مدھم نہیں
 آج بھی صلحِ حسنؑ کے نام سے لرزاں ہو کفر
 تیرہ صدیاں ہو چکی ہیں دل کی دھڑکن کم نہیں

آدمی کہتے نہیں دُنیا میں ہم اس کو پریم
 جس کی آنکھیں اُلفتِ آلِ نبیؐ میں نم نہیں

□□



ضربِ حسنؑ

اہلِ دُنیا ہوں خفا لیکن ہمیں کچھ غم نہیں
 فتح کا اعلان ہے مظلوم کا ماتم نہیں
 وہ درِ آلِ نبیؐ ہے وہ ہے گلزارِ ارم
 دوستو! اس راہ میں کوئی بھی پیچ و خم نہیں
 چنچ اٹھے اہلِ سیاست اب جگر میں دم نہیں
 صلحِ شبرِ ضربتِ شیرِ خدا سے کم نہیں
 سانس بھی لیتا نہیں ہے صلح کا مارا ہوا
 یہ وہ کاری زحمت ہے جس کا کوئی مرہم نہیں
 صلح کی منزل ہو یا وہ جنگ کا میدان ہو
 بھاگنے والوں میں اربابِ ریا ہیں ہم نہیں

شکست ظلم کو میداں سے ہٹ کے دینا
حسن کا کام تھا ہراک کے بس کی بات نہیں
بہو بچ چکا ہے ستم اپنی حد آحسرت تک!
سحر ہے صُلم کی عاشور کی یہ رات نہیں

یہ مصلحت تھی جو خاموش رہ گئے درنہ
علیٰ کی تیغ نہیں یا علیٰ کے ہاتھ نہیں
نبیؐ کی زلف ہے مٹھی میں دیکھ لے غافل
کبھی نہ کہنا کہ قبضے میں کائنات نہیں
بچھا ہے خوانِ کرم فیض کبھے حاصل
حسن کی بزم ہے جائے تکلفات نہیں

□□

ایک شعر

پۓ عدو بھی محبت سے کام لیتے ہیں
شریف لوگ یونہی انتقام لیتے ہیں

سبِ اکبرؐ

جہاں میں یوں تو کسی شے کو بھی ثبات نہیں
مگر رسولؐ کے گھر کے لئے یہ بات نہیں
نبیؐ کے لال نہ ہوتے تو دین مٹ جاتا
یہ واقعات ہیں غافل تخیلات نہیں
وہی مزاج وہی حوصلہ وہی ایشار
اک آیتؐ نبیؐ کا احسنؐ کی ذات نہیں
حسنؐ کی صلح ہو یا جنگ شاہِ کرب و بلا
یہ فیصلے ہیں مشیت کے حادثات نہیں
لگا کے صلح کا پھندہ گلوئے باطل میں
کہا حسنؐ نے کہ جا اب تری نجات نہیں

خانہ حیات پر پہنچا چھوڑ کر غیروں کا در
 عقل انسانوں سے بڑھکر چرخ کے تارے میں ہے
 یہ بتنا صلح حسن پر کرنے والے اعتراض
 رائے کیا تیری نبی کی صلح کے بارے میں ہے
 ہر لبِ آیت پہ ہے اعلانِ انکارِ حسین
 نغمہ صلح حسن و شر آں کے ہر پائے میں ہے
 صلح کا پردہ ہٹا کر دیکھ جنگِ کربلا
 ایک منظر اور اس خاموش نظائے میں ہے
 فاطمہ کے گھر میں اُترا عرش سے اک آفتاب
 روشنی جس کی ثوابت اور سیائے میں ہے
 سلوٹیں ماتھے پہ سطریں سورہ رحمن کی
 معنی والشمس روشن تیرے رخسارے میں ہے
 لوریاں دیتی ہیں زہرا آیتِ شران سے
 جنبشِ قلبِ پیغمبر تیرے گہوارے میں ہے

ذکرِ حسن

دوستو! رکھا ہی کیا صدام بچائے میں ہے
 یعنی بس آواز ہی آوازِ نقارے میں ہے
 اس کو اندازہ نہیں ہے قوتِ کردار کا
 وہ سمجھتا ہے کہ سارا زور طیارے میں ہے
 روس و امریکا کی یہ میساکھیاں گرجائیں گی
 اتنی قوت آج بھی اسلام کے دھارے میں ہے
 ظلم و استبداد کے ہاتھوں ٹکے گا کب تک
 بے گناہوں کا لہو جس قصر کے گارے میں ہے
 جنگ خود ہی چھیڑ کر دیتا ہے نغمہ صلح کا
 کیسا کیا شغبِ ظالم کے پٹارے میں ہے

مدحِ امام حسنؑ

یہ اہل بیتِ پاک کا اعلانِ عام ہے
مومن پہ ہر یزیدؑ کی بیعتِ حرام ہے
ڈرتا نہیں وہ گردشِ لیل و نہار سے
جس کے لبوں پہ آلِ پیغمبرؐ کا نام ہے
مکرا نے مجھ سے آئی تھیں دُنیا کی مشکلیں
یہ کہہ کے ہٹ گئیں یہ علیؑ کا غلام ہے
تیرا قلم ہے یا کہ عسلی کی حسام ہے
ایسا الٹ دیا کہ نہ کوفہ نہ شام ہے
اس کو شکست دے یہ کسی کی محال کیا
عباسؑ جس کے قوتِ بازو کا نام ہے

ہو گئی سیراب دُنیا جب اٹھا دستِ کرم
دیکھ کتنا جوش اس عظمت کے فوارے میں ہے
توڑ کے نوکِ مسلم سے تو نے یہ بتلادیا
کچھ نہیں ہر بس ہوا باطل کے غبارے میں ہے
دوستو! احسان ہے یہ شبر و شبیر کا
روشنی اب تک جو ہر مسجد کے مینارے میں ہے
شاعری کی آبرو کہتے ہیں ہم اس کو پیام
ذکرِ اولادِ پیغمبرؐ جس ادبِ پارے میں ہے

□□

دو شعر

مٹا نہیں ہے بُوزِ دُسلان کا جگر
صدیوں سے بے وطن ہے محبتِ رسولؐ کی

کیا حاجیوں میں رُوحِ بلا لی کہیں نہیں
اک اک سے پوچھتی ہر یہ تربتِ رسولؐ کی

آئینہ صلح

مرجبا! صلّ علی آلِ پیغمبر کا چیلن
 بھر گیا دولتِ کردار سے حق کا دامن
 ان کی عصمت پہ ہے خود آیہ تطہیر گواہ
 ہے کوئی ان میں حسین اور کوئی ان میں حسن
 بیٹھ جائے کوئی یا اٹھ کے کھڑا ہو کوئی
 ہیں بہر حال سبھی قلبِ نبی کی دھڑکن
 آئینہ خسانہ عصمت میں محسوس ہیں سبھی
 ایک دل ایک دماغ ایک نظر ایک چیلن
 ایک کی ایک ہے تصویر باندازِ کمال
 ایک کا ایک ہے آئینہ بعنوانِ حسن
 ہر نفسِ دینِ الہی کی حفاظت کا سوال
 ہر گھڑی سنّتے ہیں اسلام کے دل کی دھڑکن

قضے میں ذوالفقار بھی ہے اور قلم بھی ہے
 معلوم ہے اُنھیں کہ کہاں کس کا کام ہے
 بغضِ اُن سے رکھ کے ذکرِ الہی حرام ہے
 تسبیحِ فاطمہؑ کا یہ سہلا امام ہے
 خیرِ مینِ الفِ شہر کی تفسیر دیکھو
 تمہیدِ شامِ قدرِ ولادت کی شام ہے
 قرآن سے پہلے بولتا مشرآن آگیا
 اللہ کا یہ کتنا حیس انتظام ہے
 سرِ دارِ کائنات کو نام نہ بنا لیا
 اے فاطمہؑ کے لال یہ تیرا ہی کام ہے
 ہاتھوں میں سب کھڑے ہیں قصیدے لیے ہوئے
 جنت کے در پہ شاعروں کا اڑدھام ہے
 (۱۹۸۹ء - ابوظہبی)

ان کا کردارِ شیت کی مکمل تصویر
 ان کی سیرت ہے کہ اسلام کے چہرے کی پھین
 ان کی تیغ سے لبریز ہے دامنِ حدیث
 ان کی توصیف میں دارِ ہمتا ہے قرآن کا دامن
 انہیں کلیوں سے معطر ہے گلستانِ حیات
 انہیں پھولوں سے ہے شاداب صداقت کا چین
 مطمئنِ قلب کی وسعت کو کوئی کیسا سمجھے
 خود پشیمان ہیں یہاں آ کے سبھی رنج و محن
 خود ضرورت ہو تو روٹی بھی بدقت ٹوٹے
 بہرِ اسلام جو آجائیں تو پھر قلعہ شکن
 ان کے کردار سے قائم بشریت کا وقار
 ان کے احساں سے نہ اٹھے گی بشر کی گردن
 کتنی دلکش ہیں یہ اسلام کی دو تصویریں
 سُرخِ خونِ حسینِ آئینہٴ صلحِ حسن

کھینچ لی کف کے چہرے سے خلافت کی نقاب
 جامہٴ راہبری میں جو چھپے تھے رہساز
 دبدبہٴ صلح کا وہ اور وہ جہادِ خاموش
 توڑ دی جس نے عنبر و راموی کی گردن
 قہر حق پوچھتا ہے مرضیِ عصمت کیا ہے
 ان کی پیشانی اقدس پہ جو آجائے شکن
 کربلا تیری سیاست کی رہیں احساں
 خونِ شبیر میں ہے صلح تیری جلوہٴ منگن
 رشک آتا ہے ترے فن کی بلندی پہ پیام
 مدحتِ آلِ نبیؐ ہے ترا موضوعِ سخن

□□



نام ہے فشر آن جس مجموعہ آیات کا
غور سے دیکھا تو تیری مدح کا دفتر ہے وہ
صلح میں اور جنگ میں بس اتنا ہی تو فرق ہے
ضرب پیغمبر ہے یہ اور ضربت حبیب ہے وہ
صلح کی ہر شرط باطل کے لئے ہے ذوالفقار
لکھ دی جو تحریر ظالم کے لئے خنجر ہے وہ
کہتی تھی دشتِ بلا میں حضرت قاسم کی جنگ
مقصدِ شہر ہے جو مقصدِ شہر ہے وہ
شام کے حاکم سے بادِ صلح اٹھ سکتا نہیں
اک ورق کاغذ نہیں بلکہ درخبر ہے وہ
مل گیا اک لقمہ جس کو تیرے دستِ خوان سے
در حقیقت نازشِ دارا و سکندر ہے وہ

اک نگاہِ لطف ہو سُوئے پیامِ اعظمی!
تیری چوکھٹ کا غلام اور تیرا مدحت گر ہے وہ

بَشْرَ رَمَضَانَ

وقت ہے افطار کا صہبا ہے وہ ساغر ہے وہ
جونہ ایسے میں پیئے انساں نہیں پتھر ہے وہ
کہتی ہے رفعتِ سوارِ دوشِ پیغمبر ہے وہ
سر جھکائے جونہ اس کے سامنے خود سر ہے وہ
اے مورخ کیوں دورا ہے پر کھڑا ہے سوچ لے
وہ ہے دربارِ خلافتِ فاطمہ کا گھر ہے وہ
کہہ سکے حاکم سے میرے جد کے منبر سے اتر
حوصلہ جس میں ہو ایسا صاحبِ منبر ہے وہ
صلح کر لی دینِ حق کی زندگی کے واسطے
ورنہ حیدر کی طرح سے ضعیفِ داور ہے وہ
کٹ گئی باطل کی رگ رگ صلح کی شمشیر سے
اہلِ دنیا جس کو سمجھے تھے قتلِ نثر ہے وہ

بیٹھ جائیں کہ اٹھیں، صلح کریں یا کہ جہاد
ایک ہی شکل ہر آئینہ کردار میں ہے
پیش کرتا ہوں وہ مطلع جسے سن کر محفل
بول اٹھے گی صداقت ترے افکار میں ہے
فتح اسلام کی ہر منزل کردار میں ہے
صلح میں بھی وہی طاقت ہے جو قلعہ دار میں ہے
لافش کہتے ہیں جس کو وہی عزم محکم!
صبر میں ہے کبھی پنہاں کبھی پیکار میں ہے
سبط اکبر تری بے تیغ لڑائی کے نثار
خاموشی چھائی ہوئی لشکر کفار میں ہے
ہٹ گئی کفر کے چہرے سے خلافت کی نقاب
کھنتی ہیبت تری خاموشی کردار میں ہے
وہ تری صلح کی شریطیں تھیں کہ ضربِ حید
آج تک جس کی جراحت دلِ کفار میں ہے

خاموشی کردار

اس حقیقت کی خبر لشکرِ کفار میں ہے
اُلفتِ آلِ نبی ہر دلِ بیدار میں ہے
یہ سبق ان کے غلاموں سے ملا ہے ہم کو
زندگی کہتے ہیں جس کو رسدِ دار میں ہے
ان کی اُلفت کا اثر ہے کہ عنبرِ رِاموی
بے حقیقت نگہ، مینم تمسار میں ہے
کیسے کافی ہو کہ شران کی تحریر ہے یہ
اور مفہوم تو معصوم کے کردار میں ہے
ان کو دُنیا سے غرض کیا ہے کہ خود ہی دُنیا
ہاتھ پھیلائے ہوئے آل کی سرکار میں ہے
سب محمد ہیں علی ہوں کہ حسن ہوں کہ حسین
فرقِ کردار نہ گفتار نہ رفتار میں ہے

عظمتِ حسینؑ

فریب زہد و ریاضت تو جھوٹِ علم و یقین
 ترے بغیر نہ دُنیا ہے کوئی چیز نہ دیں
 کہاں کے کعبہ و مسجد کہاں کے علم و عمل
 جو تو نہیں تو کسی شے کا اعتبار نہیں
 الگ ہو تجھ سے تو دھوکا ہے دعوتِ اسلام
 جدا ہو تجھ سے تو افسانہ ہے یہ شرعِ مبیں
 ترے کمال کا صدقہ ہے صدق ہو کہ صفا
 تیرے جمال کی بھیک آسمان ہو کہ زمیں
 ترے عمل کی ہے خیراتِ عظمتِ کردار
 نزاکتِ تیری کمائی کی علم اور یقین
 ترا کرم کہ بھرا گھر لٹا دیا تو نے
 تری عطا سے ہے لبریز آج کا سہ دیں

کہہ رہی ہے لبِ خاموش سے خود تیغِ علیؑ
 واہ کیا شانِ ترے صبر کی تلوار میں ہے
 زینتِ کرب و بلا ہے ترے فرزند کا خوں!
 تیری شرکت بھی تمے بھائی کے ایتار میں ہے
 فاتحِ کرب و بلا صلح میں ہے تیری شریک
 تیرا انکار بھی شبیر کے انکار میں ہے
 زہرِ دینا یہ بتاتا ہے کہ ظالم ہمارا
 صلح سے حشرِ پناشام کے دربار میں ہے
 دیکھتا ہوں کہ چٹائی کے سوا کچھ بھی نہیں
 جانتا ہوں کہ کمی کیسا تری سرکار میں ہے
 آفریں تجھ کو ادب پر ترا احساں ہے پیام
 ذکرِ مدوحِ الہی تیرے اشعار میں ہے

□□

ناریخ کے جھروکوں سے

کہیں مَرْحَبِ نظر آیا کہیں غنترِ نظر آیا
 رہِ اسلام میں ہر معرکہ خیرِ نظر آیا
 حرمِ والوں کی محفل میں بھی یہ منظرِ نظر آیا
 کہیں صہبائے کہیں شیشہ کہیں ساغرِ نظر آیا
 لیڈروں کا مجاہد نام اس مذہب نے رکھا تھا
 غنیمتِ جان کر لوٹا اُسے جو گھرِ نظر آیا
 اُجالے میں جسے دیکھا تھا مسی میں مُصلّے پر
 اندھیرے میں ہی میخانے کے اندرِ نظر آیا
 جگر کہتے ہیں جس کو دردِ انسانی سے خالی تھا
 جسے کہتے ہیں دل پہلو میں اک پتھرِ نظر آیا

ہے جسمِ پاک پہ زخموں کی کوئی حد نہ شمار
 مگر سکون کے ماتھے پہ اک شکن بھی نہیں
 بجھا دیا شبِ عاشور تو نے ایک چراغ
 جلا کے قلبِ بشر میں ہزاروں شمعیں بقیں
 تیری اَجل سے ملی دینِ کسبِ یا کو حیات
 ترے لہو سے ہے روشن رسولِ حق کی حبیں
 ثبوتِ ذاتِ خدا تیرا سجدہ آخر
 متاعِ اشہد اَن لا الہ تیری نہیں
 ترے عمل کے ہیں ممنون اب خلیل و کلیم
 پیغمبروں میں بھی تیری کوئی مثال نہیں
 سربِ نیاز جھکاتا ہے اپنا چرخِ بریں
 تیرے لہو نے بڑھایا ہے انا و زن زمین

سناں کی نوک پہ دیتا تھا تیرا سر یہ صدا
 کٹا کے سر بھی جہاں میں ہیں سربلند ہمیں

غریبوں کا لہو مالِ غنیمت انکی نظروں میں
 جہاں پہونچے قدم ان کے وہیں محشر نظر آیا
 نمایاں تھی سیاہی دل کی سجدوں کا نشان بیکر
 کر اک دھبہ حبسین آدمیت پر نظر آیا
 کھلی تھیں ہر طرف ظلم و ستم کی سیکڑوں راہیں
 متقل کعبہ امن و اماں کا در نظر آیا
 یہ سوچا تھا قرآنِ اسلام کے دامن میں لگا
 یہاں آئے تو جینا اور بھی دُوبھر نظر آیا
 قدم واپس پلٹنے ہی کو تھے پھر کفر کی جانب
 کہ اتنے میں درِ اولادِ پیغمبر نظر آیا
 لگا ہیں جاگ اٹھیں سر جھک گیا دل پر ٹھک
 ستارہ نجات کا اوج ثریا پر نظر آیا
 جمالِ پنجتن سے یوں نظر کا زوہ بدلا
 جواب دیکھا تو بت خانہ خدا کا گھر نظر آیا

جسے کعبہ سمجھتے تھے وہ بُت خانہ ہوا ثابت
 موحد جان کر جس سے ملے، آذر نظر آیا
 بہت تھے رحمۃ للعالمین کے ماننے والے
 مگر ہر ایک ظلم و جور کا پس نظر آیا
 عبادت ایک دھوکا تھی شریعت ایک سازش تھی
 مسلمان جس کو سمجھے تھے وہ بازی مگر نظر آیا
 جو دستِ فضیلت باندھ کر اس بزم میں پہونچا
 بالآخر دیدہ عبرت کو ننگے سر نظر آیا
 قبائے زہر کے اندر ہوس کے بدنام دھتے
 جو بُت تھا آستین میں ذہن کے اندر نظر آیا
 سنا تھا خاکساری شیوہ اہل خلافت ہے
 جو دیکھا تو ہر اک دارِ اداسکندر نظر آیا
 نہ پوچھو کیا صلہ ملتا تھا اطہارِ صداقت کا
 زبانِ میثم تمار پر خنجر نظر آیا

فروغِ لالہ زارِ دین پیغمبرِ نظر آیا
 لہو بے شیر کا جب اُس کے چہرے پر نظر آیا
 جو قبضہ اہل باطل کا سرِ منبرِ نظر آیا
 تو پھر وہ بولتا قرآن نیرے پر نظر آیا
 ملا اک مستقل عنوان تاریخِ عبادت کو
 جو اُس کا سجدہ آخرتہ خنجرِ نظر آیا
 ملک کو معترف ہونا پڑا انساں کی عظمت کا
 رہ حق میں جب اُس کا مختصر لشکرِ نظر آیا
 عقیدہ ہی نہیں بلکہ یہی ہے تجربہ اپنا
 نہ پایا جس میں اُس کا غم وہ دل پھر نظر آیا
 پیامِ آلِ نبی کی مدح کا اعجاز ہی یہ بھی
 کہ جس نے لکھ لیے دُشمنِ منبر پر نظر آیا

□□

تہی دامن جسے سمجھے تھے وہ فضلہ ہوئی ثابت
 جسے مفلس سمجھتے تھے وہی بُو ذرہ نظر آیا
 جدھر دیکھا محبت ہی کا دریا موجزن دیکھا
 جسے دیکھا کمالِ رحمتِ داورِ نظر آیا
 نظر آئے کئی رخ ایک ہی تصویرِ عصمت میں
 کوئی احمد کوئی زہرا کوئی حیدرِ نظر آیا
 بنی کی گود میں دیکھا تو ایک صلح مجسم تھا
 کنارِ صابرہ میں صبر کا پسیرِ نظر آیا
 ہوا بیدار ذوقِ محِ خوانی قلبِ شاعر میں
 قلم آگے بڑھا مطلع یہ کاغذ پر نظر آیا
 سرِ دوش نبی دیکھا تہِ خنجرِ نظر آیا
 جہاں پہنچا دقارِ دین پیغمبرِ نظر آیا
 اگر کہہ دوں خلیل اللہ کا ہمسرِ نظر آیا
 تو پھر کہنا پڑے گا اور بھی بڑھ کر نظر آیا

نبی کی آل کی سیرت ہے یا اک بولتا قرآن
 معتمد تھی کتاب اللہ اس تفسیر سے پہلے
 طہارت بن کے آیا آیہ تطہیر سے پہلے
 کہ اُمتِ اصل کو پہچان لے تصویر سے پہلے
 ترے بے جان سجدے کس کے کام آئینگے اے زاہد
 سبقِ سجدوں کا لے جا کر درِ شبیر سے پہلے
 بہتر پہلوؤں میں ایک جیسے دل دھڑکتے ہیں
 یہ ہم رنگی کہاں تھی لشکرِ شبیر سے پہلے
 وجودِ ذاتِ باری کی دلیل اور اتنی مستحکم
 کسی مذہب میں کب تھی سجدہِ شبیر سے پہلے
 سلام اے فاطمہ کے چاند اے اسلام کے سورج
 اندھیرا تھا عقیدوں میں تری تنویر سے پہلے
 ترے جلووں میں روشن ہو گئیں اسلام کی قدیں
 کہ ہر تصویر پہناں تھی تری تصویر سے پہلے

شبیر سے پہلے

رگ گردن بڑھے گی غخبہ و شبیر سے پہلے
 تصور بھی نہ تھا اس کا کبھی شبیر سے پہلے
 درو دیوار پر پڑھتے ہیں اسی معمار کا کلمہ
 جو دے نبیٰ د میں اپنا لہو تعمیر سے پہلے
 اسی پر ناز فرماتی ہے خود اللہ کی رحمت
 عنایت و دشمنوں پر جو کرے تعزیر سے پہلے
 ازاں دی ہو تہِ شمشیر جس نے خشک ہونٹوں سے
 زباں پر اس کا نام آئے نہ کیوں تجیر سے پہلے
 بنا دیتا ہے جو بگڑی ہوئی قسمت زمانے کی
 خدا اس کی رضا لیتا ہے ہر تقدیر سے پہلے

یہ آنکھیں بے بصیرت تھیں جب اشکِ غم نہ ٹپکا تھا
یہ دل تھتہ تھا تیرے دردِ عالمیگر سے پہلے
زمین گرم پہ کھلتے ہوئے ایماں کے گل بوٹے
کہاں دیکھے تھے تیرے خون کی قطیر سے پہلے
اُجالا تیرے غم کی شمع کا بیدار ذہنوں تک
پہنچ جاتا ہے ہر واہ کی تنویر سے پہلے
وہ حربہ ظلم کا ہر اسلحہ جس سے پناہ مانگے
نہیں دیکھا کسی نے خندہ بے شیر سے پہلے
سنبل لے کر ملے اب سعیِ لاحاصل سے کیا حاصل
کہ اصغر کر چکا ہے دارِ اپنا تیر سے پہلے
جو چمکی کر بلا میں اور جلایا شام کا خرمن
وہ بجلی کب گرمی تھی خندہ بے شیر سے پہلے
تصور ٹھوس بنیادوں پہ عصمت اور شرافت کا
نہ تھا بے پردگی نہ مینبِ دلگیر سے پہلے

دلوں میں ان کی یاد آتی ہے جب تدبیر سے پہلے
مثبت کہتی ہے لبیک ہر تقدیر سے پہلے
حقائق نقطۂ مہموم تھے شبیر سے پہلے
کہ ہر تصویر تھی پردے میں اس تصویر سے پہلے
مری طرزِ نگارش پر زمانہ رشک کرتا ہے
تمہارا نام کھ دیتا ہوں ہر تحریر سے پہلے
پیام آیا سرِ منبر وقارِ شاعری بن کر
یہ رتبہ کب ملا تھا مدحتِ شبیر سے پہلے

□□

اے ذاکرِ ان شہِ مظلوم واہ واہ
نم نے مجاہدوں کو مجاور بنادیا

قدرت نے شاعرانِ عبرت کے جواب میں
تیرا قصیدہ لکھ دیا اتم الکتاب میں
وہ انبیاءِ سہی مگر اب تیرے سامنے
آتا نہیں ہے کوئی ننگہ انتخاب میں
اے شہسوارِ دوشِ رسالت تو ہی بتا
معیار کیا بنے تری عظمت کے باب میں
کی ہے وہاں سے سبطِ جمیہ نے ابتدا
تمت جہاں لکھا تھا عمل کی کتاب میں
کرب و بلا بسا کے زمیں کو کیا بلند
ورنہ دھڑکیا ہے جہانِ خراب میں
سو کھیلے لبوں پہ وہ ترے بے شیر کی منہی
کافی ہے سائے ظلم و جفا کے جواب میں
نوکِ سناں پہ محو تلاوت ہے سر ترا
یا جان پر گئی ہے خدا کی کتاب میں

زندہ کتاب

پہونچی جو زمِ آلِ رسالت آب میں
جلوے سمٹ گئے ننگہ انتخاب میں
اشکوں سے دھل چکے ہیں فرشتو! سبھی گناہ
اب ڈھونڈتے ہو کیا مرے فردِ حساب میں
آؤ یہاں بھی کرتے چلیں سجدہ نیاز
کعبہ بھی آگیا ہے رہ بُو تراب میں
آلِ نبی سے ہٹ کے رہ حق کی ہے تلاش
دیوانو! آؤ ڈھونڈ رہے ہو سراب میں
اگر نبی کے لال نے بخشا اسے سکوں
تھا مدتوں سے دینِ خدا اضطراب میں

ذکرِ حسینؑ

مظالم تھک کے سر اپنے گریبانوں میں ڈالے ہیں
 حریفِ عسکرمِ انسانی نہ خنجر ہیں نہ بھالے ہیں
 انہیں مشکل ہے کیا چاہے جہاں ساحل بنا ڈالیں
 جو خود اپنے لہو میں اپنی کشتی کھینے والے ہیں
 جفا میں تیری تجھ کو اے جفا جو خود ہی دس لیں گی
 یہ شمشیریں نہیں ہیں آستیں میں سانپ پالے ہیں
 گلوئے خشک پر روکا ہے جن کو ہنس کے شیروں نے
 وہ تیر ظلم ظالم پر پلٹ کر آنے والے ہیں
 بچا سکتا نہیں تجھ کو تیرا قصرِ حکومت بھی
 تعاقب میں ترے فوجیں نہیں بکس کے مالے ہیں

چلتا ہے وقت دیکھ کر نقشِ قدم ترا
 تیرا ہی نام آتا ہے ہر انقلاب میں
 کرب و بلا سے ہو کے گزر جاؤ اے پیام
 اب کوئی پیچ و خم نہیں راہِ صواب میں

□□

قطعہ

ڈھالے ہوئے افانے سُنا دیتے ہو
 محفل کو طلسمات بنا دیتے ہو
 کروٹ بھی بدلنے نہیں پاتی ملت
 تم لوریاں دے دے سُلا دیتے ہو

شہیدوں کے لہو کا فیصلہ ہو کون روکے گا
 وہی زندہ رہیں گے جو وفا پر مرنے والے ہیں
 لہو کے پاک قطرے لالہ و گل بن کے ابھر رہے گے
 گلستاں لہلہائیں گے جہاں پر خوں کے تھالے ہیں
 طلب بیعت کی ہے یا چیونٹیوں نے پر نکالے ہیں
 یہ ظالم آج خود ہی اپنے ہاتھوں مرنے والے ہیں
 دلوں پر آج تک قائم ہے قبضہ ابن زہرا کا
 نہ ہیں وہ شام کی فوجیں نہ کوفے کے رسالے ہیں
 نرپتی ہے علی کی تیغ اک پیاسے کے ہاتھوں میں
 فلک پر حضرت جبریلؑ اپنے پر سنبھالے ہیں
 گلے بڑھ بڑھ کے حملے کر رہے ہیں تیغ و خنجر پر
 حسینی جنگ کے انداز بھی کتنے نر والے ہیں
 ہیں جن سے آج تک سیراب قدریں آدمیت کی
 زمین گرم سے پیاسوں نے وہ زمزم نکالے ہیں

سلام اے فاطمہؑ کے چاند اے اسلام کے سورج
 لہو سے اپنے لاکھوں چاند سورج تو نے ڈھالے ہیں
 عرب کی سرزمین تو خیر مطلع ہے ترا لیکن
 فضائے ہند میں بھی تیری عظمت کے اُجالے ہیں
 یزیدیت کو ننگا کر دیا ہے بزم ہستی میں
 رُخ باطل سے تو نے ساد پر دے فوج ڈالے ہیں
 ترے بچوں کے تیور جنگ کے میداں میں کہتے تھے
 یہ فوجیں سمجھی ہو بھی ہیں یہ لشکر دیکھے بھالے ہیں
 جگر ہے اکبر و عباسؑ کا معصوم سینوں میں
 یہ بچے ہیں مگر بشیرؑ کی گود سی کے پالے ہیں
 ہے ناکام آج تک نجیبہ گری اہل سیاست کی
 قبائے سلطنت میں تو نے اتنے چاک ڈالے ہیں
 علیؑ نے خانہ حق سے ہٹا یا لات و عزیزی کو
 دلوں کے بُت مگر جانِ علیؑ تو نے نکالے ہیں

مدح حسینؑ

ہم اربابِ نظر ہیں معتقد بس ایسے رہبر کے
جود انسان کا دھڑکا سکے سینے میں پتھر کے

ہزاروں راہزن روکے ہوئے تھے راستہ اپنا
درجہ در تک آپہنچے دھنی تھے ہم مقدّم کے

سفینے پر میرے مولا علیؑ کا نام لکھا ہے
گزر جاتے ہیں طوفاں دور ہی سے سر کو خم کر کے

جو روکے راہِ حق ہم اس بزرگی کے نہیں قائل
کہ مٹ مٹ ہی تو ہیں مٹی کے ہوں یا سنگِ مہر کے

کہاں تک ساتھ دیتے زندگی میں اہلِ دنیا کا
کہ وہ ہیں بندہ زار اور ہم ساتھیِ ابودر کے

نہ جانے کیوں اُتر جاتا ہے چہرہ اب بھی لوگوں کا
سُنا دیتے ہیں ہم جس وقت قصّے فتحِ خیبر کے

ترے ہاتھوں پہ صدقے جن پر ہر بے شیر کی میت
کہ وزن کا رہا اے انبیاء اس دم سنبھالے ہیں
فدائے دردن کر کی ہے یوں پیغمبر ہی تو نے
جولانِ مذہب ہیں وہ بھی تیرا کلمہ پڑھنے والے ہیں

تیری سیرت نگاری کی حدود میں آکے ٹوٹا ہر
غور اس کا کہ ہم نے عِلم کے دریا کھنگالے ہیں

ادب اک قطرہ بے مایہ ہے دریائے عظمت کا
تخیل بے بضاعتِ فکر کے پاؤں میں چھالے ہیں

تہی لفظوں کا دامن ہے نظیریں گمِ مثالیں چپ
اگر کچھ ہیں تو بس تیرے اب وجد کے حوالے ہیں

ترے جلوں نے خیرہ کر دیا ہے چشمِ شاعر کو
کہ خود سُورج پہ سورج کی شعاعیں پردہ ڈالے ہیں

(۱۹۶۴ء فیض آباد) □□

شہیدِ کربلا

بنا ہے عشق کی ان منزلوں پر آشیاں اپنا
جہاں دامن بچا لیتی ہیں خود ہی بجلیاں اپنا
مری روزی ہوئی راہوں کو سب منزل سمجھتے ہیں
ہمیشہ وقت کے آگے رہا ہے کارواں اپنا
خود اپنے خون میں ڈوبے خود اپنے خون میں بھر
ہزاروں بار دنیا لے چکی ہے امتحاں اپنا
گوہی دے رہی ہے آج تک پھولوں کی شادابی
خود اپنے خون سے سینچا ہر ہم نے گلستاں اپنا
ہو واجب بھی تسلط ظلمتوں کا صحن گلشن پر
ہمیں نے روشنی کر دی جب لا کر آشیاں اپنا

مے ہیں اس طرح کردار آپس میں بہتر کے
کہ تھے پیوند جیسے فاطمہ زہرا کی چادر کے
دل زینب کی دھڑکن قوت بازو ہیں شہر کے
نبی کے لال زہرا کے پسر بیٹے ہیں جیل کے
نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و کعبہ و شراں
علی کے سخت دل یہ سب ہیں پروردہ تے در کے
لعین کہتے تھے شہ کو دیکھ کے دریا سے ہٹ جاؤ
سمجھ لو یہ بڑے بھائی ہیں عباس دلاؤ در کے
لہو سے تو نے تاریخ حیات مصطفیٰ لکھ دی
قلمِ رشدی کا اب لکھا کرے قصے جہاں بھر کے
مسلمانو! قیامت میں انہیں کی سلطنت ہوگی
ہیں ماں خاتونِ جنت اور پدر ساقی ہیں کوثر کے

بغاوت ان سے کر کے کیا نبی کو منہ دکھاؤ گے
بس اتنا جان لو محبوب ہیں محبوبِ داور کے

حرم ہو کر بلا ہو شام ہو کوفہ ہو مشہد ہو
 گلستاں کھل گئے ٹھہرا جہاں بھی کارواں اپنا
 خزاں کی گود میں وہ پھول سا کھلتا ہوا چہرہ
 زمانے کو ابھی تک یاد ہو گا باغباں اپنا
 لگی تھی جب لب صدق و صفا پر مہر خاموشی
 زبانِ زندگی بن کر اٹھتا تھا بے زباں اپنا
 اکیلے سر کیا دار و رسن کا مرحلہ ہم نے
 خدا شاہد نہیں کوئی شریکِ داستان اپنا
 ہمارے سامنے تخت و حکومت کی حقیقت کیا
 نبیؐ کے دوش پر چلتا ہے میر کارواں اپنا
 حسینؑ آئے پیمبر کو ملا آرام جاں اپنا
 تبسمِ ریزہ ہے کعبہ کہ پایا پاسباں اپنا
 نبیؐ کر جائیں گے ان کے حوالے دیں کا مستقبل
 چماتے ہیں زباں شاید بنائیں ترجمان اپنا

گزار ہی زندگی اپنی بساطِ خاک پر لیکن
 بنایا ہے سرِ عرشِ معلیٰ آشتیاں اپنا
 پلا دیتے ہیں پانی فوجِ دشمن بھی جو پیاسی ہو
 بنا لیتے ہیں خود قاتل کو اپنے میہاں اپنا
 زمانہ دیکھ لے آ کر علیؑ کے لال کی صورت
 نبیؐ دیں گے اسی پیکر میں اک دن امتحاں اپنا
 کبھی بابا کی گودی میں کبھی نانا کے کانڈیر
 نبیؐ سے صبرِ حیدر سے لیا عزمِ جواں اپنا
 نبیؐ سجدے میں ہیں اور پشت پر ہم حافظِ سجدہ
 اٹھائیں سر بھلا کیسے رسولؐ دو جہاں اپنا
 پیام اس مدحِ خوانی کا صلہ مانگے تو کیا مانگے
 یہی انعام کیا کم ہے بنایا مدحِ خواں اپنا

آج بھی تختِ حکومت کو نہیں ملنا مَستِ راز
ایک ہی ٹھوکر لگادی تھی شہِ ابرار نے
جل گیا سوزِ عطش سے سنگ و آہن کا غور
یہ بھی ہو سکتا ہے یہ سوچا نہ تھا تلوار نے
کربلا میں شاہِ دیں نے قتلِ بیعت کو کیا
شامِ میں دفنایا جا کر عابدِ بیمار نے
مصطفیٰؐ کے لختِ دل سے کر کے بیعت کا سوال
قبرِ خود اپنی بنالی لشکرِ کفار نے
ہے برتا آج بھی بن کر وفاؤں کی گھٹا
پھینکا تھا پانی جو عباسؓ علمبردار نے
لکھ دیا تاریخ کے ماتھے پہ حسرتِ لا الہ
لاج رکھ لی دین کی شبیر کے انکار نے

□□

انکارِ حسینؑ

تیغ کی دھاروں کا رخ موڑا لہو کی دھار نے
تیغ کا سر جھک گیا سجدے کئے تلوار نے
تشنگی نے چھین لی دریا کی ساری آبرو
ہاتھ جوڑے خشک لب کے سامنے منجھار نے
تھیں وہ پیاسوں کی صفیں یا آہنی دیوار تھی
راستہ پایا نہ بڑھنے کے لئے سو فار نے
سازِ بیعت بے صدا طبلِ حکومت ہر خموش
سب کو گونگا کر دیا زنجیر کی جھنکار نے
بھیجے تھے اپنے نمائندے پئے ایفائے عہد
ماں کی ممتا باپ کی شفقت بہن کے پیار نے

صلح ہو جنگ ہو یا قید و رستم کی منزل
جب بھی دیکھا وہی کردار کی عظمت دیکھو
جگہ گاتی ہوئی اسلام کی قسمت دیکھی
اک تجلی سی سر دوش رسالت دیکھی
ابن زہرا ترمی ہر ایک ادا کے حق
ہم نے قرآن میں اس شان کی آیت دیکھی
رجعت شمس ہوئی بہر نماز علوی
تیسرے سجدوں سے تو اسلام کی رجعت دیکھی
پشت پر حاصل سجدہ ہے جس میں سجدے میں
دیکھنے والو! پیغمبر کی عبادت دیکھی
اپنی عزت کا گلا تھا نہ تو فاتحوں کا خیال
دل تڑپ اٹھا جو ادروں کی مصیبت دیکھی
بچنے ہی میں بتاتا ہے ہر انداز قدم
گھر لٹا دیں گے جو اس کی بھی ضرورت دیکھی

دوش رسالت کی تجلی

حق عرفاں ملا دین کی رفعت دیکھی
دامن آل میں اللہ کی رحمت دیکھی
مختلف دور میں یک رنگی سیرت دیکھی
جتنے آئینوں کو دیکھا وہی صورت دیکھی
حق کا اعجاز ہیں احمد کے گھرانے والے
جس پہ ڈالی نظر اللہ کی رحمت دیکھی
یونہی ہر حال میں چلتی رہی کردار کی تیغ
یعنی ہر دور میں باطل نے ہزیمت دیکھی
عرش ہو کعبہ ہو یا دوش پیغمبر کی فضا
ہر جگہ روشنی شمع امامت دیکھی

ماہِ زمہ

جلوہ گاہِ سیرتِ آلِ عبا دیکھا کئے
آسماں والے زمیں کا مرتبہ دیکھا کئے
نفس کے ماحول میں کردار کی معصومیت
خود فرشتے آدمی کا حوصلہ دیکھا کئے
چودہ شمعوں کو جلایا حق نے اس تربیت
تابہ منزلِ روشنی کا سلسلہ دیکھا کئے
کتنی دیدہ زیب ہیں سیرت کی ہم آہنگیاں
ایک صورت ابتدا تا انتہا دیکھا کئے
آئینوں کو حق کے جھٹلاتے کہاں تک اہل کفر
ہر ادا میں معجزہ ہی معجزہ دیکھا کئے
ہو رہا تھا یوں تعارفِ اہل بیتِ پاک کا
ساکنانِ عرشِ زمہ صرا کی ردا دیکھا کئے

وجد کرنے لگا خود انجمنِ آرائے ازل
کربلا میں جو تیری بزمِ شہادت دیکھی
تیری اعجاز نگاہی نے بدل دی فطرت
جون کے دل میں بھی عباس کی ہمت دیکھی
اے دل و جان نبی تیرے لہو کے صدقے
کتنی نکھری ہوئی اسلام کی فطرت دیکھی
بن گئی موت ترے واسطے بیعت کی طلب
اے یزید! آلِ پیمبر کی جلالت دیکھی
میرے اشعار فرشتوں میں پڑھے جاتے ہیں
منکرو! آج تو مداح کی عظمت دیکھی
روک لی تیغ مگر جنگ نہ باطل سے رُکی
وارثِ زورِ علی تیری شجاعت دیکھی

□□

مفلسی حیراں کہ رکتا ہی نہیں سیلِ کرم
اہلِ زلفِ کثوں کا حوصلہ دیکھا کئے
تیسرا روزہ ہو یا وہ تین دن کی بھوک پیاس
روئے روشن پر جلالِ ہل آتی دیکھا کئے
تھک گئے تاویل کرتے کرتے اربابِ ریا
ہر جگہ قرآن میں ان کا تذکرہ دیکھا کئے
کس میں ہمت تھی چھپا دیتا جو تصویرِ رسول
چوہہ آئینوں میں عکسِ مصطفیٰ دیکھا کئے
بن گیا آخر وہ احساسِ شکستِ دائمی
فتح کا جو خواب برسوں اشقیاء دیکھا کئے
مجھ گئی شمعِ شبنم، جل اٹھے دل کے چراغ
اے شبِ عاشور، ہم تیری ضیاء دیکھا کئے
لے رہا ہے آج تک قلبِ دو عالم سے خراج
اے علیؑ کے لال تیرا دبہہ دیکھا کئے

یوں سمٹ آئے ترے دامن میں جیسے آج تک
صبر و ضبط و شکر تیرا راستہ دیکھا کئے
جب ہوا انکارِ بیعت کر بلا کی دھوپ میں
شیرِ زہرا کا اثر شیرِ خدا دیکھا کئے
ہو گئے اذہانِ روشن جگمگا اٹھے قلوب
چاند سورج ماہِ زہرا کی ضیا دیکھا کئے
سر پہ تیرے یوں ہوا تاجِ شہادتِ فوگل
دیدہ حسرت سے ہم کیا انبیاء دیکھا کئے
پھر نہ کھایا قومِ مسلم نے خلافت کا فریب
آج تک نافذ یہ تیرا فیصلہ دیکھا کئے
کتنے طوفاں چودہ صدیوں میں اٹھے ہوئے مگر
تجھ کو روشن اے چراغِ کر بلا دیکھا کئے
تیرا سجدہ ذاتِ باری کی ہے مستحکم دلیل
تیرا اندازِ امامت انبیاء دیکھا کئے

(۱۹۱۵ء - فیض آباد)

دل پہ شیطانوں کا قبضہ ہے تو پھر کیا فائدہ
جائیے مکے میں تپتے رہا یہ شیطان کو
موت ڈر کر کہاں جاؤ گے اے اہل ہوس
راستے جتنے ہیں سب جاتے ہیں قبرستان کو
نوک نینہ کی بلندی پر ازاں اب کون دے
سجدہ کرتا ہے خود انساں آجکل انسان کو
دولت دنیا کے پیچھے چل رہا ہے کلمہ گو
ڈھونڈھتا ہے دل مزاج بو ذرو سلمان کو
کاٹ سکتا ہے لہو سے اہل باطل کا گلا
جان دینے کا سلیقہ ہوا اگر انسان کو
کاش جاگ اٹھے دل مومن میں روح کربلا
ٹھوکروں کی ہے ضرورت ظلم کے ایوان کو
دے دیا آغوشِ مرسل میں علیؑ کی جان کو
فاطمہؑ نے رکھ دیا قرآن پر شہر آن کو

قرآنِ فاطمہؑ

ظلم کا مرتد بنا کر قصرِ عالی شان کو
دفن تو نے کر دیا بیعت کے ہر امکان کو
پھیلی ہے آلِ ابوطالب ستاروں کی طرح
ڈس گیا خود مسلم اولادِ ابوسفیان کو
جو قبائے مشک و عنبر دے گئے انسان کو
میتیں ان کی ترستی رکھیں لوہان کو
بے وفا ہے کس قدر یہ چار دن کی زندگی
تولیتی ہے ظلم کے کانٹے میں جو انسان کو
اُن یہ لفظوں کا تماشا کہتے ہیں اس کو غنی
بند دروازہ جو کر لے دیکھ کر مہمان کو

روشنی

درِ آلِ نبیؐ پر قسمتِ اہلِ یستیں چمکی
دلِ سلمات ہوا روشن ابوذر کی جبین چمکی
جہاں پہونچے قدم ان کے وہ خطہ ہو گیا روشن
جہاں ٹپکا لہو ان کا وہیں تقدیر دیں چمکی
بکھرتے جا رہے ہیں ہر طرف کردار کے جلوے
دلوں میں روشنی بکھری فلک چمکا زمیں چمکی
انہیں کے نام سے انسانیت کا اعتبار آیا
فرشتوں نے جھکایا سر جو آدم کی جبین چمکی
امامت کا شرف پایا انہیں کا معتمد بن کر
انہیں کی بزم میں تقدیر جبریلؑ ایسے چمکی
تکلم سے ہوئی ہیں آیتیں قرآن کی روشن
تبسم سے فضاے دوشِ حنتم المرسلین چمکی

نہ پہونچی دامنِ ایساں تک انگلی اہلِ بطل کی
قبائے سلطنت کی اڑچکی ہیں دھجیاں اکثر
لہو کا ایک قطرہ کس طرح طوفان اٹھاتا ہے
نگاہِ وقت نے دیکھا تو ہو گا یہ سماں اکثر
چراغِ فاطمہ زہرا کی کو مدھم نہیں ہوتی
اُٹھے ہیں بار بار طوفان چلی ہیں آندھیاں اکثر

□□

قطعا

مدح کی ہے خالقِ ارض و سما نے آپؐ کی
پہلے ہی تصدیق کی ہے انبیاءؑ نے آپؐ کی
کون دے سکتا ہے آخر اتنی عظمت کا جواب
جو تیاں ٹانگیں نصیری کے خدا نے آپؐ کی

سرِ محفل وہ مطلع عرض کرتا ہوں جسے سُن کر
کہیں گے اہل فن ہاں اب قصیدے کی زمیں چمکی
سرِ دوشِ نبی چمکی تہ تیغ لعیں چمکی
صداقت کی تجلی تھی جہاں پہونچی وہیں چمکی
حسینؑ انکارِ بیعت تیغ کے سلیہ میں کرتے ہیں
کلامِ پاک میں اب آیتِ فتح مٹیں چمکی
مبارک خون تیرا سرِ مہِ زہرا کے زانو پر
منور تیری صورت بھی ہر سیرت ہی نہیں چمکی
زمین کر بلا پر خون ہوا شبیر کا روشن
دیارِ شام میں زنجیرِ زین العابدین چمکی
اجل کی گود میں نکھڑا جمالِ اکبر مہر و
لہو میں ڈوب کر تصویرِ ختم المرسلین چمکی
زباں پر جس گھڑی نام آگیا ابنِ علی تیرا
دلوں سے ظلمتِ شرمٹ گئی شمعِ یقین چمکی

تیرا انکارِ بیعت خوفِ گن ہے اب بھی دُنیا میں
مگر وہ شمعِ بیعت بعد تیرے پھر نہیں چمکی
حسینی آستان پر سر جھکانا عرض ہے اپنا
مگر وہ آتشِ بیعت جہاں میں پھر نہیں چمکی
دفا کی تیغ بن کر خود ہی چمکا تھا سرِ مقتل
مگر عباسؑ کی تلوار میدان میں نہیں چمکی
تمہارا لال بنتِ مصطفیٰ کا بن گیا بیٹا
تمہارے شیر کی دھار آج لے ام البنین چمکی
بنایا مدح خواں اپنا کرم یہ کم نہیں ان کا
پیام اب کیوں کہوں ان مری قسمت نہیں چمکی

(۱۹۹۳ء - الہ آباد)

□□



قبائے سلطنت کی یوں اڑائیں دھجیاں تو نے
 کہ اب تک غرق ناکامی گروہ بخنیہ کا راں ہے
 لٹاکے اپنا گھر عتّٰز بچائی ہے بیوں کی
 ترا انکار بیعت ہے کہ ناموس رسولان ہے
 خدائے دروین کر کی ہے یوں پیغمبری تو نے
 کہ ہر اک منکر تو حید بھی تیرا مسلمان ہے
 ترے سوکھے ہوئے ہونٹوں نے وہ زمزم بہائے ہیں
 خدائے کوثر و تسلیم بھی جس کا ثنا خواں ہے
 کھلائے آبِ خنجر میں وہ ایماں کے کنول تو نے
 معطر آج تک جس سے مشامِ دین وایاں ہے
 ترا شے دل بنائے ذہن ڈھالا ہے مزاجوں کو
 کہ جو اک مور بے ماہ تھا ہمدوشِ سلیمان ہے
 جلا دین زندگی کی راہ میں سیرت کی قندیلیں
 جو مشتِ خاک تھا وہ افتخارِ بزمِ امکاں ہے

حسین ابن علیؑ

نہ فکر خشک سالی ہے نہ خوفِ بادِ باراں ہے
 چمنِ اسلام کا پروردہِ خونِ شہیداں ہے
 جہازِ زندگی پر ابنِ حیدر تیرا احساں ہے
 بتایا ڈوب کر تو نے یہ ساحل ہے نہ طوفاں ہے
 سلام اے فاطمہؑ کے چاند اے اسلام کے سراج
 اُجالے میں ترے تقدیرِ انسانی درختاں ہے
 نبیؐ کی دوش ہو یا نوکِ نیزہ کی بلندی ہو
 تری رفعت کے آگے عرشِ اعظم بھی پیشاں ہے
 تیری مظلومیت کا راج ہے قلبِ دوعالم پر
 غرورِ تخت و تاج و سلطنت سر در گریباں ہے

فتح مظلوم

تیرے عمل کی بات جو گلشن میں آگئی
 بجلی خود آ کے میرا نشیمن بنا گئی
 اٹھی تھی بحر صبر سے اک موج تشنگی
 جلتی ہوئی زمین پہ زمزم بہا گئی
 زخموں کے گل کھلے تو مہکنے لگی حیات
 ٹپکی لہو کی بوند تو گلشن کھلا گئی
 جلتی ہوئی زمین سے کوثر ابل پڑے
 موت آ کے زندگی کے خزانے لٹا گئی
 اللہ سے تیرے ناز نبوت اٹھا گئی
 مخدوم جہاں تیرا جھولا بھلا گئی

صلے غیب آئی ہوگی اے فرزندِ زمہ سزا تو
 مرا بندہ ہے لیکن خالقِ کردارِ انساں ہے
 شیت جائزہ لے گی جب اُن کے کارناموں کا
 صدا دیں گے یہ پیغمبر میرے بیٹے کا احساں ہے
 قیامت تک نہ مڑھائیں گے اب اخلاق کے غنچے
 شہیدوں کی ضمانت میں شریعت کا گلستاں ہے
 دیارِ کربلا جس پر تصدقِ جنت و کوثر
 جہاں کا ذرہ ذرہ درسِ گاہِ نورِ انساں ہے

۱۹۵۶ء

□□

اے فاطمہؑ کے نورِ ترے فیضِ نور سے
دوشِ رسولِ حق کی فضا جگمگا گئی

پھیلی کچھ اس طرح تہی سیرت کی روشنی
پیشانی کتابِ حشر ا جگمگا گئی

نیزے پہ جب طلوع ہوا فاطمہ کا چاند
اسلام کی حیات اُجالوں میں آگئی

کتنی عظیم تھی شبِ عاشور کی وہ شمع
جو بجھ کے بھی چراغِ دلوں کے جلا گئی

سارا عہدِ درِ خجستہ و شمشیر توڑ کے
”مظلومیتِ حسینؑ کی عالم پہ چھا گئی“

۱۹۶۹ء - الہ آباد

□□

سجدہٴ آخر

کچھ پیمبرؐ سے کچھ اولادِ پیمبرؐ سے ملا
جو بھی دُنیا کو ملا ہے وہ اسی در سے ملا

کس طرح ہوتا ہے انساں پہ صحبت کا اثر
یہ سبقِ سیرتِ سلمان و ابوذر سے ملا

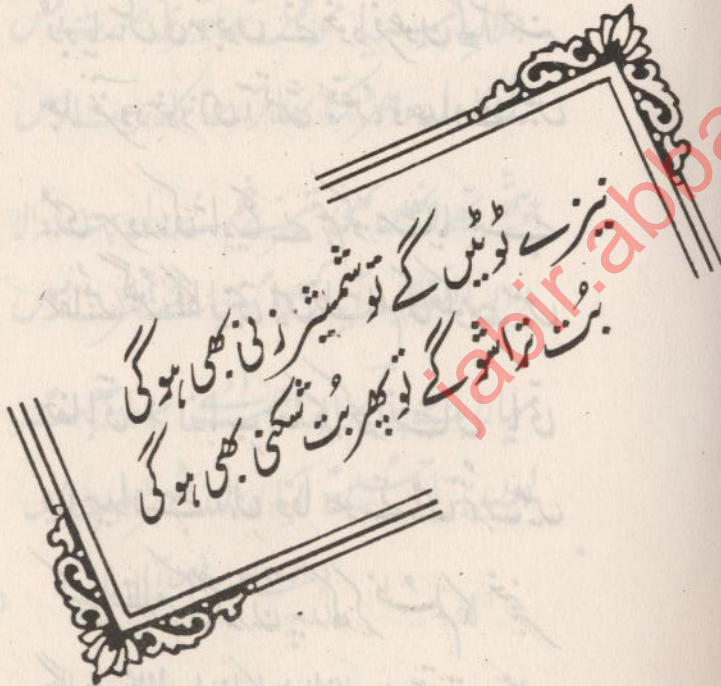
نہ حکومت سے نہ طاقت سے نہ لشکر سے ملا
دینِ خالق کو فروغِ آلِ پیمبرؐ سے ملا

کعبہ کیا ہوتا جو ہوتی نہ عسلی کی چوکھٹ
ذوقِ سجدوں کا جینوں کو اسی در سے ملا

ہم نشیں! جھوٹ ہے وہ دین وہ اسلامِ فریب
سلسلہ جس کا نہ اولادِ پیمبرؐ سے ملا

عصمت و عزت و توقیر کا مفہوم ہے کیا
یہ پتہ حضرت زینبؓ کے کھلے سر سے ملا
یوں ہی ہر اک کو پیمبرؐ کا خلیفہ نہ سمجھ
پہلے کردار کو کردارِ پیمبرؐ سے ملا

□□



کتنی بے رنگ تھی تاریخِ شریعت پہلے
حسنِ اسلام کو ذہرا کے گلِ تر سے ملا
فتحِ افواج کی کثرت پہ نہیں ہے موقوف
یہ سبق جنگ کے میدان میں بہتر سے ملا
اے دل و جان رسالت تری عظمت کے بشار
تیری منزل کا پتہ دوشِ پیمبرؐ سے ملا
اتنا محکم نہیں دنیا میں کوئی حق کا ثبوت
وقتِ آخر جو ترے سجدہِ داود سے ملا
آیتیں بول اٹھیں تیرے لہو سے دھل کر
درسِ شہرِ آن کا نیرے پتیرے سر سے ملا
رنگِ اسلام کے چہرے کا نکھرتا ہی گیا
غازہ وہ خونِ گلوئے علیؑ اصغرؑ سے ملا
صبحِ یثرب سے ملی شامِ حبشہ کے گلے
جَوں کا خون بھی خونِ علیؑ اصغرؑ سے ملا

کچھ اتنی ذلتیں بھردی ہیں تو نے رسم بیعت میں
 یہ مُردہ پھر کبھی اٹھانہ تابوتِ خلافت میں
 زمانہ ہو گیا لیکن سنبھلتا ہی نہیں اب تک
 ترے قدموں کی وہ ٹھوکر لگی تحتِ حکومت میں
 تراشیدہ خلافت کی اڑا کر دھجیاں تو نے
 برہنہ کر دیا باطل کو بازارِ سیاست میں
 جلالِ کسریا محو عمل تھا تیری صورت میں
 نبی کا دل دھڑکتا تھا ترے انکارِ بیعت میں
 جو پھر تھے انہیں بھی تیرے غم نے دل بنا ڈالا
 نہ آیا انقلاب آیا کبھی دُنیا نے فطرت میں
 سہارا ہے پیامِ اپنا عجزِ سبطِ پیغمبر
 لبوں پر یا حسین آیا تو دل ٹھہرا مصیبت میں
 (۱۹۶۵ء - فیض آباد)

شہیدِ کربلا

ازل سے ہے یہی تحریرِ قانونِ مشیت میں
 کہ ظالم دفن ہو جائیں گے خود قبرِ مذلت میں
 ڈبویا نیل کی موجوں نے خود فرعون کو آحمر
 جلا نمرود خود ہی آتشِ بغض و عداوت میں
 یہی ہر دور کی تاریخ نے ہم کو بتایا ہے
 جفا میں گھن لگا دیتی ہیں ظالم کی حکومت میں
 جفا باقی نہ اربابِ جفا کا کچھ نشان باقی
 وفا بیدار ہے اہلِ وفا سوتے ہیں تربت میں
 کسی مظلوم کی گردن پہ رکھ کر ظلم کا خنجر
 گلا خود ظالم اپنا کاٹ لیتا ہے حقیقت میں

اُمید کُفر و ضلالت پہ پر گیا پانی
 لبِ حسین پہ جس دم سوالِ آب آیا
 خدا کا نام بھی لیتا نہیں جہاں کوئی
 وہاں بھی تذکرہ ابنِ بو تراب آیا
 بدن تمام خود اپنے لہو میں ڈوب گیا
 مگر نہ رُخ پہ کوئی رنگِ اضطراب آیا
 ہر انقلاب ہے آوازِ بازگشتِ حسین
 وہ یاد آگیا جب کوئی انقلاب آیا
 وہ نامُراد ٹھکانا جسے کہیں نہ ملا
 درِ حسین سے آیا تو کامیاب آیا

□□



رُوحِ انقلاب

جو زیرِ بحث کبھی حشرِ انقلاب آیا
 زباں پہ تذکرہ ابنِ بو تراب آیا
 رسولِ حق نے صدا دی مرا ثاب آیا
 کتاب بول اٹھی صاحبِ کتاب آیا
 ہر ایک ملک کی خاطر ہر اک صدی کیلئے
 حسین آئے کہ پیغامِ انقلاب آیا
 وہی جلال، وہی بانچین، وہی تیمور
 نبی کی شان سے فرزندِ بو تراب آیا
 برہمنہ کر دیا سبطِ نبی نے جب باطل
 پہن کے چسکر پہ اسلام کی نقاب آیا

دُنیا یہ سمجھتی ہے زلفیں ہیں رسالت کی
 شبیر کے ہاتھوں میں نبضیں ہیں شریعت کی
 جن ہاتھوں کو بوسہ دے اللہ کا پیغمبر
 بیعت وہ کریں کیسے اربابِ کدورت کی
 اے آبروئے کوثر دشمن ہیں تم سے ابتر
 آباد ہوئی تجھ سے آغوش رسالت کی
 تو وقت کا حیدر ہے تو ضیغم داوڑ ہے
 کر دی ہے تہِ خنجر تکمیل شجاعت کی
 ہے دوشِ پیمبر بھی زینہ تری منزل کا
 حدِ پانہ سکی دُنیا اب تک تری عظمت کی
 اب سجدہ حُنا لے میں آئیں گی تری یادیں
 لکھی ہے ترے خوں نے تاریخِ عبادت کی
 تلواریں کے سائے میں تسبیح پڑھی تو نے
 نوکِ سر نیزہ پر فشر آں کی تلاوت کی

عزمِ حسینؑ

جلوے یہ صداقت کے، تدریں یہ محبت کی
 اسلام میں جو کچھ ہے خیرات ہے عترت کی
 ہے آل کے ہاتھوں میں اسلام کا مستقبل
 بیکار ہے ہر سازش، بنائے سیاست کی
 ناکام کوئی سائل کب پلٹتا ہے چوکھٹ سے
 کب روک سکے فاقے موجوں کو سخاوت کی
 ہر حال میں یہ دُنیا محتاج ہے عترت کی
 یہ دُکھتی ہوئی رگ ہے اربابِ حکومت کی
 کب صلح کی منزل ہے کب جنگ کا موقع ہو
 حالات کے ہر رخ پر نظریں ہیں امامت کی

علمدارِ وفا

ہزاروں بار گزرا ظلمتوں کا قافلہ اب تک
مگر لوٹے ہے ہیں تشنہ لب کے نقشِ پیا اب تک
بجھا دی پیاس تو نے اس طرح عشق و محبت کی
زمانہ ہو گیا سیراب ہے رُوحِ وفا اب تک
ترا پر چسپم نہیں ہے اک پناہ گاہِ صداقت ہے
کہ جس کی چھاؤں میں سرسبز ہو دینِ خدا اب تک
حدیں عصمت کی چھوتی ہے تیرے کردار کی رفعت
نہ آیا ذہنِ انسانی میں تیرا مرتبہ اب تک
جہاں پہونچا دیا تھا تیری ہمت کی بلندی نے
بڑھی آگے وہاں سے پھر نہ تائیں وفا اب تک

ادوارِ سیاست نے ڈالے تھے کئی دھبے
دھو دی ہے ترے خوں نے تصویر رسالت کی
انکار کی ہیبت نے تائیں بدل دی ہے
پھر کرنے سکی دُنیائے ہمت کبھی ہیبت کی
شبیر نے کاٹا ہے کٹوا کے گلا اپنا
اسلام کے پیروں میں بیڑی تھی خلافت کی
راہوں میں پیغام اپنی اشکوں کا اُجالا ہو
آنسو نہ انھیں سمجھو شمعیں ہیں ہدایت کی

□□

نیرس ڈیٹس گے تو شیر ذنی بھی ہوگی
مٹ نہ تو گے تو بھر مٹ سکی بھی ہوگی

تاجدارِ وفا

طوفان ہٹ رہے ہیں دامنِ بچا بچا کے
یہ کون رکھ گیا ہے شمعِ وفا کے
حیرت سے دیکھتے ہیں ظلم و ستم کے شعلے
گزر رہے بجلیوں میں کون آشیاں بنا کے
دستِ ستم سے چھٹ کر کیوں گر رہے ہیں خنجر
دیکھا ہے سوئے لشکر کس نے نظر اٹھا کے
تلوار کا نبتی ہے ناوک لرز رہے ہیں!
کس نے پہن لیا ہے دل کو زہر بنا کے
جلتی ہوئی زمیں سے زمزم ابل رہے ہیں
پیاسا کوئی اٹھا ہے اپنا لہو بہا کے

شجاعت ناز کرتی ہے ترے ضبطِ شجاعت پر
تیرا کردار ہے نوبِ بشر کا معجزہ اب تک
نہ دی ہوتیں اگر اپنے لہو کی سُرخیاں تو نے
جہاں سے مٹ گئی ہوتی رہ و رسمِ وفا اب تک
علی کے شیر کے قبضے میں دریا آگیا جب نے
کسی پر پھر نہ کوئی بند پانی کر سکا اب تک
امامت کا علم عباس نے اک دن اٹھایا تھا
امامت خود اٹھائے ہے علم عباس کا اب تک

□□



شمع و بنا

طوفاں گزر رہے ہیں دامن بچا بچا کے
یہ کون رکھ گیا ہے شمع و بنا جلا کے
دستِ ستم سے چھٹ کر کیوں گر رہے ہیں خنجر
دیکھا ہے سوئے لشکر کس نے نظر اٹھا کے
تلوار کا نپتی ہے ناوک لرز رہے ہیں
کس نے پہن لیا ہے دل کو زہر بنا کے
جلتی ہوئی زمیں سے زمزم ابل رہے ہیں
پیاسا کوئی اٹھا ہے اپنا لہو بہا کے
انگڑائیوں نے کس کی محشر اٹھا دیا ہے
ٹکرا رہی ہیں فوجیں کونے کے در سے جا کے

مژدہ کوئی سنا دے اُم البنیں کو جا کے
دریا بہا دیے ہیں عباس نے وفا کے
لمچل مچی ہوئی ہے لشکر میں اشقیاء کے
ایک اور مرتضیٰ ہے اب گھر میں مرتضیٰ کے
ناقہ بنے تھے جس کا محبوب کبریا کے
وہ ناز کر رہا ہے خود تیرا ناز اٹھا کے
آغوش میں ہے ماں کی لیکن سکون نہیں ہے
بھائی کو ڈھونڈتا ہے نظریں اٹھا اٹھا کے
حیدر کی آرزو میں انسان بن گئی ہیں
یا مسکرا رہے ہیں ارمانِ فاطمہ کے

□□



میلادِ بادِ فنا میں تم بھی پیساں جا کر
 محفل کو کردارِ روشن مطلعِ نیا سنا کے
 بلچسل مچی ہوئی ہے لشکر میں اشقیا کے
 اک اور مُرتضیٰ ہے اب گھر میں مرتضیٰ کے
 آغوش میں ہے ماں کی لیکن سکون نہیں ہے
 بھائی کو ڈھونڈتا ہے نظریں اٹھا اٹھا کے
 ناتہ بنے تھے جس کا محبوب کبریا کے
 وہ ناز کر رہا ہے خود تیرے ناز اٹھا کے
 جیدر کی آرزو میں انسان بن گئی ہیں
 یا مُسکرا رہے ہیں ارمانِ فاطمہ کے
 تیری مثال لاؤں آخر کہاں سے جا کے
 اب تک ہے تو اکیلا میدان میں وفا کے
 تیری وفا کی قیمت جنت ہے اور نہ کوثر
 پانی بھرا تھا تو نے اپنا لہو بہا کے

تاریخِ کربلا کا عنوان اور ہوتا
 قربان تو نہ کرتا اگر حوصلے وفا کے
 ملتی اگر نہ اس کو تیرے لہو کی سُرخ
 تکمیل پانہ سکتے صبر و رضا کے خاکے
 دیوارِ شق ہوئی تھو تیرے پدر کی خاطر
 تیروں میں تو چلا ہے راہِ وفا بنا کے
 درباری و غلامی، سقائی و اخوت
 اللہ کتنے رُخ ہیں عباس کی وفا کے
 ہم عاصیوں کو حق بھی اس کا ہی نہیں ہے
 یہ سوچنا پڑا ہے تیرا علم اٹھا کے

□□



بنی ہاشم کا چاند

جس کی ہیبت واقعاتِ خندق و خیبر میں ہے
آج وہ رُوحِ شجاعت صبر کے پیکر میں ہے
جانے کیوں کثرتِ کاسودا ظالموں کے سر میں ہے
تو اکیلا ایک لشکرِ شاہ کے لشکر میں ہے
آدمی محسوس بھی کر لے تو پھٹ جائے دماغ
قوتِ برداشت جو تیرے دلِ مضطر میں ہے
وجہِ اطمینانِ زینبؓ، قوتِ قلبِ حسینؓ
تیری ہستی اک سہارا فاطمہؓ کے گھر میں ہے
چل رہی ہے تیغ جیسے کوندتی ہوں بکلیاں
تیرا فیضِ تربیت دستِ علی اکبرؓ میں ہے
تیرے جلووں پر تصدق اے بنی ہاشم کے چاند
تو نہاں ہے اور تیری چاندنی گھر گھر میں ہے

ایک سقا بھی، سپاہی بھی، علمبردار بھی
تو کئی منصب کا مالک شاہ کے لشکر میں ہے
روند کر دریا پہ پہونچا سلطوتِ فوجِ یزید
ہر غرورِ لشکرِ باطل تری ٹھوکر میں ہے
اپنا بیٹا تجھ کو کہتی ہیں جنابِ فاطمہؓ
تو بھی شامل اس طرح اولادِ پیغمبر میں ہے

□□



ثانی زہرا

تشویرِ سہی عتیز و توقیر تو ہے
عصمت کی قدم قدم پہ تنویر تو ہے
زینبؓ ہے کوئی اور نہیں ہے غافل
چادر نہ سہی آیہٴ تطہیر تو ہے

حبیب و خون کے حلقے میں ہے اک پیکرِ رحمت
مگر قہرِ الہی بن گیا باطل شعاروں میں
اکیلا تھا مگر چھایا ہوا تھا سارے لشکر پر
گھری ہو فوج کیں جیسے ہزاروں ذوالفقاروں میں
حسینؑ ابن علیؑ انصاریؑ کے حلقے میں تھے یونہی
کہ جیسے چودھویں کا چاند روشن ہوتا روں میں
نشاں بھی شمر و ابن سعد کا ملت نہیں لیکن
ترے جھنڈے گڑے ہیں شام و کوفہ کے دیاروں میں
طلابہ پھرنے والے اے شبِ عاشورِ غیموں کا
نرا چہ چار ہے گا حشر تک شبِ زندہ داروں میں
نہ جانے کتنی بڑھ جاتی ہے طاقتِ قلبِ ملت کی
علم عباسؑ کا اٹھتا ہے جب ہم بے سہاروں میں

پیام اشکوں کے قطروں کو نہ دیکھو کم نگاہی سے
انہیں ٹانگے کی قدرتِ عرشِ عظم کے مناروں میں

سید الشہداءؑ

لہو مہکے گا اُن کا پھول بن کر ریگزاروں میں
خزاں سے لڑنے والے یاد آئیں گے بہاروں میں
وفا کی بستیاں آباد ہیں اب تک مگر پہلے
لیٹروں کے سوا کچھ بھی نہ تھا ان رہ گزاروں میں
کرم دشمن پہ کر کے لاج رکھ لی آدمیت کی
قبائے زندگی ابھی تھی جب نفرت کے خاروں میں
سوئے منزل گیا ہے قافلہ اربابِ ہمت کا
بنا کر زندگی کا راستہ خنجر کی دھاروں میں
ہے سناٹا حدیثیں ڈھالنے والے اداروں میں
ہے زندہ ذکرِ اولادِ نبیؐ قرآن کے پاروں میں
ہے تیرا تذکرہ زخمِ دل انساں کا اب مرہم
سہارا بن گیا ہے نام تیرا غم کے ماروں میں

عصمت کے سوا اور امامت کے علاوہ
عباس کی تعریف کریں جتنی بھی کم ہے
باطل کی حمایت میں نہ اٹھے گا کبھی وہ
جن ہاتھوں میں عباسؑ دلاور کا علم ہے

گہوارہ تیرا جیسے درکار کی آغوش
تیکے ترا زانوئے شہنشاہِ اُمّ ہے
پرچم نہ جھکا کٹ گئے عباسؑ کے بازو
مغرور حکومت کی جبین شرم سے نم ہے

عباسؑ کی ہیبت نے صدادی سرمیداں
یہ بیت کی دیوار ہے یا فوجِ بستم ہے
زمرم ہے تیری تشنہ لبی اور تیرا روضہ
کعبہ ہے شجاعت کا دفاؤل کا حرم ہے

ٹھکراؤ پیام اس کو وہ انساں ہو کہ پتھر
اللہ کا جو راستہ رو کے وہ صنم ہے
(۱۹۹۰ء عظم گڑھ)

کعبہ شجاعت

بے کار ہر اک حسدِ اربابِ ستم ہے
فتنوں میں کوئی زور نہ افواہوں میں دم ہے
ہم اہلِ وفا زد پہ ہیں کیجے نہ تکلف
ترکش میں اگر اب بھی کوئی تیرِ ستم ہے
پیچھے نہ ہٹے گا رہِ ایماں کا مسافر
کھائے ہوئے عباسؑ دلاور کی قسم ہے
ادخیا جو زمانے میں صداقت کا علم ہے
عباسؑ ترے دستِ بریدہ کا کرم ہے
کیوں دل نہ کرے روضہ عباسؑ کا سجدہ
”کعبہ شجاعت کا دفاؤل کا حرم ہے“
ہیں راکبِ دوشِ نبویؐ حضرتِ شبیرؑ
شبیرؑ کے کاندھے پہ دلاور کا قدم ہے

یہ سوچتا ہے کہ شبیرؑ کی رضا کیا ہے
 وگرنہ لشکرِ کُفّار میں دھرا کیا ہے
 سمندروں سے زیادہ لہو میں جوش و غنا
 سکون و صبر کے آگے ہمالیہ کیا ہے
 لبِ فرات جفاؤں کی سانس ٹوٹ گئی
 علیؑ کے لال و نالوں کی انتہا کیا ہے
 چمک یہ پیچھے کی کہتی ہے اہلِ دنیا سے
 میری زکاة ہے خورشید کی فضا کیا ہے
 علاوہ تیرے بھتیجے کے سارے عالم میں
 بتا سکا نہ کوئی موت کا مزا کیا ہے
 جبینِ حضرتِ عباسؑ کی شکن کے سوا
 جلالِ حق غضبِ شبیرؑ کا کیا ہے
 وہ سوزِ تشنہ لبی تھا کہ جل گیا دریا
 یہ آبلہ ہی تو ہے ورنہ بلبُلا کیا ہے

عَلَدُ رَوْفَا

خبر نہیں جسے قانونِ کبریا کیا ہے
 وہ کیا بتائے گا مفہومِ کربلا کیا ہے
 جو اٹھ سکے نہ شریعت کی برتری کے لئے
 اُسے حسینؑ کی اُلفت سے واسطہ کیا ہے
 عمل سے دُورِ مجتہد کے دعویداروں کا
 سمجھ میں کچھ نہیں آتا مطالبہ کیا ہے
 علمؑ ہے ہاتھوں میں عباسؑ کا تو غم کیسا؟
 قدم بڑھا رہے ہستی میں سوچتا کیا ہے
 ہوا اُسے پرچیمِ عباسؑ کے سوا غافل
 جہاں میں آج کے انسان کی دوا کیا ہے

زینب و عباسؑ

متاعِ حق و صداقت ہیں زینبؑ و عباسؑ
 ہر اک صدی کی ضرورت ہیں زینبؑ و عباسؑ
 ادھر علم کا پھر پیرا ادھر ردائے بتوں
 امین سایہ رحمت ہیں زینبؑ و عباسؑ
 شریکِ کارِ رسالت تھے حیدر و زہرا
 شریکِ کارِ امامت ہیں زینبؑ و عباسؑ
 لبِ فرات ہے ایک اور دیارِ شام میں ایک
 جوابِ طالبِ بیعت ہیں زینبؑ و عباسؑ
 دلِ علیؑ کی تمنا دلِ نبیؐ کا سکون
 دلِ بتوں کی قوت ہیں زینبؑ و عباسؑ

برس رہا ہے وہ پانی جو تو نے پھینکا تھا
 فلک پہ ورنہ یہ برسات کی گھٹا کیا ہے
 نگاہِ عدل میں زہرا کی مانتا کے سوا
 دفائے حضرت عباسؑ کا صلہ کیا ہے

□□

قطعہ

بے حسر ہیں جو دل انکھ کو پُر نہ نہ کرو
 اے بے عملو! تذکرہ غم نہ کرو
 جن ہاتھوں سے بھائی کو سہارا نہ ملے
 اُن ہاتھوں سے عباسؑ کا ماتم نہ کرو

زینب کبریٰ

سور الامان کا اٹھا کونے کی گلی سے
 حملہ کیا جو تو نے شمشیر بے کسی سے
 قوت اگر نہ ملتی زینب کی زندگی سے
 بار حیات ہرگز اٹھتا نہ آدمی سے
 زینب نے یہ بتایا ڈرنا نہ تیرگی سے
 مٹ جائیں گے اندھیرے ٹکڑے روشنی سے
 تو بچھا گئی ہے بھائی کا فریش ماتم
 جس کو سمیٹ دینا ممکن نہیں کسی سے
 جس دن کہ جان دی ہے بچوں نے تیرے منہ سے
 اس دن سے ڈر گئی ہے خود موت زندگی سے

نہ اس کے ہونٹ بے اور نہ اس کی تیغ اٹھی
 کہ صبر و ضبط کی آیت ہیں زینب و عباس
 دیا ہے دونوں نے پہرا بتول کے گھر کا
 حصہ خاتہ عصمت ہیں زینب و عباس
 پیام ذکر ہے دونوں کا جان شعور و سخن
 میسر قلم کی ضرورت ہیں زینب و عباس
 (۱۹۸۵ء سیتا پور) □□

ثانی زہرا

یوں زمانے میں کوئی صاحب منصب نہ ہوا
 یعنی ہم رتبہ بنت اسد رب نہ ہوا
 بعد زہرا تو ہوئیں ثانی زہرا زینب
 بعد زینب کوئی پھر ثانی زینب نہ ہوا

حضرت زینبؑ

زندگی کی بھیک جو پالے درِ شبیرؑ سے
 قتل ہو سکتا نہیں وہ خنجر و شمشیرؑ سے
 خود اٹھا کر پھینک دیں گے صبر کے دھارے سے
 جو بھی ٹکرائے گا سیلابِ عنیمِ شبیرؑ سے
 روشنی میں آ کے خود ہی کھو دیا اپنا وجود
 ظلمتوں کو اور کیا ملتا بھلا تنویرؑ سے
 سر چھپائے گی کہاں جا کر بھلا و سکرِ یزیدؑ
 کوئی دل خالی نہیں ہے الفتِ شبیرؑ سے
 کربلا نے بخش دی دُنیا کو روحِ انقلاب
 بے خبر تھی ورنہ دُنیا درد کی تاثیرؑ سے

دُنیا سے تو نے آہستہ یہ رسم ہی مٹا دی
 اب مانگتے نہیں ہے بیعت کوئی کسی سے
 طوفان سے پھوڑا تو نے سکونِ ساحل
 دھالے ہیں تو نے سورجِ زنداں کی تیرگی سے
 بی بی تیرا کرم ہے ہر ماں پہ ہر سہ پہن پر
 اب چھینتا نہیں ہے چادر کوئی کسی سے
 صدیاں ہوئیں پڑا تھا زینبؑ پہ تازیانہ
 اٹھتا ہے شورِ ماتم اب تک گلی گلی سے
 معصوم ہی سے پوچھو معصومیت کہاں ہے
 خود مشورے لیے ہیں سجادؑ نے پھوپھی سے
 بھائی سے بھی زیادہ بچوں سے بھی زیادہ
 زینبؑ کو تھی محبتِ مقصد کی زندگی سے
 آلِ نبیؑ کے عنیم سے خالی ہی جس کا دامن
 نسبتِ پیامِ مجھ کو کیا ایسی شاعری سے

فاطمہ کے لال سے لوحِ حق پہ مرنے کا سبق
 اور درسِ زندگی کو زینبؓ دل گیر سے
 بغضِ تھا جن کے دلوں میں آیہٴ تطہیر سے
 لوٹنے آئے ہیں چادرِ زینبؓ دل گیر سے
 رُوحِ ظالم کیسے نکلے حلفتِ زنجیر سے
 راستے ہیں بند، اے زینبؓ تیری تقریر سے
 سر پہ نانا کی جلالت، رُخ پہ ماں کا دبدبہ
 کون چھینے گا یہ چادرِ زینبؓ دلگیر سے
 خوف کھا سکتی نہیں وہ لشکرِ بے پیر سے
 پرورش جس کی ہوئی ہے فاطمہؓ کے شیر سے
 سانس لی ہے دامنِ خیرِ الٰہی کی چھاؤں میں
 بولنا سیکھا ہے جس نے شاہِ خیمبر گیسر سے
 بے سبب آتی نہیں کردار میں معصومیت
 لوریاں زہراؓ نے دی ہیں آیہٴ تطہیر سے

دشت میں بیٹوں کی میت سے یہ کہہ مٹ گئی
 مامت اٹکرانہ جائے مقصدِ شبیر سے
 کر بلا کیا ہے پیام اس کے سوا خود ظلم نے
 خود کشی کر لی ہے بیعت مانگ کر شبیر سے

□□

قطعہ

امانت دارِ آیاتِ جلی کہنا ہی پڑتا ہے
 پیغمبر کا وصی حق کا ولی کہنا ہی پڑتا ہے
 بجائے آپ کا ارشاد لیکن حضرتِ واعظ
 جو لگ جاتی ہے ٹھوکر یا علی کہنا ہی پڑتا ہے

کو فے میں جا کے شانِ خطابت تو دیکھئے
اک ایک لفظ اپنی جگہ پر کتاب ہے
صدیاں ہوئیں چھنی تھی تیرے سر سے جب ردا
اب تک سیارتِ اموی بے نقاب ہے
بس اس لیے ہمیں ہے محبتِ پیام سے
مراحِ اہلبیتِ رسالت مآب ہے

□□

قطعا

سرمایہ کردار و عمل جیل گیا ہوتا
عاشور کو بنتِ اسد رب نے بچایا
اسلام بچا سیدِ سجاد کے دم سے
اور سیدِ سجاد کو زمین نے بچایا

صدائے حرس

محفل میں ظلم و جور کی اک انقلاب ہے
زنجیر کی صدا جس انقلاب ہے
زخموں سے چھین رہی ہے صداقت کی روشنی
ہر ہر سناں کی نوک پہ اک آفتاب ہے
زینبؓ اسیر ہو کے چسلی ہے سوئے دشمن
یا حلفتِ رسن میں دل بوترا ہے
بیعت کے طالبوں سے کہو اب کریں سوال
زینبؓ نہیں ہے سبطِ نبیؐ کا جواب ہے
سر سے ردا چھنی نہ گئی عصمتوں کی شان
تا عصر تھی بتولؑ اور اب بوترا ہے

کیا عِشَم ہے زمانہ جو ستم گار ہے فَضَّہ
 موضوعِ سخن جب تیرا کردار ہے فَضَّہ
 درباروں میں بھی شاہوں کے جھکتا نہیں مومن
 گریہ تیری جراتِ اظہار ہے فَضَّہ
 دامن پہ نہ پاؤ گے گناہوں کی کوئی پھینٹ
 زہرا نے جو ڈھالا ہے وہ کردار ہے فَضَّہ
 فَضَّہ نے بھی کی دعوت پیغمبرِ اسلام
 مانا کہ پیمبر کی نمک خوار ہے فَضَّہ
 کی زینب و کلثوم کی دربار میں نصرت
 اک سیمہ پلائی ہوئی دیوار ہے فَضَّہ
 زینب کو سنبھالا کبھی شبیر کو روئی
 لونڈی کا نہیں ماں کا یہ کردار ہے فَضَّہ

مراح کو دلوائے جگہ باغِ جنات میں
 شہزادہ ترا خلد کا سردار ہے فَضَّہ
 (۱۹۶۹ء - آباد)

فَضَّہ

پھر عِشَم ترا قوم کو درکار ہے فَضَّہ
 ہر موڑ پہ اک شام کا بازار ہے فَضَّہ
 آزادی نسواں کا جو یہ شور ہے ہر سو
 یہ بھی تیری زنجیر کی جھنکار ہے فَضَّہ
 دربار میں اے قوم کو لکارنے والی
 حق پھر اسی جرات کا طلبگار ہے فَضَّہ
 ہے کون جو یوں غیبتِ انساں کو جگائے
 شل ہاتھ ہیں ٹوٹی ہوئی تلوار ہے فَضَّہ
 لوٹ آیا ہے شاید وہی دورِ امویت
 انعام ولا پھر رسن و دار ہے فَضَّہ
 دُنیا سِر نسواں سے بردا چھین رہی ہے
 ناموسِ جیا پھر سِر بازار ہے فَضَّہ

زنجیر پھانے پہ ہیں مجبور ستم گار
یوں ہیبتِ بیمار لعینوں پہ ہے جھامی
شبیر کا پیغام نہ بڑھتا کبھی آگے
کی ہوتی نہ عابد نے اگر راہ نمائی
زینب کے کھلے بالوں نے سایہ کیا حق پر
عابد کے بندھے ہاتھوں نے کی عقدہ کشائی
ڈوبی ہوئی شراں کی بلاغت میں وہ دیکھو
زنجیر کی جھنکار کی آواز بھی آئی
ہر سانس سے شبیر کا پیغام ہے جاری
ہر گام پہ اسلام کی ہے جلوہ نمائی
خونِ شہِ ظلم کی ہر دقت حفاظت
بازاروں سے جاتے ہوئے وہ خطبہ سرای

قوت ترے ہاتھوں میں یدِ اللہ کی پہناں
اور اس پہ ہے رستی سے بندھی تیری کلائی

امامت کی چوتھی منزل

جب جب بھی ہوئی لشکرِ باطل کی چڑھائی
اسلام نے دی آلِ پیغمبر کی دُہائی
ہو جنگ کا میدان کہ ہو صلح کی منزل
ہر رنگ میں ہم رنگی سیرتِ نظر آئی
ہر دور میں بڑھتی رہی اسلام کی دولت
ہر عہد میں لٹتی رہی نہ ہٹا کی کمائی
نیزے پہ بھی مصروفِ تلاوت ہے سرشاہ
ممکن نہیں شراں سے عترت کی جُدائی
عابد ہیں مگر موت کی منزل پہ بھی زندہ
پھر جراتِ شبیر کی ہے جلوہ نمائی
اللہ کے مضبوط ارادوں کی بلندی
خود طوق و سلاسل بھی لگے دینے دُہائی

میں بو ترابی ہوں رونق زمیں کی ہے مجھ سے
 ہر ایک دور کی کرتا رہا ہوں میں تعبیر
 یہی حسین کا عنم اور یہی حسین کا عشق
 جہادِ زلیت میں میری سپر مری شمشیر
 مری مثال زمانہ نہ لاسکا اب تک
 مگر ہے یہ بھی حقیقت کہ آج ہوں میں حقیر
 ہے سچ کہ آج بھٹکتا ہے کارواں اپنا
 ہے ٹھیک اپنے ہی گردِ سفر کا ہوں میں سیر
 درست! اپنا گلستاں خزاں نصیب ہر آج
 ہے سچ کہ پھول بھی اپنے ہیں حسد کی تصویر
 نہ علمِ دفن ہے نہ شعروادب کا ذوق بلند
 نہ اب انیس ہے ہم میں کوئی نہ کوئی دبیر
 معاشیات سے مطلب نہ کچھ سیاست سے
 گھروں میں بیٹھ کے کرتے ہیں شکوہِ تقدیر

فاتح شام

دیا زمانے کو میں نے ہی جذبہٴ تدبیر
 میسرِ عمل نے بنایا ہے خاک کو اکیر
 میرا ہر اک نفس کامیاب، ہستی ہے
 میرا ہر اک قدم منزلوں کی ہے تعمیر
 میری نگاہ ہے رازِ حیات سے واقف
 میسرِ خیال سے ہوتی ہے زلیت کی تفسیر
 یہ حادثاتِ زمانہ کریں گے کیا میرا
 کہ میں بناتا ہوں خود حادثات کی تقدیر
 انہیں ہے ناز کہ کثرت میں ہے مقام ان کا
 مجھے ہے فخر کہ ملت مری ہے عالم گیر

کوئی امام کبھی قید ہو نہیں سکتا
 رسن گلے میں بندھے یا کہ پاؤں میں زنجیر
 دہل رہی ہے حکومت لرز رہا ہے یزید
 اٹھائے بارِ امامت وہ آ رہا ہے اسیر
 حسین زندہ ہے اب بھی بصورتِ عابد
 یزید دیکھ لے اپنی شکست کی تصویر
 وہ دیکھ کرتا ہے منبر پہ فتح کا اعلان
 بزعم خود جسے ظالم سمجھ رہا تھا اسیر
 (۱۹۵۶ء عظیم گڑھ)

□□



ظالموں کا غرور توڑیں گے
موت سے زندگی بچوڑیں گے

مگر میں خوش ہوں کہ موجود ہے مری دولت
 کہ میرے سینے میں بیدار ہے عزمِ شبیر
 میری نگاہ میں کرب و بلا کی منزل ہے
 جہاں پہ نوعِ بشر کی بدل گئی تفتدیر
 جہاں پہ دولت و طاقت کا مٹ گیا تھا بھرم
 جہاں پہ ہو گئے بے کار خنجر و شمشیر
 مسیح سائے زمانے کا ہے جہاں کا مریض
 بنائے حریتِ منکر ہے جہاں کا اسیر
 اسیرِ کرب و بلا یعنی سیدِ سحاب
 سیاستِ اموی جس کی ٹھوکروں میں حقیر
 ہر اک قدم پہ زمانے کو فتح کرتا ہے
 اسیر ہو کے بھی شیرِ خدا کی ہے تصویر
 صدائے طوق و سلاسل سے جاگ اٹھے ہیں ضمیر
 دل و نگاہ کو آزاد کر رہا ہے اسیر

بیمارِ کربلا

دولت لیے ہوئے نہ حکومت لیے ہوئے
آلِ عبا تھے دین کی عظمت لیے ہوئے
نفت پرستیوں میں محبت کی روشنی
شعلوں میں روحِ گلشنِ جنت لیے ہوئے
کاندھوں پہ بیلچہ ہو کہ فاقوں کی زندگی
ہر حال میں حسمالِ بیادت لیے ہوئے
دنیا خلافِ ان کے یہ دنیا کے واسطے
ہر ہر قدم پہ جذبہ خدمت لیے ہوئے
باطل کی پُرفیبر سیاست کے سامنے
کردار کی کھلی ہوئی آیت لیے ہوئے

کتنا بڑا ثبوت ہے ان کے حقوق کا
دنیا خود آئی تختِ خلافت لیے ہوئے
لیکن نہ پوچھ گردش تفتِ یردینِ حق
تاریخِ خود ہے تلخ حقیقت لیے ہوئے
ہر لفظ ایک داغ ہے دامنِ قوم کے
اور ہر ورق ہے منظرِ عبرت لیے ہوئے
دولت سے کھلتی ہوئی وہ روحِ سلطنت
ہاتھوں میں تھی زمامِ خلافت لیے ہوئے
کیا کیا ستم نہ ہو گئے آلِ رسولؐ پر
قرآنِ خموش تھا غمِ عبرت لیے ہوئے
لیکن ابھی نگاہِ مشیت تھی مطمئن
اک اک کا امتحانِ صداقت لیے ہوئے
ٹھہری ہوئی تھی دیر سے سبطِ رسولؐ پر
ہاتھوں میں اپنے تاجِ شہادت لیے ہوئے

کرب و بلا میں ہو گیا آخر یہ فیصلہ !
 کب تک رہے گا دین یہ بدعت لیے ہوئے
 باطل کے ساتھ رہ کے خلافت بھی مٹ گئی
 حق رہ گیا وجود امامت لیے ہوئے
 سویا علیؑ کا لال جو حبلیتی زمین پر
 اٹھا پسر عشرہ و شہادت لیے ہوئے
 ڈوبا اک آفتاب تو ابھرا اک آفتاب
 صبح نوید فتح صداقت لیے ہوئے
 اپنی حبیس پہ خونِ پدر سے لکھا ہوا
 اسلام کا نوشتہ قسمت لیے ہوئے
 جس طرح کوئی پھول خزاؤں کی گود میں
 اُجڑے ہوئے چمن کی بضاعت لیے ہوئے
 ہائے ہوئے نظام کا قیدی بنا ہوا
 آزادیِ ضمیر کی دولت لیے ہوئے

باطل کی آندھیوں کا بدلتا ہوا مزاج
 دامن میں اپنے شمعِ حقیقت لیے ہوئے
 جو سلسلہ سلسلہ ہسم کو ملی ہے آج
 اس دردِ لازوال کی دولت لیے ہوئے
 خنجر کی دھار ہو کہ سیاست کی سازشیں
 ٹھوکر میں ہر عشرہ و حکومت لیے ہوئے
 سنتا رہا حسینؑ کی آوازِ النیث
 نرپا کیا جہاد کی حسرت لیے ہوئے
 لیکن خود اپنی جان بچاتا چلا گیا
 جیسے کوئی عظیم امانت لیے ہوئے
 جو مَرچکے تھے دینِ الہی کی راہ میں
 ان کی بھی زندگی کی ضمانت لیے ہوئے
 صلح حسنؓ، سکوتِ علیؓ، جرأتِ حسینؑ
 ہر احتجاجِ حق کی روایت لیے ہوئے

مَحِ سَيِّدِ سَجَّادِ

نام جن کا سرفہرست تھا غداروں میں
 سب سے آگے نظر آتے ہیں رضا کاروں میں
 صفت اس حُرم پہ کچھ لوگ خفا ہیں ہم سے
 سر جھکانا ہمیں آتا نہیں درباروں میں
 ان چراغوں کی طرح سے ہیں جو روشن نہ ہوئے
 وہ عقیدے جو جھلکتے نہیں کرداروں میں
 جا کے مسجد میں یہ اندازہ لگا لیتا ہوں
 کتنے بہرہ دہ پئے شامل تھے عزا داروں میں
 چھپ نہیں سکتا کہیں ان کے غلاموں کا لہو
 آگ لگ جاتی ہے اڑتے ہوئے طیاروں میں

ہر ہر قدم گواہِ نبوت بنا ہوا
 ہر ہر نفس دلیلِ امامت لیے ہوئے
 اُجڑے ہوئے وطن کو چپلا چھٹ کے قید سے
 بیعت کے طالبوں سے بھی بیعت لیے ہوئے
 تسکین ہو سکی ہے نہ لفظیں ملیں پیغام
 آیا تھا میں بھی جذبہ مدحت لیے ہوئے

□□



قطعہ

حیاتِ تشنہ دہن سے ایاغ لے کے چلو
 کہاں ہے منزلِ ایماں سُرِ اِغ لے کے چلو
 عسیمِ حبیب کے آنسو سجاؤ پلوں پر
 اندھیری رات ہے بارِ جِراغ لے کے چلو

سید سجادؑ

ایشاد و محبت کا صلہ اور ہی کچھ ہے
 اس دور میں جینے کا مزا اور ہی کچھ ہے
 باقی نہیں الفاظ و معانی میں کوئی ربط
 سمجھتے ہیں وہ کچھ، ہم نے کہا اور ہی کچھ ہے
 تاریخ کا منظر تو نظر آتا ہے کچھ اور
 شہر آن کو دیکھا تو لکھا اور ہی کچھ ہے
 یوں شور مچانے سے تو کچھ بھی نہیں حاصل
 جو دل کو جگا دے وہ صدا اور ہی کچھ ہے
 ڈرتا ہوں کہیں بیچ نہ دیں حرمتِ کعبہ
 ارباب سیاست کا خدا اور ہی کچھ ہے

کون ہے تجھ سا زمیندار زمینداروں میں
 چرخ والے بھی نظر آتے ہیں بیگاروں میں
 روٹیاں مانگنے آتے ہیں تیری چوکھٹ پر
 ہیں فرشتے بھی ترے در کے مک خواروں میں
 ہے صلہ یہ تیری چوکھٹ پہ جبیں سائی کا
 چاند کی طرح سے دھبہ جو نہیں تاروں میں
 وہ اثر تھا تیری زنجیر کی جھنکاروں میں
 زلزلے آنے لگے شام کے بازاروں میں
 یہ ترے صبر کی ہیبت ہو کہ صدیاں گزریں
 اب بھی سناٹا ہے بیت کے بلنگاروں میں
 دل دشمن پہ ہوا تیری دُعاؤں کا اثر
 کھل گئے پھول دیکھتے ہوئے انگاروں میں

مَدَحِ سِجَّادِ مِیں سُن لُججے اشعارِ پیام
 اک فرزدقِ ہر وہ اس دور کے فنکاروں میں

یہ چارہ گری موت کا پیغام نہ بن جائے
 اے دردِ جگر تیری دوا اور ہی کچھ ہے
 ممکن نہیں چھن جائے جو نانا کی جلالت
 غافل! سرزینب کی بردا اور ہی کچھ ہے
 مانا کہ فلک پر ہیں مسدود مہر بھی روشن
 لیکن ترا نقشِ کفِ پا اور ہی کچھ ہے
 دے سنگِ حرم جس کی امامت پہ گواہی
 اس ذات کی عظمت بخدا اور ہی کچھ ہے
 خاکِ درِ محبوبِ خدا بھی ہے بڑی چیز
 لیکن اثرِ خاکِ شفا اور ہی کچھ ہے
 دلو اکے ازاں پھنس گیا خود شام کا حاکم
 سمجھا تھا کہ یہ ہوگا، ہوا اور ہی کچھ ہے
 لمپٹل ہے سیاست کدہِ ظلم و جفا میں
 سجاد کا اندازِ دعا اور ہی کچھ ہے

مہماں جسے سمجھا تھا ترے ہاتھ کا دھوون
 جب طشت میں دیکھا تو گرا اور ہی کچھ ہے
 جس راہ میں موت آ کے بنے شہد سے شیریں
 اُس راہ میں جینے کا مزا اور ہی کچھ ہے
 ہوتا نہیں جو خنجر و شمشیر کا محتاج
 اس مردِ مجاہد کی وفا اور ہی کچھ ہے

□□



ایک شعر

پیچیدہ مسائل میں یاد آتے ہیں بس جُند
 قدموں پہ جبیں خم ہے مغرور حکومت کی



دلیل ہے جو دینِ مصطفیٰ کے اعتبار پر
 گواہ ہے جو انبیاء علیہم السلام
 سجا ہے بادہ خانہ حیات جس کے نام پر
 کہ دور چل رہا ہے اب بھی معرفت کے جام کو
 نبیؐ کے گھر کی روشنی خدا کے گھر کی زندگی
 ہوتی ہے جس کی ذات حق کی نعمت تمام کا
 کلام کبریٰ کا ماحول ہے جس کی زندگی
 جو آئینہ ہے سیرتِ پیمبرؐ انام کا
 جو دو جہاں پہ چھا گیا ہے بن کے رحمتِ خدا
 اسی کو حق ہے دہریس درود اور سلام کا
 کہیں علیؑ کی تیغ ہے کہیں حسنؑ کی صلح ہے
 کہیں مناعِ زندگی لہو ہے نشہ کام کا
 کہیں کوئی اسیر چل رہا ہے نوکِ خار پر
 دکھا رہا ہے راستہ مگر رفاہِ عام کا

سلسلہ ہدایت

سبق دیا ہے جس نے زندگی کے احترام کا
 حیات کلمہ پڑھ رہی ہے آج اسی کے نام کا
 گلا گٹا کے جس نے دی تھی آبر و حیات کو
 خراج لے رہا ہے آج تک وہ صبحِ شام کا
 چمک رہا ہے اسکے سر پہ اب بھی تاجِ لافقی
 رواں ہے بحرِ بے کنار اس کے فیضِ عام کا
 نہ تخت کی ہے آبر و نہ تاج کا وفتار ہے
 بدل دیا ہے جس نے رخِ نگاہِ خاص و عام کا
 وہ جس کی پاک زندگی نے محفلِ حیات میں
 بڑھا دیا تھا مرتبہ کینز اور عِسلام کا

بافرِ علمِ نبیؐ

جہل کی دیدہ وری وادیِ ظلمت کا سفر
 علم کی بے خبری بھی ہے حقیقت میں خبر
 علم ہے حضرت آدمؑ کی خلافت کا جواز
 علم ہی نوحؑ کی کشتی کا بن تھا لنگر
 ذبحِ منہ زندہ رہا راضی ہے دلِ ابراہیمؑ
 علم رکھ دیتا ہے پہلو میں پہاڑوں کا جگر
 جہل ڈرتا ہے پہاڑوں میں ہویا غاروں میں
 علم کو چین کی نیند آتی ہے زیرِ خنجر
 جہل میدان میں علم چھوڑ کے لوٹ آنا ہی
 علم انگلی پہ اٹھا لیتا ہے بابِ خبیثہ

قدمِ قدم ہے معجزہ حقیقتِ دوام کا
 وہ کر بلا کی راہ ہو کہ راستہ ہو شام کا
 رہِ رضا کی صابرہ وہ پوچھتی ہے مسئلہ
 عجیب اہتمام ہے تعارفِ امام کا
 حروفِ پھول بن گئے تولفظِ ضو فشاں ہوئے
 اٹھا جو تیری مدح میں کبھی قلمِ پیام کا

□□

قطعہ

کس قدر مظلوم ہیں ہم مدحِ خوانِ اہلبیتؑ
 سب نے الزامِ دلازاری ہمیں پر دھس دیا
 اس قدر حسِ بڑھ گئی ہے ان دنوں احباب کی
 چھینک بھی آئے تو سمجھیں گے تبرّاکر دیا

پھیلا تھا ساری فضاؤں میں جہالت کا غبار
 بند آنکھیں کئے بیٹھے تھے تمام اہلِ نظر
 اُن وہ جھونکے وہ تھپیڑے وہ ہوائیں وہ موم
 منتشر ہونے کو تھا علم کا سارا دستہ
 اُٹھ کے یوں تو نے سنبھالا مرے مولا جیسے
 کوئی اُڑتے ہوئے اوراق پہ رکھ دے پتھر
 وادی کرب و بلا سے ترانہ پچن گزرا
 نقشِ پا چھوڑ کے تاریخ کی پیشانی پر
 اشکِ سجاد سے دھلتا رہا جہرہ تیرا
 غم کی شبنم میں کھلا علم و عمل کا گلِ تر
 تیرا دادا بھی امام اور تیرا نانا بھی امام
 اس فضیلت میں نہیں ہے کوئی تیرا ہمسر

اس لیے دل میں اُتر جاتے ہیں اشعارِ پیام
 ہے ترے مدرسہ علم کا کچھ اس میں اثر

علم مفلوج دماغوں کی فتلابازی ہے
 آدمی ذاتِ الہی سے ہٹالے جو نظر
 ڈگریاں لے کے بھی وہ جہلِ مرکب ہی رہا
 جس کو کالج تو ملا اور نہ ملا علم کا در
 بھول سکتی نہیں تاریخ کبھی وہ منظر
 علم کے شہر میں جس وقت کھلا پانچواں در
 ہر طرف جہل و ضلالت کا فسوں طاری تھا
 اہلِ بدعت کے تسلط میں تھا اللہ کا گھر
 کرتی تھی اہلِ صداقت سے مبارز طلبی
 جاہلیت جو رہی تھی ہدفِ فکر و نظر
 لوٹ آئی تھی خلافت کی گزر گاہوں سے
 کرچکے تھے جسے محبوبِ خدا شہرِ بد
 آندھیاں جہل کی چلتی تھیں رہہستی میں
 دھول سڑکوں کی چلی آئی تھی گھر کے اندر

ہو گیا مجبور خود ہاروں رشید
 کر رہے تھے آپ دین حق کا کام
 ان کا روضہ ہے زمانے کیلئے
 آج بھی آماجگاہِ حنا و عام
 اُس کے درپر ساکنانِ عرش بھی
 حاضری دیتے ہیں آکر صبح و شام
 جس کے قبضے میں تھی تیغِ جبرِی
 جس کے ہونٹوں پر پیمبر کا کلام
 معجزہ ہے صبر و استقلال کا
 قید میں رہ کر دیا حق کا پیام
 ان بندھے ہاتھوں پر صدقے کائنات
 جن سے ٹوٹا سہل باطل کا نظام

زندگی کی راہ میں میرے لئے
 مرحمتِ کاظم سہارا ہے پیام

امام، پیشہ

موسى کاظم زمانے کے امام
 ہیں نبیؐ کے ساتویں قائم مقام
 ہے بلند اتنی زمین کا ظمین
 کرتا ہے جس کو فلک جھک کر سلام
 یوں گزاری قید خانے میں حیات
 صبحِ ایمان بن گئی زنداں کی شام
 آکے ٹکرایا جو ان کے صبر سے
 ہو گیا بے کار باطل کا نظام
 قید خانے کی عبادت ہے گواہ
 مل گیا حق کی نمازوں کو دوام

مانا ہے عرشِ پاک پہ پائے رسولِ حق
 روشِ رسولِ حق پہ قدم ہیں امام کے
 جنت کے وہ زعیم تو کوثر کے یہ قسیم
 چھوٹیں نہ دوستو! یہ وسیلے ہیں کام کے
 مانا کہ ہیں امام اگر پیر و رسول
 ماموم اک رسول بنیں گے امام کے
 اے بے خبر یہ کس سے بغاوت کا ہے خیال
 کام آئے گی نماز نہ روزے صیام کے
 اس سلسلے میں منرقِ مراتب نہ ڈھونڈیے
 ”یکماں ہیں کل صفاتِ نبی و امام کے“
 آئے وہ جانشینِ رسولِ انام کے
 بیٹے ہیں جو ارضائے علیہ السلام کے
 جو آٹھویں ہیں سختِ دلِ بنتِ مصطفیٰ
 اور جو چھٹے پسر ہیں شہِ تشنہ کام کے

مدحِ تقیؑ

ٹکڑے کیے نبیؐ نے جو ماہِ تمام کے
 سورج اُبھار لائے ہیں سجدے امامؑ کے
 دونوں ہی کائنات میں روزِ المّت سے
 ہیں ذمّہ دار سلسلہٴ صبح و شام کے
 دونوں ہی ایک نور کے ٹکڑے ہیں دہریں
 دونوں ہی مستحق ہیں درود و سلام کے
 یکماں رہا علیؑ و محمدؐ کا لفظ بھی
 معصوم چار چار ہیں ایک ایک نام کے
 لائے ہیں وہ کتاب یہ ہیں ناشرِ کتاب
 یعنی یہ دو سرے ہیں الہی نظام کے

نویں منزل

جب نویں منزل پہ پہونچا کاروانِ انقلاب
 ذرہ ذرہ بن گیا نورِ تقیؑ سے آفتاب
 دل میں صبرِ فاطمہؑ ہونٹوں پہ انکارِ حسینؑ
 سر پہ عمامہ نبیؑ کا بر میں تیغِ بو ترابؑ
 اہل دنیا کے نمائندوں سے کیا نسبت اُسے
 خود کیا ہے خالقِ اکبر نے جسکا انتخاب
 کشتِ ایماں پر برستا ہی رہا ابرِ کرم
 یوں مصلے سے اٹھا ان کی دُعاؤں کا حساب
 کرتی ہیں مدحِ تقیؑ خود آیتیں و شہرِ آن کی
 کوئی کر سکتا نہیں ان کے فضائل کا حساب

دربار میں بلائے گئے ایک دن حضورؐ
 ساعہ چھلک رہے تھے لالہ فام کے
 ہیبت سے چور ہو گیا پیرا شراب کا
 ٹکڑے پڑے تھے تختِ خلافت پہ جام کے
 ظالم تو چاہتے تھے کہ کھا جائے ان کو شیر
 بوسے لیے درندوں نے پائے امام کے
 روکا ستم گروں نے بہت راستہ مگر
 اسلام چل پڑا تری انگلی کو تھام کے
 مولا کی بارگاہ میں جو ہو گئے قبول
 آیات بن گئے ہیں وہ مصرعے پیام کے

□□



دسویں منزل

ہے علی نام تو کردار پیغمبر کی طرح
 ہے سب اندازِ نفی فاتحِ خیبر کی طرح
 مثلِ شبیر ہے انکار انہیں بیعت سے
 ہے علم ہاتھ میں عباسِ دلاور کی طرح
 پاؤں رکھ دے جو دل و جانِ پیغمبر اپنا
 سنگریزے بھی چمکنے لگیں گوہر کی طرح
 جسمِ اقدس پہ جو ہے فتنہ پیغمبر کی ردا
 سر پہ عامہ شجاعت کا ہے جیدر کی طرح
 یاد آتے ہیں انہیں دیکھ کے محبوبِ خدا
 حسنِ دادا کا ملا ہے علی اکبر کی طرح

دسی ہے یوں خاموش رہ کر اہلِ باطل کو شکست
 آج تک سائے ستم گر کھائے ہیں بیچ و تاب
 محوِ حیرت رہ گئے دعویٰ تھا جن کو عِلم کا
 دے نہ پایا کوئی بھی ان کے سوالوں کا جواب
 جب بھسے دربار میں اٹھی امامت کی صدا
 گر گئے ہاتھوں سے ساغرِ چپ ہو چنگِ رباب
 کس قدر بیدار مداحوں کی قسمت ہے پیام
 جب ہوئی مدحتِ تقی کی کھل گیا جنت کا باب

□□

قطعہ

نقطہ آخرِ حدِ بشریت تو ہے
 دہر میں عظمتِ انساں کی علامت تو ہے
 تیرے آنے سے ملی نوعِ بشر کو عزت
 پیکرِ خاک کی جاگی ہوئی قسمت تو ہے

مدحِ ولیِ عصرؑ

اشکِ غم، سوزِ وفا، داغِ جگر پیدا کر
 ہے سفرِ دور کا کچھ زادِ سفر پیدا کر
 آگ کو بھول بنانے کا ہنر پیدا کر
 دل فرزدق کا تو میثم کا جگر پیدا کر
 دے سکیں گے نہ سکوں کچھ یہ فلک بوس محل
 ہو سکے اگر تو کسی دل میں بھی گھر پیدا کر
 علم بے سوزِ یقینِ ذہن کی بیماری ہو
 نظریے تو بنائے ہیں نظر پیدا کر
 ہو مبارک جو حلاؤں میں بنایا رستہ
 شہرِ احساس میں بھی راہ گزر پیدا کر

اذنِ خلاقِ دو عالم جو ابھی مل جائے
 تختِ بغداد الٹ دیں درِ خیبر کی طرح
 ظلم اور جور کی دُنیا میں ہے مثلِ پدر
 صبر اور شکر کیا عابدِ مضطر کی طرح
 آگئی یادِ نفیٰ جب کسی مومن کو پیام
 جگر گانے لگا دلِ حشر کے تقدّر کی طرح

□□



دُعائیں سن کے ستم گر دُھائی دینے لگے
 کھلے جو پھول تو پتھر دُھائی دینے لگے

اپنے دادا کی طرح اے جگر و جانِ علیؑ
 کعبہ امن و اماں بند ہے در پیدا کر
 لوگ پھر تیرے غلاموں کو سمجھتے ہیں ذلیل
 ان خرف ریزوں سے پھر لعلِ دگر پیدا کر
 جادۂ زلیست میں خود بوئے ہیں کانٹے ہم نے
 وارثِ رحمتِ عالم گلِ تر پیدا کر
 اپنے مزاج کے سینے کو کشادہ کر دے
 ذوقِ فن بخش دے عرفانِ ہنر پیدا کر
 صرف لفظوں کی اُلٹ پھیر سے کیا ہوگا پیام
 شعر لکھنا ہے تو پھر سوزِ جگر پیدا کر

□□



گھر گھڑانے سے مشینوں کی طرح کیا حاصل
 جس سے دل جاگ اٹھیں وہ بانگِ سحر پیدا کر
 چاند پر جا کے تو مٹی کے سوا کچھ نہ ملا
 چاند اتر آئے جہاں خود ہی وہ گھر پیدا کر
 جو نہ گھبرائے مصیبت میں وہ دل ڈھونڈ کے
 جو کسی در پہ نہ تھکتا ہو وہ سر پیدا کر
 روشنی شمعِ امامت کی کدھر سے آئے
 دل کی دیواروں میں پہلے کوئی در پیدا کر
 جا کے ٹکرائے تو وہ پردہ درِ بل جائے
 اپنی مسرِ یاد میں اتنا تو اثر پیدا کر
 دے صدا سا کنِ غیبت کو کہ اے نورِ تمام
 رات بوس لینے کو ہے آ کے سحر پیدا کر
 پھر ہے گم کُفسر کے ماحول میں مون کا شعور
 حُر کے پہلو میں پھر اکبر کا جگر پیدا کر

بڑا دل چسپ ہے احباب کا طرزِ محبت بھی
پلایا زہرِ خود اور خود ہی بن کے چارہ گر آئے

نہ جانے کتنے لاشے رہ گئے قبروں کی حشر میں
نہ جانے کتنے زندہ پیکروں کو دفن کر آئے

یہی ہے محسنِ تہذیب میں انجامِ شرکت کا
گئے تھے رکھ کے دستارِ فضیلت ننگے سر آئے

نہ پوچھو آج ساتی کی دوکان پر کتنی رونق تھی
قبائیں بھی دکھائی دیں عامے بھی نظر آئے

کرے کیا قاتلوں کے شہر میں اظہارِ حق کوئی
کہاں سے بوزر و سلمان و میثم کا جگر آئے

کبھی آواز دیتے ہیں کبھی فریاد کرتے ہیں
کوئی مشکل کشا آئے کوئی خیر البشر آئے

یہ انکارے مصائب کے ابھی خود پھول بن جائیں
زمانے میں خلیفہ اللہ کا وارث اگر آئے

قصیدہ

سحر کو جا کے عرضِ حال ہر چوکھٹ پہ کر آئے
رہا کشکول خالی لوٹ کر جب اپنے گھر آئے

کسی کا بوجھ اٹھائے کون یاں تو فکر ہے سب کو
کہ اپنا بوجھ کیسے دوسرے کا دھے پہ دھر آئے

نظر والوں کی قسمت میں اندھیروں کے سوا کیا ہے
جو اندھے تھے انھیں کی راہ میں شمس و قمر آئے

کھلے تھے ہر طرف علم و ادب کے میکدے جس میں
سجے تھے خم کے خم دیکھا تو سب خالی نظر آئے

اگر سلجھی کوئی گتھی تو سو عقدے ہوئے پیدا
ہو اگر مندل اک زخم تو سو زحمت اُبھر آئے

آخری تاجدار

آؤ دیوانو ذرا جشن بہاراں ہو جائے
 آستیں جیب بنے جیب گریباں ہو جائے
 ساقیا بند ہیں بوتل میں ہزاروں سُلُج
 کھول دے کاگ تو مخمل میں چرخاں ہو جائے
 آنڈھیاں ظلم کی چلتی ہیں ازاں دو جلدی
 کہیں شیرازہ ہستی نہ پریشاں ہو جائے
 قافلہ چھوڑ چکا ہے حق و باطل کی تمیز
 جس کا جی چاہے وہی رہبرِ دوراں ہو جائے
 صبرِ طاقت کو سمجھتا ہے زمانہ منصب
 جس کو مل جائے عصا مٹوئی عمراں ہو جائے

صدائے اعطش آتی ہے اب تو فتنے فتنے سے
 ضرورت ہے کوئی عباس کا نختِ جگر آئے
 اشارہ ہو اگر اپنے زمانے کے محسد کا
 ابھی سورج پلٹ جائے ابھی تارا اُتر آئے
 جسے بھی دیکھے اس عہد میں قتل پہ نازاں ہے
 مزا آئے جو ایسے میں عسلی کا شیرِ نر آئے
 پیامِ الفاظ کی بازی گری کرنے سے کیا حاصل
 لہو دل کا جو شامل ہو تو شعروں میں اثر آئے

(۱۹۷۵ء - آباد)

□□



سِتِّمِ تَوْسَعُ نَهْ سَكَا وَارَايَكِ بَجِّهْ كَا
 كَمِيْ هَزَارِكِي لَشَكَرُ دُهَائِي دِيْنِي لَكِي

وہ تسلط ہے اندھیروں کا کہ ڈر لگتا ہے
 پوری بستی نہ کہیں شام کا زنداں ہو جائے
 اپنے دروازوں کو سب بند کیے بیٹھے ہیں
 سوچتے ہیں نہ مسافر کوئی یہاں ہو جائے
 ساتھیو! آؤ اٹھو اس در دولت پہ چلیں
 مور بے مایہ جہاں رشکِ سلماں ہو جائے
 اللہ الحمد کہ جس کا ہے محافظ موجود
 کیسے ممکن ہے کہ وہ بے سرو ساماں ہو جائے
 المدد اے جگر و جانِ شہرِ قلعہ نشین
 درِ خیبر کی طرح وا درِ زنداں ہو جائے
 دے دو تم اپنے فقیروں کو جو کردار کی بھیک
 پھر بنے کوئی ابوذر کوئی سلماں ہو جائے
 کل تھا جبریلؑ کا پر جس سے پتہ چل نہ سکا
 اب تو اندازہ زورِ شبہ مر داں ہو جائے

اس طرح ٹوٹ کے تلوار کا پانی بر سے
 پورا عباسِ علمدار کا ارماں ہو جائے
 حُر کی قیمت کی طرح خون کے چہرے کی طرح
 شبِ ظلمت سے کو صبحِ درخشاں ہو جائے
 تم تو ہو سیدِ سجاد کے وارثِ مولا
 پاؤں کانٹوں پہ جو رکھ دو تو گلستاں ہو جائے
 صبرِ زہرا کا زمانے کو دکھانے والے
 کچھ سکون دلِ زہرا کا بھی ساماں ہو جائے
 ہے مرے فن میں پیامِ آلِ نبیؐ کا جلوہ
 شعرِ مغل میں جو پڑھ دوں تو چراغاں ہو جائے

□



رُخ پر رضا کے رُوئے تقدس کی طلعتیں
 دل میں تقیٰ کا عزمِ مٹھریا لیے ہوئے
 نورِ نقیٰ، جمالِ حسنِ عسکری کے ساتھ
 جلوے پیمبروں کے جبین پر لیے ہوئے
 آجائے اُلٹ کے رُخِ پاک سے نقاب
 دُنیا کے بے کسوں کا مستدر لیے ہوئے

□□



انہی عقیدے کے محبتِ مہینہ قید ہے شبنم
 آیتِ توہوا بھی اتنی نہایتِ دروازہ سے



مَحَبَّتِ خُدا

نورِ علیؑ، جمالِ پیمبر لیے ہوئے
 تنویرِ فاطمہؑ، دلِ شبر لیے ہوئے
 کل انبیاءِ پاک کے کردار کا پتھر
 گل ہائے رنگ رنگ کے جوہر لیے ہوئے
 عباسِ نامور کی وفادار میں موج زن
 پہلو میں قلبِ سبطِ پیمبر لیے ہوئے
 اکبرؑ کا حوصلہ علیؑ کی آرزو
 شوقِ جہادِ عابدِ مضطر لیے ہوئے
 باقرؑ کا علمِ جعفرؑ صادق کا حوصلہ
 کاظمؑ کے صبر و شکر کے تیر لیے ہوئے

کر بلا کے بعد ہمت موت کی پڑتی نہیں
کیسے آئے ابنِ شاہِ کر بلا کے سامنے
راستہ رو کے کھڑی ہے آرزوئے فاطمہؑ
کیسے آئے موت زہرا کی دعا کے سامنے
چند آنسو بھی نہیں ہیں جن کے دامن میں پیام
جانے وہ کیا لے کے جائیں گے خدا کے سامنے

□□

یوسف سیکاپو یاسوں سے سر کرنے کا
کہ سر کرنے کو تو فخر دہانی دینے کا

آرزوئے فاطمہؑ

وقتِ آحسہ بیٹھ جائیں خود وہ آ کے سامنے
اور کشتی ڈوب جائے نا خدا کے سامنے
اب جہاں میں کر نہیں سکتا ہے کوئی فیصلہ
مشکوٰۃ! آؤ چلو مشکل کُٹا کے سامنے
کون دے دادرِ سخن جب بولتی ہوں آیتیں
بند ہیں قراں کے لبِ آلِ عبّا کے سامنے
اس کے لختِ دل کا ہو انکار لوگو! کس طرح
جس کو مولا کہہ چکا ہوں مصطفیٰ کے سامنے
ایک انساں اتنے دن تک کیسے زندہ رہ گیا
اب نہ کہنا یہ کسی حق آشنا کے سامنے

یہی تو ایک سہارا ہے ہم غریبوں کا
 نہ انتظار اگر کیجئے تو کیا کیجئے
 سمجھ میں گر نہیں آتی امام کی غیبت
 دماغ آپ کا بیمار ہے دوا کیجئے
 دل و دماغ کو شائستہ و فاضل کیجئے
 ظہورِ حضرتِ محبت کی اب دعا کیجئے
 امامِ وقت سے یوں عرضِ مدعا کیجئے
 کیا ہے آنے کا وعدہ تو اب وفا کیجئے
 ہمیں بھی خیبر و خندق کا لطف آجائے
 علیٰ کی طرح سے میدان میں دغا کیجئے
 حسن کی طرح سے خاموش رہ چکے مولاً
 حسین بن کے اب اعلانِ کربلا کیجئے
 کمالِ صبر جہاں کو دکھائیں گے کب تک
 شجاعتِ عسکری کا مظاہرہ کیجئے

آخری فیصلہ

جو شوق ہے کہ جہادِ رہِ وفا کیجئے
 تو پہلے نفس سے اپنے مقابلہ کیجئے
 سمندروں سے نہ پانی کی التجا کیجئے
 خود اپنی پیاس کو کوثر سے آشنا کیجئے
 بستمِ گروں سے کرم کی نہ التجا کیجئے
 جو ہو سکے تو پھر اعلانِ کربلا کیجئے
 نہ مانگئے درِ ظلم بستمِ پہ امن کی بھیک
 اجل سے آنکھ ملانے کا حوصلہ کیجئے
 جہاں پہ چھوٹا تھا آلِ رسول کا دامن
 اسی جگہ سے سفر کی پھر ابتدا کیجئے

قصیدہ

کبھی پہونچے تیرے خنجر کبھی بالائے دار آئے
تیرے دیوانے زلف گردشِ دوراں سنوار آئے
دماغِ بوزری لے کر کبھی دربارِ شاہی میں
گئے اور جا کے سارا نشرِ دولت اتار آئے
کبھی قصرِ زلالت میں ڈوب دی ناوِ باطل کی
کبھی مظلوم کی ڈوبی ہوئی کشتی اُبھار آئے
بلینے تک نہ آیا عزم اور ہمت کے ماتھے پر
یہ طوفان ہم سے ٹکرانے نہ جانے کتنی بار آئے
قدم بڑھتے ہوئے پیچھے ہٹا سکتا نہیں کوئی
پرے نوکِ سناں راہوں میں یا خنجر کی دھار آئے

صدائیں دیتا ہے بنتِ رسول کا دعویٰ
مقدمہ ابھی زندہ ہے فیصلہ کیجیے
نظامِ عدلِ الہی زمیں پہ ہونا فز
نبیؐ نے عرض جو چھوڑا ہے وہ ادا کیجیے
پیامِ عرض کرد بارگاہِ اقدس میں
فقیہ بیٹھا ہے ڈیوڑھی پہ کچھ عطا کیجیے

□□



کالے چہرے بیٹھے نہ سکیں گے غاروں سے
بُغضِ علیؑ کھل جاتا ہے آوازوں سے



رکھے ہیں ہاتھ قبضے پر مثالِ فاتحِ خیبرؑ
ہیں اس کے منتظر کب تیغ کے منہ تک شکار آئے

نظرِ مقتل پہ ہے اور کھولتا ہے خون سینے میں
لٹا ہو جس کا سارا گھر اسے کیسے قرار آئے

البتی پڑ رہی ہے سیام سے تیغِ یدائش کیوں
تمنا ہے کہ اک حملے میں ہر دشمن کو مار آئے

جہاد حضرت عباسؑ کا گھٹنا ہوا اراں
صدادیتا ہے میسر لالِ وقت کا زار آئے

علیؑ کا شیرِ غصے میں ہے سب مل کر دعا مانگو
نہ جانے کیا ہو گر پردے سے باہر پردہ دار آئے

۵۵



فقیرانہ اگر گزُرے کبھی شاہوں کی بستی سے
کسی کا تخت الٹ آئے کسی کا تاج اُتار آئے

خوڑاں کا دورِ اپنی مصلحت کا نام ہے ورنہ
جہاں رکھ دیں قدم اپنا وہیں فصل بہا آئے

تماشہ دیدۂ تاریخ نے یہ بھی تو دیکھا ہے
کھلائے پھول ہم نے اور ہمارے حق میں غار آئے

دُورے وہ قوم کیسے گرمیِ صبحِ قیامت سے
جو دشتِ کربلا میں دوپہر اپنی گزرا آئے

بکھیرے علم کے موتی اگر چہو پئے سبِ منبر
زمینِ مقتل کی کانپ اٹھی جو سوئے کا زار آئے

ہم ان کے ماننے والے ہیں جن کے اک اشارے پر
زمین پر آسمانوں سے اتر کر ذوالفقار آئے

خدا رکھے سلامت ہے ہمارا آئینہ دارِ وارث
نظر ہے مرضیِ رب پر کہ حکم کیسے دے دار آئے

کل تو خود گمراہ تھے اور آج قائد بن گئے
 اتنی آسانی سے یہ منصب عطا ہوتا نہیں
 خون بھی اپنا جو پٹرکا دے وہی ہے باغیا
 نخل ہستی صرف پانی سے ہرا ہوتا نہیں
 ڈوبنا آئے نہ جس کو دوسروں کے واسطے
 وہ جہاز زندگی کا ناحسدا ہوتا نہیں
 اس کے گھر پر جائے دُنیا کو سمجھے جو حقیر
 بندہ حرص و ہوس حاجت روا ہوتا نہیں
 صرف ان کو زیب دے گی ذوالفقارِ کبریا
 قتل جن ہاتھوں سے کوئی بے خطا ہوتا نہیں
 یہ ہے اعجازِ امامت ورنہ دُنیا میں ہر ایک
 کھا کے سُکھی روٹیاں خیمبر کُشا ہوتا نہیں
 خود حرم کو تھی ضرورت اپنی حرمت کیلئے
 ورنہ ہر اک خانہ زادِ کبریا ہوتا نہیں

اعجازِ امامت

حُسنِ پردہ دار کب جلوہ نما ہوتا نہیں
 شیشہ دل خود ہی تیرا آئینہ ہوتا نہیں
 بے خبر کہتا ہے ہم میں رہ نما ہوتا نہیں
 ٹھوکریں کھاتا ہے لیکن تجربہ ہوتا نہیں
 قابلِ افسوس ہیں وہ لوگ جن کی راہ میں
 مشکلیں ہوتی ہیں اور مشکل کُشا ہوتا نہیں
 دل بھی جھکنا چاہیے اے زاہدانِ محترم
 سر جھکا کر بندگی کا حق ادا ہوتا نہیں
 چادرِ احرام سے چھپتے نہیں سیرت کے داغ
 صرف حج کرنے سے کوئی پارسا ہوتا نہیں

سب کو ملتا ہے کہاں زورِ الہی کا شرف
 ہر بشر میدان میں جا کر لافٹی ہوتا نہیں
 جس نے لی ہو پستی کردار میں اک سانس بھی
 راکبِ دوشِ رسولؐ کسبِ ریا ہوتا نہیں
 ہر کس و ناکس خلیفہ ہو تو سکتا ہے مگر
 ہر خلیفہؒ جانشینِ مصطفیٰؐ ہوتا نہیں
 وہ سرِ نیزہ تلامذت کر رہا ہے شہ کا سر
 وارثِ قرآنِ شہر آں سے جدا ہوتا نہیں
 قطع ہرگز عصمتوں کا سلسلہ ہوتا نہیں
 از محمدؐ تا محمدؐ فاصلہ ہوتا نہیں
 کب علیؑ ہوتا نہیں کب مصطفیٰؐ ہوتا نہیں
 کاروانِ حق کبھی بے رہنما ہوتا نہیں
 آج بھی موجود ہے وہ عہدِ حاضر کا مسیح
 ہاتھ جس کا نبضِ عالم سے جدا ہوتا نہیں

روشنی دیتا ہے مثلِ آفتابِ زیرِ ابر
 اور کہنے کو بظاہر سا منا ہوتا نہیں
 بے بصیرت لوگ یوہنیِ مُسکِرِ انوار ہیں
 روشنی کا جیسے اندھوں کو پتہ ہوتا نہیں
 گرنے والے جانتے ہیں کون لیتا ہر سنبھال
 قافلے والوں سے غافل رہنا ہوتا نہیں
 جرمِ ثابت ہے تو پھر کیوں فیصلہ ہوتا نہیں
 کیا ترے سینے میں دردِ کربلا ہوتا نہیں
 بزمِ ہستی میں ہیں شامل آج بھی کتنے یزید
 اے علیؑ کے شیر کیوں اذنِ دعا ہوتا نہیں
 دل کوڑپاتی ہے دادا کی صدائے الغیث
 کیا کریں مجبور ہیں حکمِ خدا ہوتا نہیں

صرف لفظیں جوڑ کر شاعر نہیں بنتے پیام
 بے دل بیتاب کوئی خوش نوا ہوتا نہیں

گھٹنا نہیں ہے زورِ الہی کسی طرح
 لگتا نہیں ہے زنگِ کبھی ذوالفقار میں
 جس کو مٹا دیا تھا خنزاں نے بزمِ خود
 وہ پھول اب بھی ہے چمنِ روزگار میں
 رکھے ہوئے ہے نبضِ دوعالم پہ انگلیاں
 دھڑکن بنا ہوا ہے دبا روزگار میں
 بر میں علی کی تیغِ جگر میں نبی کا عزم
 زورِ خدا ہے دستِ عدالتِ شعار میں
 دُنیاۓ مجرور کا کھڑے ہیں لیے حباب
 الیاسؑ اور خضرؑ عینِ دیار میں
 راہوں میں جبریلؑ پچھائے ہوئے ہیں پر
 کب تیغِ کھینچ لیں ہیں اسی انتظار میں
 لہرِ اہل ہے دوشِ پہ عباسؑ کا علم
 تشنہ لبوں کی یادِ دلِ بے مشاعر میں

معرکہ آخر

نوکِ سناں میں دم ہے نہ خنجر کی دھار میں
 سناٹا چھا چکا ہے ستم کے دیار میں
 تیروں کے سر جھکے ہیں کمانیں ہیں سجدہ ریز
 سکرات میں ہے ظلم، جفا اختصار میں
 صدیاں گزر گئیں جب اٹھا تھا کوئی جری
 لشکرِ ستم کے آج بھی ہیں انتشار میں
 دستِ اجل جہاں تھا وہیں پر ہے آج بھی
 راہِ حیات بن گئی تیغوں کی دھار میں
 ٹھوکر لگی کچھ ایسی کہ اب تک پتہ نہیں
 کیا جانے تخت و تاج گئے کس دیار میں

قافلہ سالار

جادہ حق میں مقام رسن و دار بھی ہے
 کیا کہیں حوصلہ میثم تمار بھی ہے
 کون توڑے در زنداں کہ ہر اک طاہر و سکر
 خود ہی صیاد بھی ہے خود ہی گرفتار بھی ہے
 بچ کے موجوں سے کہاں جاؤ گے اے اہل خرد
 وہی طوفان جو اس پار ہے اس پار بھی ہے
 چرخ سکو کو سمجھتا ہے متاع دل و جاں
 اہل دولت جسے کہتے ہیں وہ نادار بھی ہے
 جسم پیراہن رنگیں میں ٹکے گا کب تک
 رُوح بھوکی بھی ہے ننگی بھی ہے بیمار بھی ہے

ہے مصلحت جو شیرِ نیستانِ فاطمہ
 بیٹھا ہوا ہے صبر و رضا کی کچھار میں
 کہتی ہے بار بار تڑپ کے علی کی تیغ
 ارماں محسوس ہے ہیں دل بے قرار میں
 صدیوں کی پیاسِ خونِ عدو سے بچھاپے
 کب تک رہوں گی تشنہ جگر روزگار میں
 صلح حسن دکھا چکے آبِ جراتِ حسین
 دکھلا دو آکے معرکہ کارزار میں
 ہے منتظر زمانہ کہ آکر اذانِ دو
 دادا کی طرح خسانہ پروردگار میں

□□



نعرہ آزادی انسان کا لگانے والا!
 کیا کسی پاؤں کی زنجیر میں جھنکار بھی ہے
 ہیں کہاں آج وہ ٹھوکر میں اڑانے والے
 شام کا تخت بھی ہے کوفے کا بازار بھی ہے
 صرف روٹی ہی نہیں گردشِ دُوراء کا علاج
 نوعِ انسان کی ضرورت دلِ بیدار بھی ہے
 دل کے داغوں کو جلاؤ کہ اُجالا ہو جائے
 راتِ تاریک بھی سنان بھی پُر خار بھی ہے
 اس کڑی دھوپ میں جل جائے نہ انسان کا وجود
 جادہِ عنہم میں کہیں سایہِ دیوار بھی ہے
 یا علی کہہ کے قدمِ جادہِ ہستی میں بڑھاؤ
 قافلہ ہے تو کوئی قافلہ سالار بھی ہے
 نام پر جس کے لرزتا ہے انہیروں کا جگر
 بزمِ ہستی میں وہ نورِ شیدِ ضیا بار بھی ہے

وقت کے مرجب و عنتر کو بتادو جا کر
 وہ محمد ہی نہیں حیدرِ کرار بھی ہے
 دلِ زہرا کی تمناؤں کا حاصل ہے وہی
 روشنیِ نیکہ، احمدِ مختار بھی ہے
 بیڑیاں ظلم کی توڑے گا جفاؤں کی رسن
 وارثِ عنہم دلِ عابدِ بیمار بھی ہے
 حشرِ آخر نہ کہو ایٹمی ہتھیاروں کو
 اسی دُنیا میں تو اللہ کی تلوار بھی ہے
 پیاس اک اک کی بجھا دے گا وہ اے تشنہ لبو
 حالِ قوتِ عباسِ علمدار بھی ہے
 صبرِ زہرا کا تقاضا تھا جو اب تک ہر خموش
 در نہ پہلو میں دلِ حیدرِ کرار بھی ہے

کون ہے اس کے سوا اپنی پناہ گاہِ پیام
 وہی آقا بھی ہے مالک بھی ہے مختار بھی ہے

بُجھی ہوئی ہے اگر شمعِ عشقِ آلِ نبی
کہیں پناہ اندھیروں سے پا نہیں سکتے

تارے توڑ کے لاؤ کہ چاندنی ڈھالو
اُجالے دل کے درِ بچوں تک آ نہیں سکتے

اگر ہے سر پہ علمِ حجتِ الہی کا
چھری کی دھار پہ بھی ڈگکا نہیں سکتے

چلو حیات کے مارو وہیں چلیں کہ جہاں
بغیر اذنِ فرشتے بھی جا نہیں سکتے

مہک رہی ہے فضا بوئے پیرِ مہن سے مگر
کہاں وہ بیٹھے ہوئے ہیں بتا نہیں سکتے

مگر یہ کہتی ہے پرے سے شیر کی ہدیت
شکار سامنے سے بچ کے جا نہیں سکتے

نظر ہے رن کی طرف کھوتا ہر دل کا لہو
گزر چکے ہیں جو طوفان بھلا نہیں سکتے

ضرورتِ آخر

پے درد جو علیؑ کو بلا نہیں سکتے
سکونِ قبر میں بھی جا کے پا نہیں سکتے

اُڑا دیا ہے مری ٹھوکروں نے جانے کہاں
کہ تخت و تاج پلٹ کر آبِ آ نہیں سکتے

ہوائے ظلم کے جھونکو! ادھر کہاں آئے
یہ میسر دل کا دیا ہے بُجھا نہیں سکتے

قدمِ قدم پہ پو نہی ٹھو کریں ملیں گی تمہیں
کرم کی بھیک جو اس در سے لا نہیں سکتے

علاجِ گردشِ دُوراں کرو گے خود شکو!
ہو بہت اُگے آنسو بہا نہیں سکتے

بیکردہ غیبت

جو محفل میں کبھی بادِ صبا آتی ہے پردے سے
تو خوشبوئے ریاضِ فاطمہ آتی ہے پردے سے
کسی بے کس کی جب نہ یاد کراتی ہر پردے سے
نہ گہراؤ ہم آتے ہیں صدا آتی ہے پردے سے
فضائے قلبِ مومن میں اندھیرا ہو نہیں سکتا
یہ وہ گھر ہے کہ جس گھر میں ضیا آتی ہر پردے سے
یقیناً حضرت جبریل بھی خدمت میں ہیں حاضر
کہ رہ رہ کر صدائے لافتی آتی ہے پردے سے
علم انہوں میں لہراتا ہے عباسؑ دلاور کا
مشامِ جاں میں خوشبوئے وفا آتی ہر پردے سے
ترپ جاتی ہے شاید ذوالفقارِ سناخِ خیر
جو بجلی کے کڑکنے کی صدا آتی ہے پردے سے

نہ پوچھ جوشِ شجاعت پہ صبر کی بندش
کہ تیغِ ہاتھ میں ہے اور اٹھا نہیں سکتے
مگر جو اٹھی تو انسان کیا فرشتے کیا
یہ بارِ ضربتِ آخر اٹھا نہیں سکتے
دعا کرو کہ کلائی پکڑ لے صبرِ بتولؑ
کہ جبریل بھی اب پر پہنچا نہیں سکتے
پیام سازِ مسرت کسے سناؤ گے
ابھی ہیں سوگ میں ہم مسکرا نہیں سکتے

□

قطعہ

جنابِ شیخ کی پرچھائیوں میں بیٹھے ہیں
نیکل کے بزم سے تنہائیوں میں بیٹھے ہیں
انہیں بھی توڑ دے اے بُت شکن کے قلبِ نظر
وہ بُت جو روح کی گہرائیوں میں بیٹھے ہیں

روح کائنات

یہ بزمِ ہستی ہے کیسے قائم جو کوئی روح رواں نہیں ہے
عجیب منطق ہے دوستو! یہ کہ جسم ہے اور جاں نہیں ہے
مہک رہی ہیں ہوائیں کیونکر اگر نہیں ہے کوئی گلِ تر
فضائیں ہیں کس طرح منور چراغ اگر فوفاں نہیں ہے
نہ کھولے بے سبب زبانیں بہت سُنی ہیں یہ داستانیں
یہ بات مانیں تو کیسے مانیں کہ باغِ ہر باغیاں نہیں ہے
چھلک رہے ہیں گلوں کے ساغرِ برس ابھی ہے شرابِ حمر
یہ میکہ چل رہا ہے کیونکر جو کوئی پیرِ مغاں نہیں ہے
ہر چاند سُوچ میں یوں چمک کیوں تو لالہ دگل میں چمک کیوں
زمین پہ گرتا نہیں فلک کیوں اگر کوئی دریاں نہیں ہے

سُنائی دیتی ہے دھڑکن دلِ زہرا و حیدر کی
چمن میں جب کبھی موجِ ہوا آتی ہر پردے سے
کہیں گے چرخِ پر عیسیٰ ہٹا دیں گے وہ جب پردہ
مجسم ہو کے زہرا کی دعا آتی ہے پردے سے
وہ کعبہ ہو کر آں ہو شریعت ہو کہ ایماں ہو
ہیں زندہ آج تک ان کی غذا آتی ہے پردے سے
علیؑ والوں کو اس دُنیا کے مَحْضَنوں سے کیا مطلب
جو پیتے ہیں وہ صہبِ کِلا آتی ہے پردے سے
سکوں ملتا ہے پوتے کی جوانی دیکھتی ہیں جب
دلِ زہرا کے زخموں کی دوا آتی ہے پردے سے
خبر کر دو انہیں جو خیبر و خندق سے بھاگے تھے
علیؑ کی تیغ پھر بہرہ دغا آتی ہے پردے سے
برسنے کو ہے پانی دہر میں مشکِ سکینہ کا
اٹھو پیاسو! کہ رحمت کی گھٹا آتی ہر پردے سے

حضرت حجتؑ

جس دل میں عشقِ آلِ رسولِ خدا نہ ہو
اک ایسا کینسر ہے کہ جس کی دوا نہ ہو
فانوسِ بے چراغ ہے اُس گھسہ کی زندگی
جس گھریں جانا زہو خاکِ شفا نہ ہو
بے اہل بیتِ پاک رسولِ خدا کی ذات
ہے ایسا شہر جس کا کوئی راستہ نہ ہو
ہم ایسے رہبروں کی کریں گے نہ اقتدا
راہوں کے پیچ و حسم کا جنہیں خود پتہ نہ ہو
عسہمِ جوان اگر ہے تو لشکر کا خوف کیوں
نادِ علیؑ بڑھو جو کوئی اسلحہ نہ ہو

زمینِ مکہ پر بیت ہے کیوں اگر نہیں اہل بیت کوئی
مکان ہے تو میکس بھی ہوگا میکس نہیں تو مکاں نہیں ہے
وہ فہد و صدّام ہوں کہ نش ہو بھی ہیں اس ایک جاں کے دشمن
اکیلا ایران کیوں ہے زندہ اگر کوئی پاسباں نہیں ہے
سوالِ بیعت اٹھا کے دیکھو وہ نسخہ پھر آزا کے دیکھو
جو پہلے انکار کر چکا ہے وہ آج بھی بے زباں نہیں ہے
ستم جو ہوتا ہے بے کسوں پر لرزے لگتا ہے پردہ در
جلادے آکے مرا نشین مجالِ برقِ تیاں نہیں ہے
دُعائے زہرا ہے راہِ رو کے اجل جو آئے تو کیسے آئے
رسول کا دل دھڑک رہا ہے یہ طولِ عمر رواں نہیں ہے
وہ آئیں گے جب نقاب الٹ کر کہے گی تب ذوالفقارِ حیدر
سنایا جائے گا اب نتیجہ یہ منزل امتحاں نہیں ہے

(۱۹۸۹ء - الرآباد)

□□

کاش

جو کفن پہن کے نکل پڑے تو ستم کا نقش مٹا دیا
 سردارِ عشق کی بات کی تہ تیغ درسِ وفا دیا
 تھی مہیب کتنی وہ رات بھی کہ فضا اگلی تھی تیرگی
 جو ملی کہیں سے نہ روشنی تو چسراغِ دل کا جلا دیا
 کبھی ظلمتوں نے اٹھایا سر کبھی روشنی کو ملی ظفر
 یہی معرکہ رہا رات بھر نہ کی ہوا نہ بجھا دیا
 جو تہ تیغ تیز سے کٹ سکے یہ جفا و ظلم کے سلسلے
 تو خود اپنے خون کی دھار کو تیری ذوالفقار بنا دیا
 جو بڑھا غرور ستم گری تو لگا کے نعرہ حیدری
 جہاں موت کرتی تھی داوری وہیں زندہ رہنا سکھا دیا

سُن کر علیؑ کا ذکر جو چہرہ اُتر گیا
 خونِ نجسِ رگوں میں کہیں دوڑتا نہ ہو
 یہ تو نظامِ عدلِ الہی کے ہے خلاف
 دنیا میں مشکلیں تو ہوں مشکل کشا نہ ہو
 زندہ نہ رہ سکے گا بدنِ رُوح کے بغیر
 ممکن نہیں کہ دہر ہو وجہِ بفتا نہ ہو
 عیسٰیؑ وضو کیے ہوئے بیٹھے ہیں عرش پر
 یہ فکر ہے نمازِ مؤدتِ قضا نہ ہو
 ہاتھوں میں ذوالفقارِ رگوں میں علیؑ کا خون
 لیکن وہ کیا کرے جسے اذنِ وعنا نہ ہو

□□

وہ علیٰ نجف میں ہیں نعرہ زن، مرے شیر دل مرصّف شکن
 تیرے بازوؤں کو تو چوم لوں مرا زور تو نے دکھا دیا
 وہ لبِ فرات پکارا اٹھی کسی تشنہ کام کی تشنگی
 میرا کام قبضہ آب تھا تو مصلّٰے تو نے بچھا دیا
 نہ کوئی غریب وطن ہے اب نہ کسی گلے میں رسن ہر اب
 جہاں آگ اگل رہی تھی زمیں وہیں جا کے پھول کھلا دیا
 جو رگِ حیات کو خوں ملا، تو دُکھے دلوں کو سکوں ملا
 وہ کوئی بہن ہے دُعا بلب کسی ماں نے سوگ بڑھا دیا
 ہیں پیامِ دل کی حسرتیں جو لباسِ شعر میں ڈھل گئیں
 کوئی کاش آکے یہ دے خبر کہ انھوں نے پردہ اٹھا دیا

□□

نہ چھری میں دم نہ کہاں میں خم کہ ستم کو دس گیا ستم
 کیا قتل تیرے شہید کو کہ گلا خود اپنا کٹا دیا
 لئے روشنی دل و نظر پس پردہ اب بھی ہر جلوہ گر
 یہ سمجھ رہی تھیں کل آنہیاں کہ چراغ ہم نے بجھا دیا
 ہے خوش مثل حسن ابھی جب اٹھے گانختِ دلِ علیؑ
 تو صد اٹھے گی گلی گلی کہ ستونِ ظلم گرا دیا
 وہ خدا کا قہر ہے چار سو وہ لہو برستا ہے کو بہ کو
 وہ علی کی تیغ ہے سرخرو کہ اک ایک قرض چکا دیا
 نہ وہ مسلے ہیں حیات کے نہ وہ مرحلے غم ذات کے
 جو فیصلِ عزم تھی وہ گر گئی جو پہاڑ تھے انھیں ڈھا دیا
 وہ درود پڑھتی ہے سامرہ وہ سلام کہتی ہے کر بلا
 وہ حرم نے سجدہ شکر میں سبرِ انسا طُجھا دیا
 وہ نبیؐ کی قبر نے دی صدا مرے لالِ آمرے لالِ آ
 مری حسرتوں کا سلام لے کہ زمیں کو خلد بنا دیا

سلسلہ عصمت

روکیں جو رہ مولا ممدوح وہ کیونکر ہوں
 بُت ہیں مری نظروں میں انساں ہوں کہ پتھر ہوں
 اے ہمتِ مردانہ رستے سے نہ لوٹ آنا
 ٹھکرے کے گزر جانا فوجیں ہوں کہ لشکر ہوں
 اخلاق کی ضربوں نے توڑے ہیں بھرم سب کے
 نیزے ہوں کہ ناوک ہوں تیغیں ہوں کہ خنجر ہوں
 اس بزمِ مودت میں کیا کام ہے غیروں کا
 محفل سے نکل جائیں جو دشمنِ حیدر ہوں
 اے امتِ پیغمبر! یہ رازِ عمل سن لے!
 منزلِ جنہیں خود ڈھونڈھے اس شان کے رہبر ہوں

لب اپنے اگر کھولیں شہرِ آں کی طرح بولیں
 نقشِ کفِ پا جن کے رشکِ مہِ واختر ہوں
 منبرِ نظر آئے اعجازِ خطابت کا
 مسجد میں نمازی ہوں میدان میں غضنفر ہوں
 کفار کے لشکر ہوں ہیبت سے تہ و بالا
 تنہا ہوں مگر دن میں لاکھوں کے برابر ہوں
 اس نور کے جلوؤں کو کیا کوئی چھپائے گا
 جس نور سے تابندہ مہر و مہِ واختر ہوں
 کردار کے دامن پر دھبہ کوئی دکھلا دو
 ہے شرط کہ تنقیدیں انصاف کے اندر ہوں
 ہمارا کیا کہیں ہم نے دنیا میں نہیں دیکھا
 جس ہمارے کل موتی قیمت میں برابر ہوں

اے مسلمان! ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتے ہو تم
چھوڑ کر دامنِ علیؑ کا کس طرف جاتے ہو تم
یہ تو ہے دوزخ کا راستہ اس طرف کو نہ کہاں

لے گئے جب عرش پر تشریف محبوبِ الہ
جنش زنجیرِ دریاں دیکھتی تھی حق کی راہ
اگر وہی ہوتے تو ملتی اُن کے دامن میں پناہ
کوئی اُنت تھی جو ہٹتے ہی بدل دیتی نگاہ
چھوڑ کر بستر کو جاتی گھر می بستر کہاں

بورے کو تخت سمجھا جس نے شاہی کے لئے
بخش دی راہِ عمل ہر ایک راہی کے لئے
یہ بھی تھا مخصوص محبوبِ الہی کے لئے
سنگریز ہاتھ پر آئے گواہی کے لئے
بولتے ہیں در نہ دُنیا میں کبھی پتھر کہاں

ذکرِ پیغمبرؐ

ذہنِ انسانی کہاں اور ذکرِ پیغمبرؐ کہاں
بحرِ بے ساحل کہاں چھوٹا سایہِ سحر کہاں
بارِ مدحت کا اٹھا سکتا ہے مدحت گھر کہاں
اتنی گنجائش بھلا الفاظ کے اندر کہاں
کیا خبر ہے ٹوٹ جائے فکر کا لنگر کہاں

جس کے بچے آبروئے مشرقین مغربین
جس کے اہلبیت ہیں انسانیت کی زیب و زین
قوتِ بازو ہے جس کا فاتحِ بدر و حنین
جس کی بیٹی فاطمہؑ جس کا نواسہ حسینؑ
ایسے گھر والے کہاں ہیں اور ایسا گھر کہاں

عشقِ پیغمبرؐ اور عزتِ گھبراتے ہو تم
شاخِ سلفِ اور پھولوں کے کتراتے ہو تم

فخرِ انبیاؐ

زمانے میں کوئی تیرے برابر ہو نہیں سکتا
 کہ قطرہ لاکھ بڑھ جائے سمندر ہو نہیں سکتا
 جوابِ صاحبِ معراج پائے گی کہاں دُنیا
 کوئی ہم وزنِ نعلینِ پیمبر ہو نہیں سکتا
 جو داخل کر لے سدا کو بھی اہلِ بیت میں اپنے
 جہاں میں ایسا کوئی بندہ پرورد ہو نہیں سکتا
 جہاں روشن غریبوں کا مقدر ہو نہیں سکتا
 کوئی دربار ہو گا بابِ حیدر ہو نہیں سکتا
 نہ ہو خوشبو تو عرفانِ گلِ تر ہو نہیں سکتا
 بلا مدحِ علیؑ ذکرِ پیمبر ہو نہیں سکتا

ترے بیٹوں نے اپنا سر کٹا کے سر بلندی دی
 کہ نیچا اب کبھی اسلام کا سر ہو نہیں سکتا

عظمتِ کردار

اتنا اُدخیا تیرا کردار نظر آتا ہے
 عرش بھی سایہ دیوار نظر آتا ہے
 تیرے اخلاق کی ضربوں سے مچی ہے بلبل
 منتشر لشکرِ کفار نظر آتا ہے
 تو نے جس روز سے دشمن کی عیادت کی ہے
 کفر اس روز سے بیمار نظر آتا ہے
 بولا رضوان کہ جنت میں نہیں دل لگتا
 خانہ احمد مختار نظر آتا ہے

علیؑ

جب سے رکھا علیؑ نے قدم آن بان سے
سجدہ کرا رہی ہے زمیں آسمان سے
یونہی نبیؐ علیؑ میں نہیں کوئی فاصلہ
جیسے ملی ہوئی ہے اقامت اذان سے
رتبہ علیؑ کا خانہ دُور سے پوچھ لو
عظمت مکین کی ہے زیادہ مکان سے
اے شیخ اس طرف سے مافت ہے گی کم
فردوس دو قدم ہے علیؑ کے مکان سے
گھبرا کے خود ہی ہٹ گئیں راہوں مشکلیں
شکل کُٹا کا نام جو نکلا زبان سے

بے ان کے ذکر مرسلِ عظیم ہے وہ کتاب
غائب ہوں جس کے سائے درق دریان سے

عرفانِ علیؑ

جو ذوقِ علم و فکر و آگہی ہے
اگر کردار میں پاکیزگی ہے
مُتِرافت کچھ جو ورثے میں ملی ہے
دماغوں میں اگر کچھ روشنی ہے
بہت آسان عرفانِ علیؑ ہے

کتاب اللہ افسانہ ہے اُن کا
نبیؐ کی گود کا شانہ ہے اُن کا
چہرہ اِبرِ طُورِ پروانہ ہے اُن کا
خدا کا گھر زچہ خانہ ہے اُن کا
دلیلِ حق خود ان کی زندگی ہے

ملح معصومہ

لکنت نہ ہو کیوں اہل سیاست کی زباں میں
تلوار کی جھنکار ہے بے کس کی نفاں میں
اٹھا کیا طوفان مظالم کا جہاں میں
جنبش بھی نہ آئی و تدم عزم جواں میں

تھا باپ کا دل پہلوئے خاتونِ جناں میں
زہرا تو ہے سرمایہ آغوشِ پیمبر
زہرا تو ہے پیمانِ الہی کا مقدر
زہرا تو ہے سرچشمہ صد مذموم و کوثر
عظمت میں کسے رکھو گے زہرا کے برابر
فصیحہ کا بھی ہمسر نہیں پاؤ گے جہاں میں

باقی ہے کہاں خجبر و شمشیر کی آواز
گم ہو گئی اہل زور و جاگیر کی آواز
پھیلی ہے مگر نالہ شبگیر کی آواز
چکنی کی صدا بن گئی تکبیر کی آواز

تاریخ کا رخ موڑ دیا رہ کے مکاں میں
مجبور ہے سورج کو بجھائے کوئی کیسے
اس نقشِ حقیقت کو مٹائے کوئی کیسے
پردے میں روائت کے چھپائے کوئی کیسے
بیٹی کو محمدؐ کی بھلائی کوئی کیسے
باقی ہے ابھی نام محمدؐ کا اداں میں

مریمؑ سے کہو لیں سراقدس کی بلائیں
حواؑ سے کہو اپنی ردا آکے بچھائیں
آیاتِ الہی در دولت کو سبائیں
ڈیوڑھی پہ فرشتوں سے کہو سر کو جھکائیں
معصومہ کو نین کی آمد ہے جہاں میں

کہتی ہیں خدیجہؓ اسے آغوش میں لیکر
اے شمعِ ضیا بار تمنائے پیمبر
کہتے تھے عدو سید کو نین کو ابتر
صدقے ترے اب ہیں درو دیوار منور

بے تیرے اندھیرا تھا پیمبر کے مکاں میں
(۱۹۶۹ء آباد)

تیرے دم سے عورتوں کی زندگی کا سلسلہ
ختم آخِر ہو گیا خستہ کُشی کا سلسلہ

تیرا آنا عِزتِ تہذیبِ انسانی بنا

سلسلہ جس دین کا تختِ حکومت چپلا
رفتہ رفتہ بن گیا سازِ تعیش کی صدا
مرکزِ بغض و کدورت دفترِ حرص و ہوا
اور جو اسلام تیرے در سے دُنیا کو بلا

فقر بُودِ عزیمتِ قنبر صدقِ سلمانی بنا

اے کہ تیری گود ہے صبر و رضا کی درگاہ
رکھی بیٹوں کے سُرں پر خود شہادت کی کلاہ
ماں نے تیری ڈالی ہے بنائے لا الہ
شیر و شیر اور کلثوم و زینب ہیں گواہ

جس کو پالا پیکرِ ایثار و قربانی بنا

کہ عبا بھی گہ مصلیٰ تھی کبھی بسترِ بنی
کتنی قدروں کی علامت اک تری چادرِ بنی

سیدہ عالم

تیرا آنا چہرہ ہستی کی تابانی بنا
کوئی تیرا اور نہ شوہر کا ترے ثانی بنا
تیرا سارا گھر کا گھر آیاتِ ربّانی بنا
تیرا خدمت گار امینِ وحیِ ربّانی بنا

نافتہ تیرے لال کا محبوبِ سبحانی بنا

کس قدر روشن حقیقت ہو یہ احسانِ بتول
پرورشِ ایمان نے پائی زیرِ دامنِ بتول
دولتِ ختمِ رسلِ مَولودِ مرجانِ بتول
کر دیا کوثرِ عطا حق نے بعنوانِ بتول

اور ابتر دشمنِ محبوبِ سبحانی بنا

تجھ سے قائم آج بھی ہر حق رسی کا سلسلہ
تجھ سے باقی رہ گیا نسلِ نبی کا سلسلہ

وزنِ امامت

مہر جھوٹے دناؤں کے
 دینِ اسلام آنکھیں بچھائے
 آکے جب سے بیل جھولا جھلائے
 کہہ دو شر آں سے لوری سنائے
 آج عالم میں شبیر آئے

کون سمجھے بھلا اُس کی عظمت
 ناز اٹھاتی ہے جس کے مشیت
 جس کا جھولا جھلائے رسالت
 جس کی منزل ہے دوشِ نبوت
 جو پیغمبر کو ناقہ بنائے

حکم حق سے جو دوائے ضعیف پیغمبر بنی
 رہن ہو کر آبروئے ساقی کوثر بنی
 جس کا ہر پیوند فخرِ نوعِ انسانی بنا
 سرحدِ عصمت میں ہو کیسے تخیل کا گزر
 تنگ ہو لفظوں کا دامن فکر کے جلتے ہیں پر
 اُن وہ جلووں کی سرِ اوانی یہ علم مختصر
 موجزن ہر سو فضائل کا سمندر دیکھ کر
 جذبہ مدحت گری تصویرِ حیرانی بنا

□□

(۱۹۷۹ء - الرآباد)



جس نے سیکھلا دیا مر کے جینا
جو ہے تاج و تاج کا نیگینہ
جس کی چوکھٹ ہے مکہ مدینہ
جب ڈوبا ہے اس کا سفینہ
آج تک پھر نہ طوفان آئے

یہ سبق دے گیا دن میں جا کر
جاں دو بہرہ خدا مُسکرا کر
نیں آئے دلوں کو جگا کر
سر کے کفن کا سر جھکا کر
گھر جلے آج حق پر نہ آئے

□□



کوئی منزل کوئی راستہ ہو
عزم و ہمت ہو صبر و رضا ہو
عرش ہو خانہ کبریا ہو
وہ مدینہ ہو یا کربلا ہو
تیرے جلوں میں سب جگر گائے

جو کہ معراج ہے بندگی کی
جس نے عزت رکھی ہر نبی کی
مر کے خیرات دی زندگی کی
ابر و رہ گئی آدمی کی
کوئی کیسے اُسے بھول جائے

موجِ سجدہ ہیں فحشہ رسالت
پشت پر ہے نمازوں کی عترت
کیوں ہے اس پر زمانے کو حیرت
جانتا ہے جو وزنِ امامت
کیسے سجدے سے سروہ اٹھائے

جانِ علیؑ

چہرہ وہی تیور وہی انداز وہی ہے
 ہے نام وہی اور وہی خوش لقی ہے
 یہ آخری شہکارِ حُداۓ ازلی ہے
 لے دے کے بس اک مہرِ نبوت کی کمی ہے
 ہر رُخ سے یہ تصویرِ رسولِ عربی ہے
 اجداد کی ہر فتح کا عنوان لئے ہے
 مرگِ ستم و جور کا سامان لئے ہے
 جو اٹھ نہ سکا رن میں وہ طوفان لئے ہے
 عباسِ عہدار کا ارمان لئے ہے
 وہ منتقمِ خونِ حسینؑ ابنِ علیؑ ہے
 ہے سایہ فگن سر پہ پیسہ کی تمنا
 اور پشت پہ ہے فاتحِ خیبر کی تمنا

مدحِ زینبؑ

زینبؑ نے قصہِ ظلمِ یزیدی گرا دیا
 صدیوں میں جو بنا اسے لمحوں میں ڈھا دیا
 قطروں میں بھر دیا ہے سمندرِ بچوڑ کر
 اشکِ عنہم حسینؑ کو طوفاں بنا دیا
 نازاں تھا کفر جس پہ اسی تخت و تاج کو
 ذلت کی نالیوں میں اٹھا کر بہا دیا
 زنجیر و طوق باعثِ ذلت نہیں لے
 زنداں کو حریت کا دبستاں بنا دیا
 بھائی کے عنہم کو پال کے اولاد کی طرح
 ہر درد مند دل کا سہارا بنا دیا

دلی عصر

دلی عصر بھی ہیں بزم روزگار بھی ہے
زمین بھی ہے سلامت، زمیندار بھی ہے
یہی ہے درد بھی، دل کا یہی قرار بھی ہے
عجیب چیزِ محبت میں انتظار بھی ہے
چھپے کا ظلم کہاں تک یہم بھی دیکھیں گے
گواری دینے کو ہاتھوں میں ذوالفقار بھی ہے
تمھارے چاہنے والوں میں اے بتوں کے لال
رسول بھی ہیں، علی بھی ہیں، کردگار بھی ہے
حجاب میں ہے مگر سب کا تاجدار بھی ہے
غیبِ شہر بھی ہے اور شہرِ بار بھی ہے

پیام دیکھیں گے ہم بھی غرورِ ظلم و ستم!
کہ وہ بھی ہیں اسی دنیا میں ذوالفقار بھی ہے

بے چین ہے عباؑس دلاور کی تمنا
روکے ہے جوانی شرِ بے پر کی تمنا
دادی کی دُعا موت کے رستے میں کھڑی ہے

اے جانِ سلی وقت کا دم ٹوٹ چکا ہے
باطل نظریوں کا صنم ٹوٹ چکا ہے
انسان کی طاقت کا بھسم ٹوٹ چکا ہے
دُنیا کے طیبوں کا مسلم ٹوٹ چکا ہے
اب سارے مسائل کی دوا تیغِ علی ہے

□□

فانی دُؤں میں بجز ذوالفقار کا بھی نہیں
پھوٹ کے دیکھا تو لباسوں کے سوا کچھ بھی نہیں



پیغامِ عمل

بیداد کا ہے شوق تو بیداد کیجئے
جو کر رہے تھے آپ کے اجداد کیجئے
خیبر سے پوچھ لیجئے بزرگوں کی داستان
ان پچھلے تجربوں کو ذرا یاد کیجئے
اک ضربِ لالہ کا ممکن نہیں جواب
حرے ہزارہ جنگ کے ایجاد کیجئے
گو بنی ہوئی ہے نعرہٴ تکبیر کی صدا
اب جا کے سیرِ کوفہ و بغداد کیجئے
اب پچھلی تہمتوں میں اثر کچھ نہیں رہا
الزامِ تازہ پھر کوئی ایجاد کیجئے

چُپ رہ کے کیوں حمایتِ بیداد کیجئے
ممکن نہیں کچھ اور تو فریاد کیجئے
اشکِ عینِ حسین کو دے کر عمل کی روح
پانی کی بوند بوند کو فولاد کیجئے
بچوں کو رکھ کے دین کی تعلیم سے الگ
کمزور اپنے گھر کی نہ بنیاد کیجئے
ممکن ہے پھر خرابوں کی تقدیر جاگ اٹھے
پہلے خدا کے گھر کو تو آباد کیجئے
دے کر رہِ حیات کو سجدوں کی روشنی
ظلمات میں حفاظتِ اولاد کیجئے

خود ساختہ فسانوں پہ یوں کر کے واہ واہ
بٹر جاہلوں کی نہ امداد کیجئے

□□

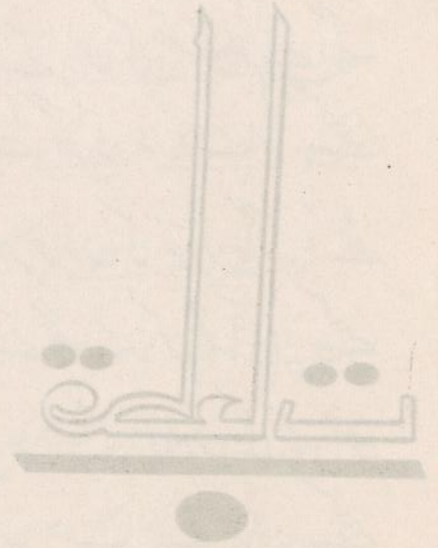
ہم کو روکو نہ کہ میثم نے بتایا ہے ہمیں
اک جگہ اور بھی مدحت کی ہر منبر کے سوا



jabir.abbas@yahoo.com

دُعائے

فکرِ پاکیزہ خیالاتِ جواں دے یارب
اور نکھرا ہوا اندازِ بیاں دے یارب
تیرے مدح کی مدحت کیلئے اٹھا ہوں
دلِ فرزدق کا تو میثم کی زباں دے یارب



فرقِ اقدس پر تیرے سو عظمتوں کا تاج ہے
ہر بلندی اب بھی تیرے سامنے محتاج ہے
ایک شب کا ذکر کیا اے جانے والے عرش پر
تیری پوری زندگی معراج ہی معراج ہے

○

بھر کے افسانے تخلیق میں کردار کا رنگ
پیکرِ خاک کو انسان بنایا تو نے
سیکڑوں سال کے بھٹکے ہوئے انسانوں کو
بوزرو میثم و سلمان بنایا تو نے

○

سرباط کو جھکایا ہے محبت کر کے
دی شفا و رح کو دشمن کی عیادت کر کے
مرکزِ دینِ خدا بن گئی مکے کی زمیں
بے وطن کر دیا خود کفر کو، ہجرت کر کے

○

بارگاہِ رسالت میں

حیات جاگ اٹھی شامِ انجمن مہک گیا
وہ گل کھلا کہ زندگی کا پیر مہک گیا
وہ روم ہے، وہ روس ہے، وہ چین ہے یہ ہند ہے
عرب کے ایک پھول سے چمن چن مہک گیا

○

دل بھی روشن ہے جاں بھی روشن ہے
وہی جلوہ یہاں بھی روشن ہے
اے مدینہ! چراغ سے تیرے
اپنا ہندوستان بھی روشن ہے

○

سرکارِ ولایت میں

عقدہ عقل و خیالاتِ بشر کھول دیئے
ہر طرف سلسلہ فکر و نظر کھول دیئے
بابِ خیبر کی طرح خانہٴ داور کی طرح
تو نے ہر ذہن کی دیوار کے در کھول دیئے

○

ظلمت کھنڈ اٹھی لاکھ مگر بچھا نہ سکی
حق کی تنویر کسی حال میں کجلا نہ سکی
ڈالائشِ آن پہ تاویل کا پردہ لیکن
تو وہ آیت ہے کہ دنیا جسے جھٹلا نہ سکی

○

شانِ اعجازِ زمانے کو دکھائی تو نے
جیت لی حق و صداقت کی لڑائی تو نے
دی ہے ہر موڑ پہ کھٹار کے لشکرِ کوشکت
اور ہاتھوں میں نہ تلوار اٹھائی تو نے

○

اب تو ہر ملک میں عورت کا ادب ہوتا ہے
اب تو ہر قوم مساوات کے گن گاتی ہے
وقت نے خود ہی دیا تیری صداقت کا ثبوت
ساری دنیا تیری تعلیم کو دہراتی ہے



نفس کے ماحول میں پاکیزگی کی زندگی
اے فرشتوں آ کے بکھو آدمی کی زندگی
کہدو دنیا کے مذاہب سے کہ دیں اسکا جواب
معجزہ ہے میرے مذہب کا علی کی زندگی

○

لو بُرجِ شرف میں ماہِ تاباں آیا
یا بطنِ صدف میں دُرِ غلطاں آیا
حاضر ہیں رسولِ میسز بانی کے لئے
کعبہ میں وہ اللہ کا ہمسایا

○

دل میرا جام ہے دل ہی میرا پیمانہ ہے
جس جگہ بیٹھ کے پی لوں وہی میخانہ ہے
ڈینگ کعبہ کے تقدس کی نہ لے شیخ بہت
وہ تو ہم رندوں کے ساتی کا زچہ خانہ ہے

○

بے رنگ تھا حیات کا نقشہ ترے بغیر
خاموش تھا رسولِ ہمارا ترے بغیر
اے قلبِ مصطفیٰ کی تمتا خوش آمدید
صدیوں سے بے قرار تھا کعبہ ترے بغیر

○

یہ اتنی حسیں راگداز تیرے لیے ہے
آجلد کہ دیوار میں در تیرے لیے ہے
ممکن ہے صدا آئی ہو آمد پہ علی کی
میں تیرے لئے ہوں مرا گھر تیرے لیے ہے

○

سینہ کوہ پہ بھی راہ گزر بنتی ہے
موجِ طوفان بھی تحریکِ سفر بنتی ہے
حق بہر طور نہیں روکے سے رکتا غافل
مگر ہو در بند تو دیوار ہی در بنتی ہے

○

کہیں ہے مہرِ ضو فشاں کہیں مہرِ تمام ہے
کہ بزمِ نور میں کوئی نبی، کوئی امام ہے
وہ راستے دکھا گئے یہ منزلیں بتا گئے
وہ مصطفیٰ کا کام تھا یہ مرتضیٰ کا کام ہے

○

کعبہ کی ضیاء عرش کی زینت تو ہے
دے نطق جو شرِ اک کو وہ آیت تو ہے
ہوتا ہے امامت کا جہاں سے اعزاز
وہ نقطہ تکمیلِ نبوت تو ہے

○

کی ہے انسانوں کے ہر طبقہ کی تونل ہری
آئینہ بن کر خدا کے آخری پیغام کا
فلسفی بھی مجاہدِ منطقی بھی لا جواب
ذاتِ تیری معجزہ ہے مذہبِ اسلام کا

○

عشق کا جام بنے، حُسن کا پیما نہ بنے
ساری دُنیا جسے دُہرائے وہ افسانہ بنے
قبلہ بننا ہے تو ہو قبلہ نما سے رشتہ
کہد و کعبے کے کہ حیّدر کا زچہ خانہ بنے

○

کسی چین میں بھی پہونچے گلاب بنکے لہے
لہے جہاں بھی جلالتِ آب بن کے لہے
بلندیاں کہیں چھپتی ہیں خاکساری سے
زمین پر بھی علیٰ بو تراب بن کے لہے

○

سرِ مرتب و عنتر کا قلم کون کرے گا
اونچا تیری رحمت کا علم کون کرے گا
دے دے کسی بندے کو یہ اللہ کا منصب
ورنہ تیرے بندوں پہ کرم کون کرے گا

○

بہر تصدیق پیغمبرؐ دوسرا کوئی نہ تھا
حق تو تھا موجود لیکن حق نمسا کوئی نہ تھا
کیسے آتی وحی خالق کیسے ہوتی حق کی بات
شہر تھا موجود لیکن راستا کوئی نہ تھا

0

امانت دار آیاتِ جلی کہنا ہی پڑتا ہے
پیغمبر کا وہی حق کا ولی کہنا ہی پڑتا ہے
بجائے آپ کا ارشاد لیکن حضرت ناصح!
جو لگ جاتی ہے ٹھوکر یا علیٰ کہنا ہی پڑتا ہے

0

یہ آبروئے فکر و نظر کا سوال ہے
دکھتا ہے دل کسی کا تمہارا خیال ہے
کہتے ہو اس کا ذکر نہ ہم ملا کریں
کیا حُبِ اہلبیت بھی چوری کا مال ہے

0

روحِ اسلام بھی ہیں صرف مسلمان نہیں
جانِ قرآن ہیں فقط قاری مشرآن نہیں
اس طرح شیر الہی کی فضیلت نہ گھٹاؤ
گلِ ایمان ہیں علیٰ سابق الایمان نہیں



ایک بند

میرا اسکول نہ دلی نہ اودھ ہے نہ دکن
ہے درِ آلِ پیغمبرؐ میرا رشتہ فتن
سامنے رہتی ہیں کردار کی شمعیں روشن
ہے الگ سالے زمانے سے میرا رشتہ فتن

سانس رکتی ہے تخیل کی نہ لے ٹوٹتی ہے
میرے لکھے ہوئے شعروں سے کرن پھوٹتی ہے

بارِ غم حق کی حمایت میں سنبھلا تو نے
صبر اور شکر میں ہر سانس کو ڈھالا تو نے
حق تو یہ ہر کہ پس پردہ سبطینِ رسولؐ
چکیاں پیس کے اسلام کو پالا تو نے

○

اے نبیؐ کی سخت دل لے راز دانِ بوترا بؐ
تیرے دم سے ہے مکمل داستانِ بوترا بؐ
جاگتی جاتی ہیں تدریں مذہبِ اسلام کی
تیری چچی کی صدا ہے یا اذانِ بوترا بؐ

○

تیغ نے کب کی اشاعت کبریا کے نام کی
صبر سے بنیاد حق کے آخری بیعنام کی
اے مؤرخ اس کو دربارِ حکومت میں نہ ڈھونڈ
فاطی کے گھر لے گی روشنی اسلام کی

○

حریمِ عصمت میں

زہراؑ صد اقتوں کی بضاعت کا نام ہے
زہراؑ طہارتوں کی علامت کا نام ہے
ذکر آگیا لبوں پہ تو دل کا نپنے لگا
زہراؑ خدا کے دین کی عزت کا نام ہے

○

پارہٴ قلب رسولِ دو جہاں ہے زہراؑ
حق کی آواز صداقت کی زباں ہے زہراؑ
دینِ حق کیا ہے اگر شبِ شبِ سیر نہ ہوں
مختصر یہ ہے کہ اسلام کی ماں ہے زہراؑ

○

اہلِ دولت لیں خبر اپنے دلِ معنور کی
کیوں اُڑاتے ہیں ہنسی اسلام کے دستور کی
اے مسلمان اہلِ محبت کو حقارت سے نہ دیکھ
دُختر سلطانِ دیں زوجہ ہے اک مژدور کی

جَبَّہ سا پھر کسی چو کھٹ پہ ستارہ نہ ہوا
یوں کوئی مرکزِ تظہیر دوبارہ نہ ہوا
آکے ہو جاتی جنازے ہی میں شامل دُنیا
تیری عصمت کو تو اتنا بھی گوارہ نہ ہوا

عصمت کی فضاؤں میں کوئی نغمہ سرا ہے
تسبیح کی آواز ہے چچی کی صدا ہے
بیوند ہیں کپڑوں میں تو ہاتھوں میں ہیں چھالے
اشرا! یہ بانوئے شرِ عقدہ کُشا ہے

آغوشِ مصطفیٰ کو گلستاں بنا دیا
گھر کو علیؑ کے منزلِ قرآن بنا دیا
ٹھکرا دیا تو قابلِ لعنت ہے آج تک
اپنا لیا تو بُوزِ دُستِ سلاں بنا دیا

راستے اپنے اُجالوں میں بنائے ہوتے
دوسروں کو بھی رہِ راست پہ لائے ہوتے
سب صحابہ تھے ستارے تو ستارے کی طرح
دُرِ معصومہ کو نین پہ آئے ہوتے

دربارِ میں جو زورِ خطابت دکھا دیا
لفظوں نے ذوالفتار کو پیچھے ہٹا دیا
خطبے نے تیرے کر دیا باطل کو بے نقاب
باغی ہے کون باغِ وندک نے بتا دیا

شانِ نانا کی زمانے کو دکھا دی تو نے
کفر کی راہ میں دیوار اٹھا دی تو نے
کربلا بن گئی ہوتی یہ مدینے کی زمیں
ظلم کو صلح کی زنجیر پہنا دی تو نے

○

یوں تو کب یورش افواج شمر نہ ہوئی
کم مگر عظمتِ اولادِ ہیمبر نہ ہوئی
جس نے رو کی تھی سرِ راہِ حسن کی میت
قبر خود اس کو زمانے میں میسر نہ ہوئی

○

کس طرح ہوتی ہے فوجوں کی صفائی دیکھ لے
لشکروں پر ایک پیاسے کی چڑھائی دیکھ لے
کہتی تھی رن میں تڑپ کر حضرتِ قاسم کی تیغ
صلح دیکھی تھی حسن کی اب لڑائی دیکھ لے

○○

بِحُضُورِ حَسَنِ مَحْتَبِےؑ

جلوہ دکھا کے ضیعنم پروردگار کا
خاموشیوں میں رنگ بھرا کارزار کا
توڑے ہیں تیری صلح نے باطل کے حوصلے
تو نے مسلم سے کام لیا ذوالفقار کا

○

صلح کیا زورِ الٰہی کی طلب گار نہیں
کام کمرار کا ہے منزلِ فرار نہیں
صلح بھی کاٹ دیا کرتی ہے باطل کا گلا
فرق اتنا ہے کہ اس تیغ میں جھنکار نہیں

○

مانا کہ نمازِ علوی کی خاطر
خوشید سرشام پلٹ آیا تھا
لیکن ترے اک سجدے کی اللہ کے کشش
جاتا ہوا اسلام پلٹ آیا تھا

روشن کیا جہاں میں صداقت کے نام کو
دے کر شکست ظلم و ستم کے نظام کو
شرما کے خود ہی ہٹ گیا بیٹا یزید کا
اتنا ذلیل تو نے کیا تختِ شام کو

نسلوں سے جو بگڑی تھی وہ تقدیر بدل دی
صدیوں میں جو ابھری تھی وہ تصویر بدل دی
فرزندِ یزید اور حکومت سے بے بیزار
تو نے اموی خون کی تاثیر بدل دی

بھنور شہید اعظم

دوشِ رسولِ پاک کی زینت بڑھا گیا
ہٹل کے نقشِ ظلم کے دھبے مٹا گیا
آیا جو کمرِ بلا میں تو دشمن تھے بے شمار
اٹھا جو کمرِ بلا سے تو عالم پہ چھا گیا

مر کے بھی سائے زمانے پہ حکومت ہوگی
معتبر اور بھی نانا کی نبوت ہوگی
آج جن ہاتھوں میں ہو زلفِ پیغمبر کی مہار
کل انھیں ہاتھوں میں اسلام کی قسمت ہوگی

روشن ہوئے دماغِ نظرِ جگر کا گئی
جلووں میں رُوحِ حق و صداقت نہا گئی
اللہ کے تیرے سجدہٴ آئینہ کی روشنی
اسلام کی حیاتِ اُجالوں میں آ گئی

0

نزدی طہارتوں کی بہادی حسین نے
کردار کی سبیلِ چلادی حسین نے
جلتی ہوئی زمیں پہ خود رہ کے تشنہ کام
انسانیت کی پیاس بجھادی حسین نے

0

زندگی اسلام نے پائی تیرے افکار سے
فاتحِ اعظم ہے تو ہر رخ سے ہر معیار سے
بچ گئے تیغِ علیؑ سے جو برائے مصلحت
وہ بھی آخر کٹ گئے تیرے لہو کی دھار سے

0

ہر زحمتِ لافتنی کا نیا شاہکار ہے
ہر داغِ روکشِ اسدِ کردگار ہے
اے ذوالفقارِ تیری ضرورت نہیں ہر اب
اک اک ادا حسینؑ کی خود ذوالفقار ہے

0

زہرا کا نورِ عین اکیلا ہے آج بھی
وہ جانِ مشرقین اکیلا ہے آج بھی
اتنی بلند یوں پہ بھلا کون جا سکے
اپنی جگہ حسینؑ اکیلا ہے آج بھی

0

سوچا تھا لعینوں نے تعمیرِ بدل دینگے
محبوبِ الہی کی تصویر بدل دیں گے
لیکن یہ نہ سمجھے تھے کھوا کے گلا اپنا
تاریخِ کارِ رخِ اک دن شہرِ بدل دینگے

0

نظروں میں مصطفیٰ کی زہرا کا لاڈلا ہے
 ٹھہری ہوئی لبوں پہ توصیفِ کبریا ہے
 منبر سے کیوں نہ اتریں شبیرؑ کو اٹھانے
 خطبہ نہ کیسے چھوڑیں قرآن گر پڑا ہے

0

پتھر کو دل کی طرح دھڑکن اسیکا گئی
 تعمیرِ ظلم و جور کی بنیاد دھا گئی
 سارا غور و خجسہ و شمشیر توڑ کر
 مظلومیتِ حسینؑ کی دنیا پہ چھا گئی

0

نکلا جو تیرے ظلمِ ستم کی کمان سے
 اٹھا علیؑ کا لال چمبے کی شان سے
 نوکِ سناں پہ کر کے تلاوتِ بتا دیا
 قرآن بولتا ہے ہماری زبان سے

0

حسینؑ اور یزید میں تفاسوتِ دوام ہے
 وہ عظمتوں کی صبح ہے یہ پستیوں کی شام ہے
 یزیدؑ ایک لمحہ شکستِ ظلم و جور تھا
 حسینؑ ہر صدی کے دل کی دھڑکنوں کا نام ہے

0

بھل گئیں نظریں ضمیروں کی طہارت ہو گئی
 کس قدر روشن حسینؑ آدمیت ہو گئی
 اے حسینیؑ خون تیرے پاک قطروں پر نہ
 پاک ہر دھبے سے تصویرِ رسالت ہو گئی

0

ہر درد چارہ سازیِ تفتیر بن گیا
 ہر زخم خود سکون کی تاثیر بن گیا
 مومن کا دل ہلانے سکے انقلابِ دہر
 جو عنم پڑا وہی عنمِ شبیرؑ بن گیا

0

بمختور علمدار کربلا

کون دے گا جان سبطِ مصطفیٰ کے واسطے
مرحلہ تھا یہ علیؑ مرتضیٰ کے واسطے
رکھ لیا ام البنین کے لال نے جیہڑ کا دل
بن گیا مشکل کشا، مشکل کشا کے واسطے

○

جھنڈا گڑا ہوا ہے دلِ کائنات پر
احسان اس کا اب بھی ہر ہرزی حیات پر
پانی نہ پھر کسی پر کوئی بند کر سکا
قبضہ کیا ہے شیر نے جب فاستر پر

○

وہ عنم دیا کہ جاگ اٹھا زندگی کا دل
پتھر کو درد دے کے کیا آدمی کا دل
اک لمحہ عظیم کی اللہ سے برکتیں
دھڑکا دیا حسینؑ نے ہر ہر صدی کا دل

□□



قطعہ

گر ملت بے دین بھی ہو جائے منظم
مضبوط زمانے میں چٹانوں کی طرح ہے

ہو قوم مسلمان بھی جو تنظیم سے محسوس
ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح ہے

ساکنِ غیبت کے حضور میں

جانِ بدر و حسنین باقی ہے
قلبِ زہرا کا چین باقی ہے
کہہ دو اس دور کے یزیدوں سے
آج بھی اک حسین باقی ہے

0

ابرِ غیبت کا آفتاب ہے تو
دینِ اسلام کا شباب ہے تو
کہہ رہا ہے یہ خود زمیں کا وجود
عہدِ حاضر کا بو تراب ہے تو

0

کیا ہے یہ اگر عزم کی معراج نہیں ہے
ہاں خیریتِ ظلم و جفا آج نہیں ہے
سنئے ہیں کہ بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی
عباسؑ تو ہاتھوں کا بھی محتاج نہیں ہے

0

دیکھے تو کوئی ہیبتِ عباسؑ دلاور
خود وقت شجاعت کا علم کھول رہا ہے
اک لمحہ کو تلوار اٹھالی تھی سر نہر
چودہ سو برس بعد بھی رن بول رہا ہے



ہر پیمبر کا مدعا تو ہے
قلبِ زہرا کا آسرا تو ہے
ابتدا تھے محمد عربی
اور عظمت کی انتہا تو ہے

0

زیت کو استوار کرتا ہوں
روح کو پُر بہار کرتا ہوں
اک عبادت ہے زندگی میری
میں ترا انتظار کرتا ہوں

0

روشنی کر رہا ہے راہوں میں
داغِ دل ہو کے ضوفاں اپنا
دل کا دروازہ کیسے بند کروں
آ رہا ہو گا میہماں اپنا

0

یو نہی نقیشِ وفا اُبھارا ہے
راستہ زیت کا سنوارا ہے
غنم کا موقع ہو یا خوشی کا مقام
تم کو ہر موڑ پر پکارا ہے

0

منزلِ انتشار ہے دُنیا
مضطرب و بے قرار ہے دُنیا
تیری قائل نہ ہو زبان تو کیا
ہمہ تن انتظار ہے دُنیا

0

لے کے آؤ گے زوالِ فقرِ خدا
شاہِ بدر و حسین کی صورت
آج خاموش ہو حسن کی طرح
کل اٹھو گے حسین کی صورت

0

ہر کس و ناکس سے استمرارِ امامت لیجئے
اپنے ہاتھوں میں زمامِ آدمیت لیجئے
ہر پیمبر کی طرف سے کرہے ہیں انتظار
حضرت عیسیٰؑ سے بھی اجر رسالت لیجئے

○

غیر و خندق سے پھر دادِ شجاعت لیجئے
صبر و استقلال سے نذرِ عقیدت لیجئے
مٹ چکا دنیا سے بیعت مانگنے والوں کا نام
اب تو خود دنیا سے آکر اپنی بیعت لیجئے

○

پھر ضرورت ہے کوئی حاصلِ ایماں آجائے
مہل کون و مکان نازشِ دوراں آجائے
لوگ قرآن کی خموشی کو بنائے ہیں مذاق
کاش ایسے میں کوئی بولتا قرآن آجائے

○

حقیقتوں کا وہی اہتمام آج بھی ہو
ہدایتوں کا وہی فیض عام آج بھی ہو
پتہ نہیں ہے خلافت کے دعویداروں کا
مگر جہاں میں وجودِ امام آج بھی ہو

○

رند آئے ہیں وفا کے بارہ خانے کھول دو
زمینِ مفلس ہیں محبت کے خزانے کھول دو
حر کے لشکر کی طرح اے ساتی کوثر کے لال
آج سب پیاسے ہیں مشکوں کے دہا کھول دو

○

جنابِ شیخ کی پرچھائیوں میں بیٹھے ہیں
نیکل کے بزم سے تنہائیوں میں بیٹھے ہیں
انہیں بھی توڑ دو اے بُت شکن کے قلب و جگر
وہ بُت جو روح کی گہرائیوں میں بیٹھے ہیں

○

نوائے غدیر

بزم ہستی میں جلالِ کبریائی ہے غدیر
بہر امتِ ابرحق کی رونمائی ہے غدیر
اے مسلمان دیکھ یہ دولت کہیں گم ہو نہ جائے
مصطفیٰ کی زندگی بھر کی کمائی ہے غدیر

○

دامنِ تاریخِ انسانی کی دولت ہے غدیر
بیکسوں کی شانِ کمزوروں کی طاقت ہے غدیر
اک ذرا سا ذکر آیا اور چہرے فق ہوئے
دشمنوں کے واسطے روزِ قیامت ہے غدیر

○

فضا مہکتی ہے کوئی گلاب بھی ہوگا
اندھیرے ہیں تو کہیں آفتاب بھی ہوگا
دلیلِ حضرتِ حجتؑ ہے خود زمیں کا وجود
تراب ہے تو کوئی بو تراب بھی ہوگا

○

عقل تولی جا رہی ہے جہل کے معیار پر
رقص کرتا ہے تمدنِ کفر کی جھنکار پر
صبر کے ہاتھوں میں کب تک چپ رہیگی فوالفقار
نازِ دُنیَا کر رہی ہے ایسی ہتھیار پر

□□

شبِ نور

اَللّٰہُ اَبَادَ مَیْنِ یَوْمِ وَلَادَتِ حَضْرَتِ حُبَّۃ ۛ عَمَّی مَوْقِعِ پَرَسْکَارِ عِلْمِہٖ قِبَادِی
عَمَّی زَیْرِ اِہْتِمَامِ ہونے والے مَشْہُور و مَعْرُوف اور تَارِیخِ سَانِ مَحْفِلِ "شَبِ نُوْر"

عَمَّی لَیْئَ لَکھ گئے قَطْعَات

ہاں مانتا ہوں آج ہر انساں کی زندگی
ظلمت میں غرق ہے شبِ دیجور کی طرح
لیکن نکل کے آئے گا جب فاطمہ کا چاند
ہر رات جاگ اٹھے گی شبِ نور کی طرح

(۲)

ہم لوگ غلامانِ حسین ابنِ علی ہیں
ظلمات کا دل چیر کے ڈھالیں گے شبِ نور
اشکِ غمِ سرور کے دیئے ساتھ ہیں جب تک
جس شب کو بھی چاہیں گے بنالیں گے شبِ نور

عظمتِ دینِ الہی کا منارہ ہے غدیر
دوپہر میں جو تھا روشن وہ ستارہ ہے غدیر
تھام کر بازوئے جبرِ مصطفیٰ بتلا گئے
ایک کیا سائے رسولوں کا ہمارا ہے غدیر

○

بیچ و خم کوئی نہ کھائی، نہ کھا پنچ ہے غدیر
جس میں دھلتی ہے صداقت ایسا سانچہ ہر غدیر
پھر گیارُخ دشمنانِ مذہبِ اسلام کا
کفر کے رخسار پر حق کا طمانچہ ہے غدیر

○

منزلِ تکمیلِ دینِ کسبِ ریا کی عید ہے
نقطہٴ معراجِ کارِ انبیا کی عید ہے
آدمی کیا عترت و قرآن ملتے ہیں گلے
عید سب بندوں کی یہ دینِ خدا کی عید ہے

○ ○

(۶)

ہر رات کو اک جلوہ گرِ طور بنا دو
سب کے دلِ مغموم کو مسرور بنا دو
لو آ کے قصاص اکبر و عباس کے خوں کا
دادی کی شبِ غم کو شبِ نور بنا دو

(۷)

ہر غم کے اندھیرے کو بنائیں گے شبِ نور
ہر رات کے آنگن میں سجائیں گے شبِ نور
جس دن رُخِ روشن سے ہٹا دیں گے وہ پردہ
ہم کیا ہیں فرشتے بھی منائیں گے شبِ نور

(۸)

روزوں میں عبادت کا مزا بڑھ گیا کچھ او
تاخیر بھی اب کے سببِ فخرِ بنی ہے
رمضان میں ہے نیمہ شعبان کا جلوہ
اس سال شبِ نور شبِ نور بنی ہے

۱۵ ایک بار شبِ نور کا انعقاد، اساعدا حالات کے پیش نظر شعبان کے بجائے رمضان میں ہوا۔

(۳)

ناکام ہیں کتنے یہ اندھیروں کے مسافر
راہوں میں کہیں جلوہ گرِ طور نہیں ہو
جن لوگوں کے دل اُلفتِ مولا سے ہیں خالی
ان لوگوں کی قسمت میں شبِ نور نہیں ہو

(۴)

زورِ دادا کا زمانے کو دکھا دو مولا
ظلم اور جور کی بُنیاد ہلا دو مولا
حرکتِ قسمت کی طرح جون کے چہرے کی طرح
شبِ ظلمت کو شبِ نور بنا دو مولا

(۵)

اور ہیں وہ جو بھگا کر عسَمِ مولا کا دیا
صبح کو بھی شبِ دیبجور بنا لیتے ہیں
ہم جلا کر غمِ شبیر میں اشکوں کے چراغ
شبِ ظلمت کو شبِ نور بنا لیتے ہیں

شہیدِ خامسِ قاعِ باقرِ الصدر

شانِ ملت کے فقیہوں کی بڑھانے والے
 جراتِ میثمِ تمارِ دکھانے والے
 کر بلا قوم کو پھر یاد دلانے والے
 دارِ پہ چڑھ کے یہ آواز اٹھانے والے
 کسی سلطان کی یہ دنیا نہ کسی شاہ کی ہے
 سائے عالم پہ حکومت فقط اللہ کی ہے
 کر دیا وقت کے طاغوت کو ششدر تونے
 دے دیا فطرسِ افکار کو شہسپر تونے
 یعنی چھلکا دیا جب علم کا ساغر تونے
 بھر دیا ذہن کے کوزوں میں سمندر تونے

لوگ مہوش تھے ڈھالے ہوئے افانوں میں
 دی ازاں تونے سیاست کے صنم خانوں میں

منطق افکارِ پیراگندہ کی غمازی ہے
فلسفہ صفتِ دماغوں کی قلابازی ہے

شیشہِ نختِ ایران و عجبم توڑ دیا
اشتراکیت و دولت کا صنم توڑ دیا
تیری تحریر نے ہیکل کا بھرم توڑ دیا
سارے باطل نظریات نے دم توڑ دیا

زندگی قوم کی تھی پشتِ پناہی تیری
روشنی دے گئی ذہنوں کو سیاہی تیری

تُو نے دُنیا کو بتایا سببِ امن و سکون
یعنی رائج ہوزمانے میں خدا کا قانون
اشتمالیتِ انساں کا تصور ہے جنون
نارِ کس نے خود ہی زمانے کو کھلا دی افیون

فکر بے دیں ہو تو الفاظ نہیں نشر ہیں
ان کتابوں سے تو پتھر کے صنم بہتر ہیں

آہ! اب کون ہمیں شعلہ فثانی دے گا
کون قطروں کو سمندر کی روانی دے گا

جنشِ خامہ تری کُفر کو پینامِ احبَل
تیرے افکار سے باطل کی صفوں میں پلچل
دے گی لو حشر تلک تیرے قلم کی مشعل
روشنائی تری خونِ شہداء سے افضل

کلمہ پڑھوایا ہے اربابِ ستم سے تو نے
کام تینوں کا لیا نوکِ قلم سے تو نے

مرکزِ انجمنِ امر و نہواہی تھا تو
ساکنِ پردہ غیبت کا سپاہی تھا تو
دین کی زندہ و تابندہ گواہی تھا تو
یعنی منجملہ آیاتِ الہی تھا تو

ساجِ عظمت تھا پئے قومِ عمامہ تیرا
شمع کی طرح سے ضو بار تھا خامہ تیرا

تُو نے بتلایا کہ سرمایہ و محنت کیا ہے
مادیت کی زمانے میں حقیقت کیا ہے
جو کہ تاریخ بتاتی ہے وہ قوت کیا ہے
دل جو مُردہ ہوں تو پھر علم کی قیمت کیا ہے

نظمِ نعتِ زبیرِ ظفرِ الملت

علم ہی دیتا ہے انسان کو پیغامِ عمل
بادۂ علم طلب گار ہے حُبِ امِ عمل
علم کی تیغ سے ضو بار دروِ بامِ عمل
علم آغازِ عملِ خلد ہے انجِ امِ عمل

پہلے حق دولتِ کمردار عطا کرتا ہے
تب کہیں علم کی دستار عطا کرتا ہے

موت کے بعد بھی مٹتا نہیں عالم کا وقار
ظفرِ الملت عالی گہر و خوش گفتار
پیکرِ علم و عمل زہد و تقا کا معیار
اہلِ ایمان کے لیے اک شجرِ سایہ دار

نیکرِ پاکیزہ برستا ہوا پانی جیسے
طبعِ موزوں تھی کہ گنگا کی روانی جیسے

کون الف ساط کو سیلاب معافی دے گا
کون اس تشہِ دہن قوم کو پانی دے گا
ظالمو! روحِ یزیدی کو اُبھارا تم نے
آدمی کو نہیں اک عہد کو مارا تم نے
گھر سے نکلاتا تھا غریبان وطن کی صورت
رکھ کے کاندھے پہ عبا اپنی کھن کی صورت
آگئی یادِ اسیرانِ محن کی صورت
وقت نے دیکھ لی پھر بھائی بہن کی صورت

سردیا راہِ خدا میں شہ بے پر کی طرح
اور بہن ساتھ میں تھی زینبِ مضطر کی طرح

تا ابد آئے گی اب خاکِ نجف سے یہ صدا
باقر الصمد کہ تھا صدرِ نشینِ فقہا
خون میں ڈوب کے کی اہلِ جہالت سے وغا
ساتھ میں قتل ہوئیں سیدہ بنتِ ہدرا

کی جو بیعتِ طہلبی نخوتِ دارائی نے
کام امت کا کیل امل کے بہن بھائی نے

اس کی محفل میں محبت کو زباں ملتی تھی
فکر کو جرات اظہار دیاں ملتی تھی
وہ محبت کی نظر اور کہاں ملتی تھی
تیرے سائے میں سخنور کو اماں ملتی تھی

ہر گھڑی عسرت و قرآن بہ نظر رکھتا تھا
دل تھا شاعر کا سیاہی کا جگر رکھتا تھا

ہے جوادیہ تیرے حسنِ عمل کا منظر ہے
ایک اک ذرے میں شامل ہر تراخون جگر
علم پایا تھا درِ علم نبیؐ پر جا کر
جس سے کھلتے رہے عرفاں و یقیں کے گل تر

شمع ایماں کی ضیا سوئے ہوا آنے لگی
خاکِ کاشی سے بھی خوشبوئے نجف آنے لگی

پیکرِ علم میں کرداروں کو ڈھالا تو نے
ایک کیا کتنے اداروں کو سنبھالا تو نے
کتنے اوقات کو طوفاں سے نکالا تو نے
مثلِ اولادِ "جوادیہ" کو پایا لا تو نے

علم و تعلیم و تعلیم کا سہارا تھا تو
ہر ادارے کی قسم خود اک ادارہ تھا تو

وجہ تھیں تھی ہنستی ہوئی صورت تیری
نازشِ شعر و ادب فکر و طبیعت تیری
مدرسوں کے لیے انعامِ محبت تیری
فخرِ تنظیمِ مکاتب تھی صدارت تیری

مکتبوں کے لئے اک شمع منور تھا تو
اس ادارے میں بھی بنیاد کا پتھر تھا تو

پھول برسائی رہی فکر گہرے ساز تری
طبعِ نوی و خمینی بھی تھی ہمارا تری
دیکھی منبر پہ عجب قوتِ پرواز تری
اُن وہ جذبات میں ڈوبی ہوئی آواز تری

تھی وہ ابلاغ کی قوت تری گویائی میں
جاتی تھی تیری صدارت کی گہرائی میں

مسجدیں نوحہ کنساں ہیں مرا معمار گیا
مجلسیں سوگ میں ہیں ذاکرِ سرکار گیا

بانی تنظیم اعلیٰ اللہ مقام کی
جلسہ چہلم میں پڑھی جانے والے
مستند سے اقتباس ہے

بانی تنظیم

وہ مردِ حر کہ عزم کا پیکر کہیں جسے
تنہا وہ ایک ذات کہ لشکر کہیں جسے
تحریکِ علم دیں کا مُقَدِّر کہیں جسے
اس بیسویں صدی کا ابو ذر کہیں جسے

کیسا دھنی تھا اپنے قلم اور زبان کا
المختصر خمینی تھا ہندوستان کا

خواب گراں سے قوم کو بیدار کر دیا
رستے کی اونچ نیچ کو ہموار کر دیا
کانٹوں کو پھول، پھول کو تلوار کر دیا
بچوں کو ایک آہنی دیوار کر دیا

خیبر شکن سے رشتہ الفت کو جوڑ کے
پھینکا ہے اس نے بابِ جہالت کو توڑ کے

مدرسے نالہ بلب ہیں کہ نگہدار گیا
محفلِ شعر میں سناٹا ہے فنکار گیا
چُپ ہے محرابِ عبادت کہ مصلیٰ نہ رہا
اور اوقاف پریشاں متولی نہ رہا

بھولتا ہی نہیں ہنستا ہوا چہرہ تیرا
یک بیک اُن وہ بھری بزم سے جانا تیرا
ہاتھ ملت رہا ہر چاہنے والا تیرا
تیری ہی شان سے اُٹھا تھا جنازہ تیرا
جوشِ عزم میں بھی انوارِ سحر تیرا لایا
چاہنے والوں کو اللہ کے گھٹے تک لایا

دمِ رخصتِ غم مولا نے سنبھالا ہوگا
ہاتھ میں خطبہٴ حیدر کا قبلا ہوگا
سامنے کوثر و تسنیم کا پیالا ہوگا
علم و عرفان کا مرقد میں اُجالا ہوگا

ہاتھ تھا میں گے علی عقدہ کشائی کیلئے
فاطمہ آئیں گی خود راہ نمائی کیلئے

۱۲ حضرت علیؑ کے لیے الف خطبہ کا ہے ترجمہ اردو میں جو سرکارِ موصوف کا شاہکار ہے
۱۳ سرکارِ موصوف صبحی سے متصل دفین ہوئے

شمعِ عملِ جلا کے مخالف ہواؤں میں

پھرتا رہا وہ خاک نشیں گاؤں گاؤں میں

صبر و سکون جو ساتھ لیے تھا جفاؤں میں

لب مسکرا دیئے چمبھے کانٹے جو پاؤں میں

ایماں کا نور قوم کے دامن میں بھر دیا

صدیوں کا کام تھا جسے لمحوں میں کر دیا

بڑھ کے سلامِ دورِ مہ و سال نے کہا

اور مرحبا و کن کے زبوں حال نے کہا

پائندہ بادِ یوپی کے اقبال نے کہا

خوش آمدید ساحلِ بنگال نے کہا

دیکھا جو کوہِ عزم و عمل جھومنے لگے

کشمیکے پہاڑِ دم جو منے لگے

جو عہد کر لیا اُسے کر کے دکھا دیا

مذہب کا سارے ملک میں ڈنکا بجا دیا

محراب میں چراغِ عبادت جلا دیا

منبر کو درسِ گاہِ شریعت بنا دیا

بتلا دیا یہ محفلِ شعر و سخن نہیں
ذکرِ حسینؑ ایک عبادتِ ہر فن نہیں

محرومیوں کا اپنی نہ شکوہ کبھی کیا

کہتا رہا بشر کا مشیت میں دخل کیا

تھی خالی گود بے خبروں نے یہ کیا کہا

وہ ایک پوری قوم کے بچوں کا باپ تھا

اے طعنہ زن! خدا کی یہ امداد دیکھ لے

جا مکتوں میں کثرتِ اولاد دیکھ لے

سیکھا تھا اہل بیت سے یہ طرزِ انتقام

دیں گالیاں کسی نے تو کہہ سلا دیا سلام

کپڑے کی کوئی فکر نہ کھانے کا اہتمام

ہر لمحہ ایک دھن تھی اسے کام کام کام

تھا اتنا پیارا مقصدِ خونِ حسینؑ سے

تا عمر ایک رات بھی سویا نہ چین سے

باقی کوئی گلی تھی نہ چھوڑا کوئی دیار

دریا کیے عبور تو روندے ہیں کوہِ سار

طوفاں مزاج، کوہ صفت، ابرِ نو بہار
ہر دم رواں دواں، صفتِ معراج بے قرار
حیراں تھی ایسے عزم کے پیکر پہ موت بھی
المختصر کہ آئی نہ بستر پہ موت بھی

قطعہ تاریخ وفات

ضیاء الملک مولانا سید وصی محمد صاحب بلہ طائفہ

مہے متلم سوگ نشیں اور کتائیں ہیں اُداس
اٹھ گیا انجمنِ علم سے وہ خوش طینت
متحرک تھے ہمہ وقت متلم ہو کہ زبان
عمر بھر کرتا رہا دینِ خدا کی نصرت
کھل گیا مکتبِ عرفان وہ جہاں بیٹھ گیا
خود تھا اک مدرسہ علم وہ درویش صفت
حکمِ رضواں کو یہ دے گا وہ "رضیع الظامی"
آتا ہے میرا محب کھول دے بابِ جنت

رخصت ہوا سکونِ دل و جاں لیے ہوئے
اک دائمی حیات کا عنوان لیے ہوئے
تاجِ شہادت رہِ عرفان لیے ہوئے
ہونٹوں پہ اک تبسمِ بہار لیے ہوئے
چہرہ بتا رہا تھا دل و جاں کے چین کو
لگتا تھا جیسے دیکھ رہا ہو حسین کو

لیکن گزر گئی ہے جو دل پر نہ پوچھے
اس ہولناک رات کا منظر نہ پوچھے
چھوٹا سا وہ پہاڑ پہ اک گھر نہ پوچھے
سو یا تھا قافلے کا تقدّر نہ پوچھے
سورج کی موت چاند ستاروں کی موت تھی
وہ ایک کی نہیں تھی ہزاروں کی موت تھی
(۱۹۸۵ء)

بَسِلَیْلَهُ وَفَاتِ

مولانا سید محمد جواد صاحب کراڑوی

والد ماجد علامہ ذیشان حیدر جواد

تا ابد جاری ہے گاہے یہ فرمانِ ازل
پستی سیرت ہے خود انسان کے حق میں اجل
بے بصیرت آج زندہ ہے نہ باقی ہوگا کل
چلتی پھرتی لاش ہے انسان مگر ہے بے عمل

پائے باطل پر جسیں اپنی جھکا کر آدمی
موت سے پہلے ہی مرجاتا ہے اکثر آدمی
مر کے بھی بنتا ہے مومن اعتبارِ زندگی
ہے خزاں کی زد سے باہر لالہ زارِ زندگی
موت کیا چھینے گی ان سے اختیارِ زندگی
پشت میں جن کی چوہ تاجدارِ زندگی

اور اعلانِ نبی ہوگا بہ اندازِ عسدر
مانگ جو مانگنا ہو اپنے قلم کی قیمت
اللہ وہ طرزِ سخن آرائی کہ بس
کرتا تھا شعروں میں بھی آلِ نبی کی محبت
ڈھونڈا جب مصرعِ تاریخ تو رضواں نے کہا
صحنِ فردوس میں آئے ہیں ضیاءِ الملت

۶۱۹۸۶



۱۔ مرحوم کی مشہور تصنیف
۲۔ یہ بھی ضیاء الملت مرحوم کی مشہور تصنیف ہے
۳۔ اس روایت و تافہ میں مرحوم کا مشہور قصیدہ

تیرے سجدوں کو تیرے ذوقِ عبادت کو سلام
اب نہ دیکھیں گے جسے اس پاک صورت کو سلام

مضطرب ہے آج ہر قلبِ حزیں تیرے لئے
سوئی سوئی ہے کراہی کی زمیں تیرے لئے

یاد ہے ہم کو وہ تیری وضعداری یاد ہے

وہ خلوص بے ریا وہ انکساری یاد ہے

موت کے بستر پہ بھی طاعت گزاری یاد ہے

بہر تسبیح خدا شب زندہ داری یاد ہے

شفقتوں کا لے کے تحفہ دل میں ارمانوں کے ساتھ
آکے ملنا خندہ پیشانی سے مہمانوں کے ساتھ

یوں تھا راہِ زلیت میں تیرا وجود بادشاہ

چلچلاتی دھوپ میں ہو جیسے نخل سایہ دار

چہرے پر بخندگی لب پر ہنسی آنکھوں میں پیار

حوصلوں میں بے کراہی گفتگو میں اختصار

زندگی گھٹتی رہی لو پیار کی بڑھتی رہی

بُجھ رہی تھی شمع لیکن روشنی بڑھتی رہی

آکے سجدے عشق کی چو کھٹ پہ کرجاتی ہر موت
اہل حق سے لے کے ٹکڑ خود ہی مرجاتی ہر موت

دیکھ لے اعجازِ ذکرِ بادشاہِ مشرقین

قبر میں بھی ہے نگہاں فاتحِ بدر و حنین

پاسبانِ زندگی ہے فاطمہؑ کا نورِ عین

مے ضمانتِ زندگی کی حشر تک ذکرِ حسینؑ

جو کہ زندہ تھا غمِ شاہِ شہیداں کے لئے

موت اک تہمت ہے اسن مردِ مسلمان کے لئے

یوں تو ہر شے کو مٹاتا ہے یہ سیلِ امتداد

ہاں مگر اٹھتا ہے اس دُنیا سے جب کوئی جواد

موت کے لب بھی آتی ہے صدائے زندہ باد

سونے والا سوراہ ہے جاگتی ہے اسکی یاد

عمر جس نے اپنی کافی عشق کی تفسیر میں

ڈھونڈھتی ہے آنکھ اس کو مجلسِ شبیر میں

جانے والے جا تیری پاکیزہ سیرت کو سلام

دستِ شفقت اور آغوشِ محبت کو سلام

کتنی روشن جذبہ بیدار کی تاریخ ہے
 مسجد جامع تیرے کردار کی تاریخ ہے
 تیرا بیٹا تیرے حسن تربیت کا آئینہ
 عالم دین پیمبر صاحب صدق و صفا
 ذات جس کی آج ہے محراب و منبر کی ضیا
 ہاں کرم دیکھا نگاہوں نے تیری آغوش کا
 شان ملت کی زمانے میں تیرا نشان ہے
 مرنے والے تیرا پوری قوم پر احسان ہے
 وقتِ آخر لب پہ کھانے کا نہ تھا پانی کا نام
 پھر بھی تھا شاداب دیکھا ہے تیرا چہرہ تمام
 مرتے مرتے بھی دیا دنیا کو تو نے یہ پیام
 رہ نہیں سکتا ابھی شیدائے عترت تشنہ کام
 مطمئن تھا گو کئی دن بے نیاز آب تھا
 بادہ حب علی سے کس قدر سیراب تھا
 جامع آلِ نبی تیری نگہبانی کرے
 اشکِ غم راہوں میں تیرے جلوہ افشانی کرے

ذکرِ آلِ محمد شاعرِ آلِ رسول
 عمر بھر تیرے لبِ مدحت برسائے ہیں پھول
 بے نیاز نام و شہرت تھے ترے فن کے ہول
 داد دیں گی خلد میں تیرے قصیدوں کی بتول
 شعر کہتا تھا سکونِ قلب و جاں کے واسطے
 تو کہ اک تمثیل تھا ہر مدحِ خواں کے واسطے
 بابِ مسجد پر ملی ہے دائمی آرام گاہ
 خانہ حق بن گیا ہے تیرے ایمان کا گواہ
 زندگی میں بھی دیا تھا تو نے درسِ لا الہ
 اور اب تربت تیری دکھلائے گی سجدوں کی راہ
 خانہ معبود سے رشتہ ترا ٹوٹا نہیں
 مر کے بھی حسنِ عمل کا سلسلہ ٹوٹا نہیں
 محفلِ ہستی میں آیا لے کے ذوقِ بندگی
 تیری پیدائش کے دن بنیاد مسجد کی پڑی
 اور کئی تزیینِ بام و در میں ساری زندگی
 یا ہے سجدوں سے عبادت زندگی بھی موت بھی

داغ دل تیرا ترے مروت کو نورانی کرے
 نقشِ سجدہ اور روشن تیری پیشانی کرے
 مل گئی ہوگی تجھے دارِ بخت کی زندگی
 ہو مبارک محفلِ آلِ عباس کی زندگی
 تیرے بیٹے نے کیا خدمت کا تیری حق ادا
 دھوم سے اٹھا جنازہ شان سے آئی قضا
 دو مہینوں سے ہے قائم مجلسوں کا سلسلہ
 ہائے وہ اک لاشِ بیکس اور وہ دشتِ بلا
 عابد مضطر تھا دورِ گردِ شِقت پر تھا
 بے کفن تھا باپ بیٹا قیدی زنجیر تھا
 جل رہا تھا ایک جانب ظلم کے شعلوں میں گھر
 اک طرف ماں اور بہنیں خاک پر تھیں ننگے سر
 اور روندی جا رہی تھی سامنے لاشِ پدر
 دوسرا کوئی اگر ہوتا تو پھٹ جاتا جگر
 حسرتِ تدفین دل میں کر ڈیں لیتی رہی
 پاؤں کی زنجیر دادِ بے کسی دیتی رہی

□□

یہ نظم "روزِ اعلیٰ القدر قاسم کی مجلسِ ہمدردی میں پڑھی گئی۔

jabir.abbas@yahoo.com